پیشوایان ہدایت

۵

سید الشہداء

حضرت امام حسین علیہ السلام

گروہ مؤلفان
(سید منذر حکیم با ہمکاری وسام بغدادی و عدی غریباوی)

مترجم: عباس جلالی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا اور مہربان ہے''

پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً﴾

(سورۂ احزاب: آیت ۳۳)

اے اہلبیتؑ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ تم سے رجس اور گندگی کو دور رکھے اور تمہیں اسی طرح پاک رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

شیعہ اور اہل سنت کی کتابوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی بہت سی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ آیۂ مبارکہ پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ''اہل بیت'' سے مراد یہی اصحاب کساء ہیں اور وہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ، علی، فاطمہ، حسن وحسین علیہم السلام ہیں۔ نمونہ کے طور پر ان کتابوں کی طرف رجوع کریں: مسند احمد بن حنبل (وفات ۲۴۱ھ): ج۱، ص۳۳۱، ج۴، ص۱۰۷، ج۶، ص۲۹۲ و۳۰۴؛ صحیح مسلم (وفات ۲۶۱ھ) ج۷، ص۱۳۰؛ سنن ترمذی (وفات ۲۷۹ھ): ج۵، ص۳۶۱ و...؛ الذریۃ الطاہرۃ النبویۃ دولابی (وفات: ۳۱۰ھ ص۱۰۸؛ السنن الکبریٰ نسائی (وفات ۳۰۳ھ): ج۵، ص۱۰۸ و۱۱۳؛ المستدرک علی الصحیحین حاکم نیشاپوری (وفات: ۴۰۵ھ): ج۲، ص۴۱۶، ج۳، ص۱۳۳ و۱۴۷ و۱۱۳؛ البرہان زرکشی (وفات ۷۹۴ھ) ص۱۹۷؛ فتح الباری شرح صحیح البخاری ابن حجر عسقلانی (وفات ۸۵۲ھ): ج۷، ص۱۰۴؛ اصول الکافی کلینی (وفات ۳۲۸ھ): ج۱، ص۲۸۷؛ الامامۃ والتبصرۃ ابن بابویہ (وفات ۳۲۹ھ): ص۴۷، ح۲۹؛ دعائم الاسلام مغربی (وفات ۳۶۳ھ): ص۳۵ و۳۷؛ الخصال شیخ صدوق (وفات ۳۸۱ھ): ص۴۰۳ و۵۵۰؛ الامالی شیخ طوسی (وفات ۴۶۰ھ): ح۴۳۸، ۴۸۲، ۷۸۳ و۷۸۳

نیز مندرجہ ذیل کتابوں میں اس آیت کی تفسیر کی طرف مراجعہ کریں: جامع البیان طبری (وفات ۳۱۰ھ)؛ احکام القرآن جصاص (وفات ۳۷۰ھ)؛ اسباب النزول واحدی (وفات ۴۶۸ھ)؛ زاد المسیر ابن جوزی (وفات ۵۹۷ھ)؛ الجامع لاحکام القرآن قرطبی (وفات ۶۷۱ھ)؛ تفسیر ابن کثیر (وفات ۷۷۴ھ)؛ تفسیر ثعالبی (وفات ۸۲۵ھ)؛ الدر المنثور سیوطی (وفات ۹۱۱ھ)؛ فتح القدیر شوکانی (وفات ۱۲۵۰ھ)؛ تفسیر عیاشی (وفات ۳۲۰ھ)؛ تفسیر قمی (وفات: ۳۲۹ھ)؛ تفسیر فرات کوفی (وفات ۳۵۲ھ) آیۂ اولوا الامر کے ذیل میں؛ مجمع البیان طبرسی (وفات ۵۶۰ھ) ان کے علاوہ اور بھی بہت سی دوسری کتابیں ہیں۔

منارۂ ہدایت جلد ۵

(سیرت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام)

قال رسول الله ﷺ :

"انی تارك فیکم الثقلین، کتاب الله، وعترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلّوا ابدا وانهما لن یفترقا حتّیٰ یردا علیّ الحوض".

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا تا ہوں: (ایک) کتاب خدا اور (دوسری) میری عترت اہل بیت (علیہم السلام)، اگر تم انھیں اختیار کئے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں"۔

اس حدیث شریف کو متواتر اور اس سے مشابہ دوسری حدیثوں کو مختلف تعبیروں کے ساتھ شیعہ اور اہل سنت کے مختلف کتابوں میں ذکر کی گئی ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲/۷، سنن دارمی: ۴۳۲/۲، مسند احمد: ج ۳، ۱۴، ۱۷، ۲۶، ۳۶۶/۴،۲۶ و ۳۷۱، ۱۸۲/۵، ۳ اور ۱۸۹، مستدرک حاکم: ۱۰۹/۳، ۱۴۸، ۵۳۳، وغیرہ.)

منارۂ ہدایت

جلد ۵

(سیرت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام)

مولفین:

سید منذر حکیم اور وسام بغدادی

مترجم:

علی قمر دھلوروی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

نام کتاب: مناره ہدایت جلد ۵ (سیرت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام)

تالیف: سید منذر حکیم اور وسام بغدادی (گروہ تالیف مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام)

ترجمہ: علی قمر دھلوروی

تصحیح و تطبیق: سید مختار حسین جعفری

نظر ثانی: سید محمد باقر جوراسی

پیشکش: معاونت فرہنگی، ادارۂ ترجمہ، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

ناشر: مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

اور مؤسسۂ آل البیت علیہم السلام تبلیغ و نشر و اشاعت و امور خیریہ۔ کراچی پاکستان

طبع اول: قیمت: ۲۷۵ روپے

طبع دوم: ۱۴۳۲ھ ۲۰۱۱ء

تعداد: ۵۰۰۰

مطبع: مئوسسه آل البیت پبلکیشنز

Office Karachi
Contact No:+92,21,32220676
+92-21-300-2429783,+92-21-321-2429783
00989196669674, +92-21-303-2108986
+92-21-306-2709047

P.ISBN:978-964-529-372-5
ISBN:978-964-529-373-2
WWW.ahl-ul-bayt.org
info@ahl-ul-bayt.org

جملہ حقوق بہ ناشر محفوظ ہیں۔

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی کہ ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے ہریالی حاصل کرتے ہیں اور غنچہ وکلیاں خود میں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے اس سے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ وموسس سرورکائنات حضرت محمد مصطفیؐ غار حراء سے مشعل حق لے کر برآمد ہوئے اور علم وآگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات آپ کا ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذہبِ عقل وآگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھو بیٹھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔ اگرچہ رسولؐ اسلام کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیتؑ اور ان کے پیروں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت وپاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردی گئی تھی، پھر بھی حکومت وسیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیتؑ نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء ودانشور دنیائے اسلام کے سامنے پیش کئے جنھوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری ونظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر

میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام وقرآن اور مکتب اہل بیتؑ پر ٹکی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری ومعنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب وکامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین وبے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر واشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل وشعور کو جذب کرنے والے افکار ونظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔ (عالمی اہل بیت کونسل) مجمع جہانی اہل بیتؑ نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیتؑ عصمت وطہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری ویکجہتی کو فروغ دینے کو وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے تاکہ وہ بھی اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن وعترت کے صاف وشفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق ومعنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان وولایت سے سیراب ہوسکے، ہمیں یقین ہے عقل وخرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیتؑ عصمت وطہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت وبیداری کے علمبردار خاندان نبوتؐ ورسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق وانسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب وثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن ونجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی وتحقیقی کوششوں کے لئے محققین ومصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین ومترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیتؑ کی ترویج واشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس کو فاضل جلیل مولانا علی قمر صاحب نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں اور ان کے لئے مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

پہلا باب

اس باب میں چند فصلیں ہیں:

پہلی فصل

امام حسین علیہ السلام کی زندگی کے چند گوشے

دوسری فصل

امام حسین علیہ السلام کی شخصیت کے نمایاں پہلو

تیسری فصل

امام حسین علیہ السلام کی شخصیت کے چند مظاہر

پہلی فصل

امام حسین علیہ السلام کی زندگی کے چند گوشے

شہید کربلا امام حسین بن علی بن ابی طالبؑ سلسلہ امامت کی تیسری کڑی، محدثین کے اجماع کے مطابق سید شباب اہل جنت، خاندان رسالت کے ان دو چشم و چراغوں میں سے ایک ہیں کہ جن سے رسولؐ اکرم کی نسل چلی، ان چار ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کو لے کر رسولؐ اسلام نصاری نجران سے مباہلہ کے لئے تشریف لے گئے، ان اصحاب کساء کی ایک فرد ہیں جن سے خداوند عالم نے رجس کو دور کرنے اور پاک و پاکیزہ رکھنے کی ذمہ داری لی ہے، رسالت کے ان قربتداروں کا حصہ ہیں کہ جن کی مودت و محبت کو رسولؐ اسلام نے بحکم خدا اجر رسالت قرار دیا ہے اور ان دو گرانقدر چیزوں کا ایک مصداق ہیں جن سے تمسک باعث نجات ہے اور روگردانی، گمراہی اور ہلاکت کا سبب ہے۔

امام حسینؑ اپنے بھائی حسنؑ کے ساتھ اپنے نانا، بابا اور مادر گرامی کی پاک و پاکیزہ آغوش اور طیب و طاہر گودیوں میں پل کر بڑے ہوئے اور گھٹی کی جگہ رسول اکرمؐ کے حسن خلق اور محبت و رافت اور عطوفت سے سیراب ہوئے اور اپنے نانا سے ادب، رہبری، علم اور شجاعت ورثہ میں پائی جس کے ذریعہ اس امامت کبریٰ کے تاجدار ہوئے جو آپ کو اپنے بابا علی مرتضیؑ اور بھائی حسن مجتبیٰؑ کے بعد ملنے والی تھی اور رسول اکرمؐ نے متعدد مقامات پر آپ کی امامت کے بارے میں صراحت کے ساتھ اعلان فرمایا: کبھی فرمایا: ''الحسن والحسین إمامان قاما أو قعدا'' حسنؑ اور حسینؑ امام ہیں چاہے قیام فرمائیں اور چاہے سکوت اختیار

کریں۔ کبھی دعائیہ کلمات کے ذریعہ اس طرح پہنچوایا: "أللّهم إنّي أحبهما فأحب من یحبهما" خدایا! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں پس تو اسکو دوست رکھ جو ان دونوں سے محبت کرے۔

اس امام ھمام میں نبوت وامامت اور حسب ونسب کی فضیلت کے صفات جمع تھے اور مسلمانوں نے اسکے اندر اسکے نانا، بابا اور ماں کی طہارت و پاکیزگی اور جود و کرم پایا آپ کی شخصیت لوگوں کو مذکورہ عظیم ہستیوں کی یاد دلاتی تھی لہٰذا لوگ آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ کی عظمت کے قائل تھے، دوسری طرف اپنے بابا اور بھائی کے بعد لوگوں کی دینی اور دنیوی مشکلات میں تنہا آپ ہی کی ذات بابرکت مشکل کشا تھی، خصوصاً جب اموی ظالم اور جاہل حکومت کے دوران امت مسلمہ سختیوں اور صعوبتوں میں مبتلا تھی، اموی حکام نے ظلم کے ایسے ایسے طریقہ ایجاد کئے تھے کہ جن کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی تھی، ایسی صورت میں صرف اور صرف امام حسینؑ کی وہ واحد ذات تھی جس نے امت مسلمہ کو بالخصوص اور پوری انسانیت کو بہ طور عموم اس جہالت کے خونی پنجوں سے نجات دلائی۔

حسین بن علیؑ اپنی زندگی کے تمام مراحل اور عملی میدان میں اپنے بابا علی مرتضیٰؑ اور بھائی حسن مجتبیٰؑ کی طرح فخر انسانیت، خدا کی راہ میں مصیبتوں پر صبر اور بردباری سے کام لینے والے جود و کرم، رحمت و شجاعت، عرفان و تعبد اور خوف خدا سے آراستہ، حق کے سامنے متواضع اور باطل کے مقابل انقلابی ہونے کے اعتبار سے اپنے نانا کے بلند اخلاق کی زندہ مثال تھے، جوانمردی، خدا کی راہ میں جہاد، امر بہ معروف و نہی از منکر کے سلسلہ میں روشنی کا منارہ، شریعت محمدیؐ کو زندہ کرنے کے لئے ایثار و قربانی کے مثالی نمونۂ عمل تھے اسی وجہ سے رسول اکرم محمد مصطفیٰؐ نے اپنے اس نواسے کی عظیم فضیلت میں کہ جس کی تربیت آپ نے اپنے ہاتھوں سے کی تھی نہایت عظیم جملہ ارشاد فرمایا: "حسین مني و أنا من حسین"، "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں"۔

امام حسینؑ اپنے نانا رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اپنی مادر گرامی فاطمہ زہراؑ کی پاسبانی اور اپنے بابا علی مرتضیٰؑ سید الوصیین کے زیر نگرانی آگئے جو رسول اللہؐ کی وفات کی بعد امت مسلمہ کے منحرف ہو جانے کی وجہ سے

سختی کی زندگی بسر فرما رہے تھے آپ نے اپنے والدین کے ساتھ مل کر اس زمانہ کی سختیوں اور مصائب کو برداشت کیا اور ان لوگوں سے مقابلہ کیا جنہوں نے اس امامت کبریٰ کو بڑی بے رحمی اور کسی حجت اور دلیل کے بغیر غصب کر لیا تھا...... آپؑ نے اپنے عزیز بھائی حسن مجتبیٰؑ اور مادر گرامی فاطمہ زہراؑ کے ساتھ ایسے سخت زمانے میں زندگی گزاری اور اسکی تلخی کو برداشت کیا اگر چہ وہ آپ کی کمسنی کا زمانہ تھا، لیکن پھر بھی اس مصیبت کی گہرائی اور غم کی شدت کو پوری طرح محسوس کرتے تھے۔

امام حسینؑ خلیفہ دوم کے زمانہ میں جوان ہوئے، اور اپنے بابا اور بھائی کے ساتھ سیاست اور حکومتی امور سے دوری اختیار فرمائی اور اپنے پدر بزرگوار علی بن ابی طالبؑ کی طرح لوگوں کی تربیت اور سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کا کام انجام دینے میں مصروف رہے۔

خلافت عثمان کے زمانہ میں کہ جو آپ کی کڑیل جوانی کا دور تھا آپؑ اپنے بابا کی قیادت میں اسلام کے لئے مخلصانہ عمل انجام دیتے رہے اور اپنے بابا کے ساتھ مل کر اس فساد کو روکنے کی کوشش میں مصروف رہے جو عثمان کی حکومت اور اقربا کی شکم پروری کی بنیاد پر امت اور حکومت دونوں میں پھیلتا جا رہا تھا۔

اس زمانہ میں آپؑ نے اپنے والد محترم کے نظریات سے ذرہ برابر بھی انحراف نہیں کیا، بلکہ امت مسلمہ کی شرعی قیادت کہ جس کو رسول اکرمؐ نے آپ کے بابا علی مرتضیٰؑ کو سونپا تھا کے ایک مخلص سپاہی کی طرح زندگی گذار رہے تھے۔

مولائے کائناتؑ کی خلافت کے دور میں امام حسینؑ تمام امور اور تمام جنگوں میں اپنے بابا کے ساتھ رہے، اور جنگ جمل، نہروان وصفین میں جہاد سے قدم پیچھے نہیں ہٹائے جبکہ آپ کے بابا، رسول اکرمؐ کی نسل منقطع ہونے کے خوف سے آپؑ اور امام حسنؑ کی زندگی کی بقاء کے بہت خواہاں تھے، آپ دونوں بھائی اپنے بابا کے آخری لمحہ تک حامی اور طرفدار رہے، اور اہل عراق کی طرف سے جو مصیبتیں اور اذیتیں آپ کے بابا کو پہنچ رہی تھیں آپ بھی ان میں برابر کے شریک رہے۔ یہاں تک کہ علی مرتضیٰؑ کو خدا کے گھر میں شہید کر دیا گیا جب کہ وہ مسجد کوفہ کی محراب عبادت میں تھے، اور اپنی زندگی کے مقدس ترین لمحات یعنی عبادت خدا اور ربّ

کعبہ کی طرف توجہ کی حالت میں تھے، کہ آپ کے سر پر ضربت لگائی گئی اور آپ زمین پر گر پڑے، آپ کی زبان سے یہ کلمہ جاری ہوا: "فُزتُ و ربّ الکعبۃ" رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

پھر امام حسینؑ نے اپنے آپ کو اپنے بھائی کی حمایت و جانبداری کے لئے وقف کر دیا، کوفہ میں دیگر مہاجرین ،انصار اور تابعین کے ساتھ خلافت کے لئے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، اور آپ کے نظریات واقدامات کی ذرہ برابر بھی مخالفت نہیں کی جبکہ معاویہ امام حسنؑ کی شرعی حکومت کو گرانے اور آپ کی طاقتوں کو پراگندہ کرنے کیلئے اپنے تمام تر ہتھکنڈے اپنا رہا تھا۔

امام حسینؑ امام حسنؑ کے موقف اور اس کے نتائج کے پوری طرح حامی تھے اس لئے کہ آپؑ اس زمانے کی نزاکت کو اچھی طرح سمجھتے تھے جو امت مسلمہ کے لئے بہت سختی کا زمانہ تھا خصوصاً مولائے کائنات علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس گھٹن اور تشدد میں مزید اضافہ ہو گیا تھا کیونکہ اسلامی حکومت کے مرکز کوفہ میں رہنے والے بہت سے سطحی فکر والے اور سادہ لوح افراد، یہاں تک کہ خود مولائے کائنات کی فوج کے بعض سپاہی معاویہ کے کھوکھلے نعروں پر یقین کر کے مولائے کائنات کے طریقہ کار کی حقانیت میں شک میں مبتلا ہو گئے تھے اور دوسروں کے ذہنوں میں بھی شکوک وشبہات کے بیج بونے لگے تھے اس لئے کہ معاویہ اور اس کے زرخرید غلاموں نے (دھوکہ دھڑی اور مال و دولت کی لالچ کے ذریعہ) امام حسن علیہ السلام کی فوج میں کھلم کھلا گمراہی پھیلانا شروع کر دی تھی، اور امام حسن علیہ السلام سیاسی تجربہ، ادبی شجاعت اور منطقی دلائل کے باوجود ان لوگوں کو قانع نہیں کر سکے اور معاویہ کے صلح کے ان جھوٹے اور فریبی نعروں کو قبول کرنے سے ان لوگوں کو نہیں روک پائے، جن کے ذریعہ معاویہ نے بہت آسانی کے ساتھ خلافت پر قبضہ جما لیا تھا لہٰذا جب تمام تر ممکنہ راہیں مسدود ہو گئیں اور امام حسنؑ نے وقت کے تقاضہ کے مطابق تمام سیاسی اور اجتماعی طریقے اپنا کر دیکھ لئے اور پھر بھی کوئی حل نہ نکلا تو آپ کو مجبوراً صلح کا راستہ اختیار کر کے خلافت کو خیر باد کہنا پڑا، لیکن پھر بھی آپ نے نہ صرف معاویہ کو شرعی حاکم کے عنوان سے قبول نہیں کیا بلکہ صلحنامہ کی شرطوں کے ذریعہ معاویہ کو دور اور نزدیک کے سبھی افراد کی نظروں میں رسوا کر دیا۔

اس طرح امام حسنؑ نے سخت راستہ اختیار کیا اور دشمنوں کے ساتھ ساتھ بعض قریبی دوستوں کی طرف سے بھی اذیتوں کا سامنا کر کے اس اموی جاہلانہ حکومت کا پردہ فاش کر دیا جو اسلام کا لباس پہن کر، صلح و امنیت کا نعرہ لگا رہی تھی تا کہ اسلام اور رسولؐ کے قبیلہ (قریش) سے رشتہ داری کے نام پر اسلام کو بدنام کر دیا جائے، امام حسنؑ نے اپنی ذہانت کے ذریعہ ایسا راستہ اپنایا جس سے مسلمان یہ سمجھ گئے کہ آل ابوسفیان جو آج حکومت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے رسولؐ کے نام پر ان کے خلیفہ کے عنوان سے مسلمانوں پر حکومت کر رہے ہیں یہی وہ افراد ہیں جو ابھی کل تک اسلام کے خلاف تلواریں کھینچے ہوئے تھے۔

اسی طرح سے امام حسنؑ نے صلح نامہ پر دستخط کر کے اس اموی حکومت کے خلاف انقلاب کی راہ ہموار کر دی جس نے دوران جاہلیت (بعثت رسولؐ سے پہلے کے زمانہ) کی خرافات کو اسلام کا نام دیکر زندہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ معاویہ نے اپنا ولیعہد مقرر نہ کرنے اور شیعیان علی اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ساتھ زیادتی نہ کرنے کی کہ جو صلحنامہ کی اصل شرطیں تھی کی خلاف ورزی شروع کر دی تھی جس سے اسکی حقیقت لوگوں کے سامنے کھل گئی۔

جب معاویہ صلح نامہ کے ان شرائط پر عمل نہ کر سکا تو اس نے سوچا کہ امام حسن - کو زہر ہلاہل دیدیا جائے تا کہ اپنے فاسق اور فاجر بیٹے یزید کے لئے خلافت کا راستہ ہموار کر سکے، لیکن وہ صلح کے شرائط پر عمل نہ کرنے اور اپنی اس گندی سازش کے نتائج کو نہیں سمجھ سکا۔ خلافت اموی کے دو دور (دور خلافت عثمان و دور حکومت معاویہ) گذرنے کے بعد مسلمان اس حکومت اور اس کے جاہلی رسم و رواج کی پستی کو سمجھ گئے جس کی وجہ سے شیعی گروہوں میں نظام حکومت کے خلاف معرکہ آرائی کی فکر نے جنم لیا جس نے انقلاب کے لئے فضا ہموار کر دی اور باقی ماندہ کمی معاویہ کی موت اور اسکے شرابی اور احکام دین کا مزاق اڑانے والے فاسق اور فاجر بیٹے یزید کے تخت خلافت پر قابض ہونے نے پوری کر دی، اور یزید نے تمام صحابہ اور تابعین اور بالخصوص سید شباب اہل الجنہ امام مسلمین حضرت امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ اور اس پر اصرار کرنا شروع کر دیا۔

معاویہ نے تقریباً بیس سال تک بھوکا رکھنے، ڈرانے دھمکانے، دھوکا دھڑی اور جھوٹی سیاست کے ذریعہ

مسلمانوں پر حکمرانی کی، اسکی انھیں بری عادتوں اور نفس پرستیوں اور ارادہ کے فقدان کی وجہ سے امت مسلمہ کے سامنے اس کی حقیقت واضح ہوگئی اور اس طرح امت گمراہی کے خواب سے بیدار ہوئی، اور اسے اہلبیتؑ کے راستے کی حقانیت کا یقین ہوگیا لیکن ابھی اس میں ظلم اور ظالم کے خلاف آواز اٹھانے کی قوت پیدا نہیں ہوئی تھی اور اس کی وہی حالت تھی جس کی طرف فرزدق نے اس وقت اشارہ کیا تھا جب امام حسینؑ اہل کوفہ کی دعوت پر عراق کی سمت تشریف لے جا رہے تھے کہ مولا! ان کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔

یہیں سے امام حسینؑ کے قیام کی مشروعیت مزید ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ اس وقت بنی امیہ کے خلاف قیام کے سبھی شرائط مہیا ہو چکے تھے جب کہ امام حسنؑ کے زمانہ میں جب امت غفلت کی نیند سوئی ہوئی تھی اور شک و تردد میں مبتلا تھی قیام کے لئے حالات سازگار نہیں تھے اور جب اہل عراق نے اموی گورنر کو کوفہ سے نکال کر بنی امیہ کے خلاف اپنی بغاوت کا اعلان کرتے ہوئے اپنی بیداری کا ثبوت دیدیا اور امام حسینؑ کے پاس خط پر خط بھیج کر فریاد کرنا شروع کی کہ مولا! ہماری طرف توجہ فرمائیے، تو آپؑ پر حجت تمام ہوگئی۔ کیونکہ یہ شیعیان اہلبیتؑ کی بیداری کا ایک بڑا ثبوت تھا۔

لہٰذا آپؑ ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے کوفہ کی طرف عازم سفر ہوئے اگرچہ آپؑ اہل عراق کی ناپائیداری اور حکام کی طرف سے لالچ دیے جانے یا ڈرائے دھمکائے جانے پر انکے ارادہ کی سستی کے بارے میں جانتے تھے، لیکن اگر اس مرض کا علاج نہ کیا جاتا تو رسالت کے تعلیمات کا خاتمہ ہو جاتا اور اسلامی خلافت قیصر و کسریٰ کی حکومت میں تبدیل ہو جاتی اور یزید اور اس جیسے دوسرے فساق و فجار افراد کی حکومت کی تائید ہو جاتی کہ جنھوں نے اسلام کی نقاب پہن رکھی تھی اور وہ اسلام کو مٹانے اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

جب امام حسینؑ کے انقلاب نے اپنی کامیابی اور اہداف (۱) تک پہنچنے کے لئے تمام ضروری مقاصد حاصل کر لئے تو امام حسینؑ اپنی پوری قوت اور طاقت (جسکو آپ نے اس تاریخی موقع کے لئے مہیا اور جمع کیا

تھا) کے ساتھ ایک فیصلہ کن اور شدید جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ امت کے ضمیر کو جھنجھوڑا اسے اپنی ذمہ داری کا احساس کر کے اسے پورا کرنے پر ابھارا، ظالم حاکم سے خلافت کی مشروعیت کو چھین لیا، ان کے چہروں سے اُن جھوٹی نقابوں کو نوچ کر پھینک دیا جن میں وہ اپنے آپ کو چھپائے ہوئے تھے، آنے والی نسلوں تک کے لئے امت کی شرعی ذمہ داری کو واضح کر دیا، ظالم آپ کے انقلاب کے نشانات کو نہ تو کم رنگ کر سکے اور نہ ہی انقلاب کے اس سیل کو روک سکے کہ جس کو آپؑ نے آنے والے زمانوں تک کے لئے برپا کر دیا تھا یہ سیلاب بنی امیہ، بنی عباس اور ان کے راستے پر چلنے والے تمام حکام کی حکومتوں کو بہا لے گیا، آپکا یہ انقلاب تمام امتوں کے لئے ایک مشعل ہدایت ثابت ہوا اور اسی طرح آپ کے پیش کئے ہوئے الٰہی قوانین تمام حکومتوں اور سیاسی نظام کے لئے معیاری قوانین ثابت ہوئے۔ پس سلام ہو آپ پر جس دن آپ پیدا ہوئے، جس دن آپ کو شہید کیا گیا اور جس دن آپ کو اٹھایا جائے گا۔

۱۔ رجوع کریں: ثورہ حسین ☆ سید محمد باقر حکیم طبع اول عنوان: جنگ میں کامیابی کی پانچ شرطیں مطبوعہ منشورات موسسہ امام حسینؑ، ص ۶۲۔۹۲ و مجلّہ فکر اسلامی شمارہ ۷ امقالہ شہید محمد باقر الصدر۔

دوسری فصل

امام حسین علیہ السلام کی شخصیت کے نمایاں پہلو

ا۔ قرآن مجید کی آیتوں میں امام حسین علیہ السلام کی منزلت

اہل بیت علیہم السلام کی فضیلت، ان کی علمی اور معنوی برتری اور وہ تمام کمالات جن سے خداوند عالم انسانیت کو مزین دیکھنا چاہتا ہے۔ ان میں پائے جانے کے سلسلہ میں تمام مسلمان متفق ہیں اور اتنے متفق ہیں کہ ایسا اتفاق کسی اور مسئلہ میں نہیں پایا جاتا۔

اس اتفاق نظر کی ایک وجہ قرآن مجید میں اہل بیتؑ کی ایک خاص اور نمایاں منزلت کا ہونا ہے قرآن مجید نے اہل بیتؑ کے رجس سے پاک ہونے کا واضح اعلان کیا ہے۔ ان کے قرابت داران رسالت ہونے کے عنوان سے ان کی محبت کو رسالت کا اجر قرار دیا اور وضاحت فرمائی کہ یہی وہ ابرار ہیں کہ جنہوں نے خلوص دل سے خدا کی اطاعت کی، اسکے عذاب سے خائف اور اسکے سامنے خاشع رہے لہٰذا خدا نے انکے لئے جنت اور عذاب سے نجات کی ضمانت لی۔

امام حسینؑ کی ذات بابرکت بھی اہل بیتؑ میں سے ایک ہے جن کی رجس سے دوری کا خدا نے ذمہ لیا ہے بلکہ آپ آیت مباہلہ کے مطابق جو نصارائے نجران کے خلاف مباہلہ کے بارے میں ہے کی نص کے مطابق فرزند رسولؐ ہیں۔

مباہلہ کے واقعہ کو قرآن مجید نے ایک محکم دلیل کے عنوان سے ہمیشہ کیلئے محفوظ کر لیا اور فرمایا:

﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَائَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوا نَدْعُ أَبْنَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ كُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ﴾ (۱)

''(اے پیغمبر) علم کے آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم اپنے اپنے فرزندوں، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں''

اہل سنت کے مفسرین نے متعدد راویوں سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہوئی اور اہل بیتؑ رسول خداؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور اسی طرح یہ بھی وضاحت کی ہے یہاں ابناء سے مراد بلاشک وشبہہ حسنینؑ ہیں۔

اس واقعہ کے ضمن میں اس بات کی صراحت بھی ہو جاتی ہے کہ اہل بیتؑ اہل زمین میں سب سے بہتر اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ صاحب منزلت ہیں اسی لئے رسول اکرمؐ مباہلہ کے لئے انھیں لیکر گئے اور خود اسقف نجران نے یہ کہتے ہوئے ان کی فضیلت کا اعتراف کیا:

''أریٰ وجوهاً لو سأل اللّٰه بها أحد أن يزيل جبلاً من مكانه لأزاله'' (۲)

''میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر کوئی ان کے واسطے سے خدا سے یہ سوال کرے کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو وہ ہٹا دے گا''

جس طرح یہ آیت ان کی عظیم منزلت، مرتبہ کی بلندی اور افضلیت پر دلالت کرتی ہے واقعہ کا مفہوم بھی یہی

۱۔ آل عمران/۶۱۔

۲۔ نور الأبصار: ۱۰۰؛ مزید مطالعہ کے لئے رجوع کریں تفاسیر جلالین، روح البیان۔ الکشاف، بیضاوی اور رازی؛ صحیح ترمذی: ۱۶۶/۲ اور مصابیح السنۃ: ۲۰۱/۲۔

ہے اور یہ کہ یہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں اور عالمین میں کوئی بھی فضیلت میں ان کے برابر نہیں ہوسکتا۔

قرآن کریم نے نبی کے علاوہ کسی مسلمان کی عصمت کا اعلان نہیں کیا۔ مگر اہل بیتؑ کے سلسلہ میں یہ اعلان کیا کہ خدا نے ان کو جس سے ایسا دور رکھنے کا ارادہ کیا کہ جیسا دور رکھنے کا حق ہے۔(۱)

اگرچہ مسلمانوں کا اس میں اختلاف ہے کہ ازواج نبیؐ اہل بیت کے مفہوم میں داخل ہیں یا نہیں لیکن علیؑ، زہراؑ اور حسنینؑ کے اہل بیتؑ ہونے میں (کہ جو آیت کریمہ کے مصداق ہیں) کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔(۲)

یہیں سے قرآن کریم کی نص کے مطابق ان کی محبت، اطاعت اور ان کی محبت کو دوسروں کی محبت پر ترجیح دینے کا راز معلوم ہوجاتا ہے۔(۳)

اہل بیتؑ کی عصمت اس پر سب سے بڑی دلیل ہے کہ جب راستے متعدد ہوں اور خواہشات مختلف ہوجائیں تو نجات انھیں کی پیروی اور انھیں کے راستے پر چلنے میں ہے کیونکہ خدا نے انھیں تمام خطاؤں سے محفوظ رکھا۔ اگر وہ راہ نجات کا پتہ بتائیں تو اس پر چلنے والا یقیناً گمراہی کے سمندر میں غرق ہونے سے محفوظ رہے گا۔

۱۔ سورہ احزاب: ۳۳۔

۲۔ تفسیر کبیر فخر رازی؛ تفسیر نیشاپوری؛ صحیح مسلم: ۲/۳۳۳؛ خصائص النسائی: ۴؛ مسند احمد: ۴/۱۰۷؛ سنن بیھقی: ۲/۱۵۰؛ مشکل الآثار: ۱/۳۳۴؛ مستدرک الحاکم: ۲/۴۱۶ اور اسد الغابۃ: ۵/۵۲۱۔

۳۔ سورہ شوریٰ آیت ۲۳ میں خدا، رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربی﴾ اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اسکے کہ میرے اقربا سے محبت کرو۔ اسی طرح سورۂ سبا میں ارشاد ہوتا ہے ﴿ما سالتکم من اجر فھو لکم﴾ کہہ دیجئے کہ میں جو اجر مانگ رہا ہوں وہ بھی تمہارے ہی لئے ہے، سورۂ سباء آیت ۴۷۔

ابن عباس کی روایت کے مطابق جب آیۂ مودت نازل ہوئی اور بعض مسلمین نے ''قربیٰ'' کے مصداق کے بارے میں سوال کیا کہ وہ قرابتدار کون ہیں جن کی اطاعت کو قرآن میں واجب قرار دیا گیا ہے تو رسول اکرمؐ نے صاف فرمایا: یہ لوگ علی، فاطمہ، اوران کے دونوں فرزند (حسنؑ و حسینؑ) ہیں۔(۱)

قرآن مجید نے مسئلہ کو مبہم نہیں چھوڑا بلکہ اہل بیتؑ کی افضلیت کے اسباب کی بھی وضاحت فرمائی۔ سورۂ دہر جو اہل بیتؑ کی ذاتی عظمت وفضیلت اور خدا کی اطاعت وعبادت میں اخلاص کے بیان کے سلسلہ میں نازل ہوا، اس میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿إنـمـا نـطـعـمـكم لوجه الله لانريد منكم جزاءً ولا شكوراً﴾﴿إنا نخاف من ربنا يوماً عبوساً قمطريراً﴾﴿فوقٰهم الله شرّ ذلك اليوم و لقاهم نضرة وسروراً﴾﴿وجزاهم بما صبروا جنّةً وحريراً﴾(۲)

''ہم صرف اللہ کی مرضی کی خاطر تمہیں کھلاتے ہیں اور نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔ ہم اپنے پروردگار سے اس دن کے بارے میں ڈرتے ہیں جس دن چہرے بگڑ جائیں گے اوران پر ہوائیاں اڑنے لگیں گی۔ تو خدا نے انھیں اس دن کی سختی سے بچالیا اور تازگی اور سرور عطا کردیا۔ اور وہ انھیں انکے صبر کے عوض جنت اور (لباس) حریر عطا کرے گا''۔

تمام شیعہ اور سنی مفسرین نے روایت کی ہے کہ یہ سورہ اہل بیتؑ کی شان میں اس وقت نازل ہوا جب حسنینؑ مریض ہوئے اور امام علیؑ نے نذر کی کہ اگر حسنین صحت یاب ہوگئے تو خدا کے شکر کے طور پر تین دن روزے رکھیں گے اور اس نذر کو اس طرح وفا کیا کہ رہتی دنیا تک کے لئے ایثار وقربانی کی مثال قائم کردی یہاں تک کہ قرآن کی آیات نازل ہوگئیں:

۱۔ رجوع کریں: تفسیر کبیر، تفسیر طبری اور تفسیر درمنثور آیت مودۃ۔

۲۔ سورۂ دہر آیت ۹۔۱۲۔

﴿إن الأبرار يشربون من كاسٍ كان مزاجها كافوراً ☆ عيناً يشرب بها عباد الله يفجرونها تفجيراً يوفون بالنذر ويخافون يوماً كان شره مستطيراً﴾(۱)

''بیشک ہمارے نیک بندے اس پیالہ سے پئیں گے جس میں شراب کے ساتھ کافور کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے نیک بندے پئیں گے اور جدھر چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے۔ یہ بندے نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے''

لہٰذا خداوند عالم نے ان کے اس ایثار اور وفاء عہد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انھیں آخرت کا وارث بنادیا اور تمام مسلمین کی امامت عطا فرما کر دنیا و مافیہا کا بھی وارث قرار دے دیا۔

۲۔ خاتم المرسلینؐ کے نزدیک امام حسین علیہ السلام کی منزلت

رسول اکرمؐ نے اپنے دونوں نواسوں حسنؑ اور حسینؑ کے لئے ایسے اوصاف مخصوص فرمائے جن سے آنحضرتؐ کے نزدیک ان کی عظیم منزلت کا پتہ چلتا ہے آپؐ نے فرمایا:

۱۔ یہ دونوں اس دنیا میں اور میری امت میں میری خوشبو ہیں۔(۲)

۲۔ یہ دونوں اہل زمین میں سب سے بہتر ہیں۔(۳)

۳۔ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔(۴)

۴۔ یہ دونوں چاہے صلح کریں یا جنگ، ہر حالت میں امام ہیں۔(۵)

۱۔ سورۂ دہر آیت ۵۔۷۔

۲۔ صحیح بخاری ج۲ ص۱۸۸؛ سنن ترمذی ۵۳۹۔

۳۔ عیون اخبار الرضا: ج۲ ص۶۲۔

۴۔ سنن ابن ماجہ: ۱/۵۶ اور ترمذی: ۵۳۹۔

۵۔ مناقب ابن شہر آشوب: ۳/۱۶۳ منقول از مسند احمد و جامعہ الترمذی و سنن ابن ماجہ وغیرہ۔

۵۔ یہ دونوں آپ کی عترت (اہل بیتؑ) میں سے ہیں جو قیامت تک قرآن سے جدا نہیں ہو سکتے اور جوان (قرآن اور اہلبیتؑ) سے متمسک ہوگا وہ ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتا۔(۱)

۶۔ یہ دونوں اہل بیت کا جزء ہیں کہ جوان کے سفینہ پر سوار ہو گیا وہ (گمراہی کے سمندر میں) غرق ہونے سے نجات پا جائے گا۔(۲)

۷۔ یہ دونوں حضرات وہ ہیں کہ جن کے بارے میں ان کے نانا نے فرمایا:

"ألنجوم أمانٌ لأهل الارض من الغرق و أهل بيتى أمان لأهل الارض من الإختلاف"

ستارے اہل زمین کے غرق ہونے سے نجات کا باعث ہیں اور میرے اہل بیتؑ زمین والوں کے اختلاف سے محفوظ رہنے کا سبب ہیں"(۳)

۸۔ بعض اصحابِ رسولؐ سے مروی حدیث ہے کہ آنحضرتؐ نے ان دونوں کے لئے فرمایا:

"أللّهم إنّک تعلم أنّى أحبّهمافأحبّهما و أحبّ من يحبّهما"

بارالہا! تو جانتا ہے کہ میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی انھیں دوست رکھ اور اُنھیں دوست رکھ جوان دونوں کو دوست رکھیں۔(۴)

۳۔ امام حسین علیہ السلام کی قدر و منزلت ان کے معاصرین کے نزدیک:

۱۔ عمر بن خطاب نے امام حسینؑ سے کہا:

ہمارے سروں کے اوپر پہلے خدا کا سایہ ہے اور اسکے بعد آپؑ کا۔(۵)

۱۔ جامع الترمذی: ۵۴۱ اور مستدرک حاکم ۱۰۹/۳۔

۲۔ حلیۃ الاؤلیاء: ۳۰۶/۴۔ ۳۔ مستدرک حاکم ۱۴۹/۳۔

۴۔ خصائص النسائی: ۲۶۔ ۵۔ الاصابۃ: ۳۳۳/۱ اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔(۱۰) الخصال: ۱۳۶۔

۲۔عثمان بن عفان نے امام حسنؑ و امام حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر کے بارے میں کہا:
انہوں نے علم کے باب اس طرح کھولے جو کھولنے کا حق ہے اور انہوں نے نیکی اور علم و آگہی کو سمیٹ لیا۔(۱)

۳۔ابو ہریرہ نے کہا: حسین بن علیؑ عمامہ لگائے ہوئے اس طرح سے آئے کہ میں نے گمان کیا کہ گویا نبی اکرمؐ آئے ہیں۔(۲)

ایک مرتبہ آپؑ ایک جنازہ کی تشییع میں جارہے تھے راستہ میں آپؑ پر تھکاوٹ کے آثار نمودار ہوئے تو آپؑ راستہ میں بیٹھ گئے ابو ہریرہ اپنے کپڑے سے آپؑ کے قدموں کی خاک جھاڑنے لگے، امام حسینؑ نے ان سے فرمایا: اے ابو ہریرہ تم یہ کیا کر رہے ہو ابو ہریرہ نے کہا: مجھے یہ کرنے دیجئے، خدا کی قسم اگر لوگ آپ کے بارے میں وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو آپ کو اپنے کاندھوں پر بیٹھا کر لے جاتے۔(۳)

۴۔عبداللہ بن عباس نے حسنینؑ کے گھوڑے کی رکاب پکڑ رکھی تھی اس پر لوگوں نے ان پر اعتراض کیا ارے آپ یہ کیا کر رہے ہیں آپ ان سے بڑے ہیں! تو ابن عباس نے ان سے کہا: یہ فرزندان رسولؐ ہیں، کیا یہ میرے لئے سعادت اور خوشبختی نہیں ہے کہ میں ان کی رکاب تھام کر چلوں؟(۴)

امام حسنؑ کی شہادت کے بعد معاویہ نے ابن عباس سے کہا: اے ابن عباس! اب تو تم ہی اپنی قوم کے سردار ہو۔ابن عباس نے جواب دیا: جب تک حسینؑ باقی ہیں یہ نہیں ہوسکتا۔(۵)

۵۔انس بن مالک جنھوں نے امام حسینؑ کو دیکھا تھا آپؑ کے بارے میں کہا: وہ رسول خداؐ سے مشابہ تھے۔(۶)

۱۔بحار الانوار: ۸۲/۱۰۔
۲۔تاریخ ابن عساکر: ۳۲۲/۴۔
۳۔حوالہ سابق۔
۴۔حیات امام حسین مؤلف قرشی: ۵۰۰/۲۔
۵۔اعیان الشیعہ: ۵۶۳/۱۔
۶۔اسد الغابہ: ۲۱/۲۔

۶۔ جس وقت ابن زیاد ملعون امام حسینؑ کے لبہائے مبارک کے ساتھ لکڑی سے بے ادبی کر رہا تھا تو زید بن ارقم نے اس سے کہا: قسم اس اللہ کی جسکے سوا کوئی خدا نہیں میں نے رسول خداؐ کے لبوں کو ان ہونٹوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے یہ کہہ کر زید بن ارقم گریہ کرنے لگے۔

ابن زیاد نے ان سے کہا: خدا تمہاری آنکھوں کو رلائے قسم بہ خدا اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔ زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکل آئے: اے قوم عرب! تم آج کے بعد غلام ہو، تم نے فاطمہ کے لاڈلے حسین کو قتل کر دیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر بنالیا ہے وہ تمہارے نیک لوگوں کو قتل کر رہا ہے اور جو تم میں بدترین لوگ ہیں ان کی بقا کا خواہشمند ہے۔(۱)

۷۔ جب یزید ملعون اپنی چھڑی کو امام حسینؑ کے دندان مبارک سے مس کر رہا تھا تو ابو برزہ اسلمی نے اس سے کہا: تو حسینؑ کے دانتوں سے اپنی چھڑ یمس کر رہا ہے؟ تو اپنی چھڑی کو اس جگہ پر رکھے ہوئے ہے کہ جہاں میں نے بارہا رسول اکرمؐ کو چومتے دیکھا ہے اے یزید! یاد رکھ روز قیامت تو اس حالت میں لایا جائے گا کہ ابن زیاد تیرا شفیع ہوگا جب کہ حسینؑ کو اس طرح وارد محشر کیا جائے گا کہ محمد مصطفیٰؐ ان کے شفیع ہوں گے۔(۲)

۸۔ معاویہ نے جب عبداللہ بن جعفر سے کہا: کیا تم بنی ہاشم کے سردار ہو؟ تو عبداللہ بن جعفرؓ نے جواب دیا: بنی ہاشم کے سردار حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

اور امام حسینؑ کے پاس خط بھیج کر اس میں تحریر کیا: اگر آپ اس دنیا سے چلے گئے تو نور اسلام خاموش ہو جائے گا اس لئے کہ آپ ہدایت پانے والوں کے لئے علم کی روشنی اور مومنوں کے لئے امید کا ذریعہ ہیں۔(۳)

۱۔ حسین اور حسین نواسۂ رسول: ۱۹۸۔

۲۔ حسن بن علی مولف کامل سلیمان: ۱۸۳۔

۳۔ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۶۷۔

۹۔ ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے سوال کیا کہ اگر کپڑے پر مچھر کا خون لگ جائے تو کیا اس میں نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ عبداللہ بن عمر نے اس سے پوچھا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے کہا میں عراق کا باشندہ ہوں۔ عبداللہ بن عمر نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: اس آدمی کو دیکھ رہے ہو؟ یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں سوال کر رہا ہے جب کہ ان لوگوں نے فرزند رسولؐ کو قتل کر ڈالا، میں نے رسول خداؐ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ:

"هما ريحانتاي من الدنيا"

"یہ دونوں اس دنیا میں میرے لئے خوشبو ہیں"۔(۱)

محمد بن حنفیہؒ نے کہا: بے شک حسینؑ علم کے اعتبار سے ہم میں سب سے زیادہ جاننے والے، حلم میں سب سے زیادہ بردبار اور رشتہ داری میں رسول خداؐ سے سب سے زیادہ نزدیک تھے، آپ امام اور فقیہ تھے۔(۲)

۱۱۔ امام حسینؑ عمرو بن عاص کے قریب سے گذرے، وہ خانہ کعبہ کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپؑ کو دیکھ کر بولا روئے زمین پر یہ شخص آج اہل زمین اور اہل آسمان کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔(۳)

۱۲۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص کے قریب سے جب امام حسینؑ گذرے تو اس نے کہا: جو اہل آسمان کے نزدیک اہل زمین میں سے سب سے زیادہ محبوب شخصیت کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس گذرنے والے کو دیکھ لے۔(۴)

۱۔ تاریخ ابن عساکر ۴/۳۱۴۔

۲۔ بحار الانوار: ۱۰/۱۴۰۔

۳۔ تاریخ ابن عساکر: ۴/۳۲۲۔

۴۔ بحار الانوار: ۱۰/۸۳۔

۱۳۔ معاویہ امام حسینؑ کے خط کا جواب لکھنا چاہ رہا تھا کہ یزید نے اس سے کہا کہ خط میں حسینؑ کی تحقیر کرو اور ان میں عیب نکالو، معاویہ نے اس کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا: میں اس کا اہل نہیں ہوں کہ حسینؑ میں عیب نکالوں اور قسم بہ خدا میں حسینؑ میں کسی بھی پہلو سے کوئی بھی عیب نہیں پاتا۔ (۱)

۱۴۔ جب مروان بن حکم نے والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان سے یہ کہا کہ (اگر حسینؑ اس وقت ہاتھ سے نکل گئے تو پھر ان پر قابو پانا مشکل ہے لہٰذا) اگر یہ بیعت سے انکار کردیں تو انھیں قتل کردو تو اس نے مروان سے کہا: اے مروان! خدا کی قسم اگر مجھے دنیا اور اسکے اندر جو کچھ بھی ہے سب دے دیا جائے تو بھی میں حسینؑ کو قتل کرنا پسند نہیں کرونگا، سبحان اللہ! اگر حسینؑ بیعت سے انکار کردیں تو کیا میں انھیں قتل کردوں ؟ خدا کی قسم جو شخص حسینؑ کو قتل کردے میں اسکے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ قیامت کے دن اسکے گناہوں کا پلڑا ہلکا ہوگا۔ (۲)

۱۵۔ جب ابن زیاد نے سفیر حسینؑ قیس بن مسہر صیداوی کو کوفہ کے راستہ میں قید کرلیا اور ان سے کہا کہ منبر پر جا کر حسینؑ کو برا بھلا کہو تو وہ منبر پر گئے اور حمد وثنائے الٰہی بجالانے کے بعد کہا: اے لوگو! حسین بن علیؑ خدا کی بہترین مخلوق ہیں وہ بنت رسول فاطمہ زہراؑ کے فرزند ہیں اور انھوں نے مجھے تمہاری طرف اپنا سفیر بنا کر بھیجا ہے میں ان سے ''حاجز'' کے مقام پر جدا ہوا تھا لہٰذا تم انکی آواز پر لبیک کہو، انکی بات سنو اور اطاعت کرو۔ پھر قیسؒ نے عبید اللہ بن زیاد پر لعنت بھیجی اور اس کو برا بھلا کہنا شروع کردیا، اور علی اور حسینؑ کے لئے استغفار کیا۔ ابن زیاد نے انکے قتل کرنے کا حکم صادر کردیا اور ان کو دار الامارہ کے اوپر سے گرادیا گیا پھر ان کے جسم کو ٹکرے ٹکرے کردیا گیا۔ (۳)

۱۔ اعیان الشیعہ: ۱/۵۸۳۔

۲۔ البدایۃ والنہایۃ: ۸/۱۴۷۔

۳۔ حوالہ سابق: ۸/۱۶۸۔

۱۶۔ یزید بن مسعود نہشلیؒ کے خطبہ کا ایک اقتباس یوں ہے: یہ حسین بن علیؑ فرزند رسولؐ، حقیقی شرف کے مالک، محکم نظریہ کے حامل، ایسی فضیلت کے وارث کہ جسکی توصیف ممکن نہیں، ایسے علم سے آراستہ جسکی کوئی انتہا نہیں، وہ اپنے فضائل دین میں سبقت، سن میں زیادہ، اور رسولؐ سے قرابت کی وجہ سے خلافت کے حقدار ہیں یہ چھوٹوں کے لئے شفیق اور بڑوں کے لئے رحم دل ہیں۔

یہ رہبری کے لئے کتنے شایان شان ہیں اور ایسے امام ہیں کہ جن کے ذریعہ اللہ نے حجت تمام کردی اور حق موعظہ ادا کردیا۔(۱)

۱۷۔ عبداللہ بن حر جعفی نے کہا: میں نے حُسَینؑ سے زیادہ حَسین اور نگاہوں میں سما جانے والا کوئی نہیں دیکھا۔(۲)

۱۸۔ ابراہیم نخعی نے کہا: اگر میں ان لوگوں میں ہوتا جنھوں نے حسینؑ کو قتل کیا ہے اور مجھے جنت میں داخل بھی کردیا جاتا تو مجھے رسول خداؐ سے آنکھیں ملاتے ہوئے شرم آتی۔(۳)

۴۔ امام حسین علیہ السلام تاریخ کی روشنی میں

۱۔ ربیع بن خثیم نے امام حسینؑ کے قتل میں شریک بعض افراد سے کہا: قسم بہ خدا تم لوگوں نے ایسے پاک و پاکیزہ افراد کو قتل کردیا کہ اگر تم لوگ رسول خداؐ کے زمانہ میں ہوتے تو دیکھتے کہ وہ انکے ہونٹوں کو چومتے اور انکو اپنی گود میں بٹھاتے۔(۴)

۲۔ ابن سیرین نے کہا: یحیی بن زکریا کے بعد آسمان کسی پر نہیں رویا سوائے حسینؑ کے، جب آپؑ کو قتل کیا گیا تو آسمان سیاہ ہوگیا، دن میں ستارے نظر آنے لگے یہاں تک کے ستارۂ جوزا عصر کے وقت نظر آنے لگا، سرخ آندھی چلنے لگی اور آسمان سات دن تک خون کے مانند سرخ رہا۔

۱۔ اعیان الشعیۃ: ۱/۵۹۰۔ ۲۔ مصدر سابق: ۴/ق ۱/۱۱۸۔

۳۔ الاصابہ: ۱/۳۳۵۔ ۴۔ بحار الانوار: ۱۰/۷۹۔

۳۔علی جلال حسینی کہتے ہیں: سید، پاک و پاکیزہ، فرزند بنت الرسولؐ میوۂ دل بتول، دلبند علی مرتضیٰؑ، خاندان رسالت کی مہکتی کلی اباعبداللہ الحسینؑ شریف ترین نسب اور کامل ترین حسب کے مالک، فضائل و کمالات کے مرکز، بلند اخلاق کے محور اور بلند ہمتی، بے مثال شجاعت، انتہائے جود و کرم، اسرار و رموزِ علم سے واقفیت ،فصاحت زبان ،نصرت حق ،نہی عن المنکر ،ظلم سے جہاد، شرفاء کے سامنے تواضع، عدل، صبر، حلم، پاکدامنی ،مردانگی اور ورع وغیرہ جیسے بہترین صفات سے آراستہ تھے۔

حسن و جمال، عقلی برتری، قوت جسم کے ساتھ ساتھ کثرت عبادت ،نماز، حج ،راہ خدا میں جہاد اور احسان کے سلسلہ میں کوئی آپؑ کا ثانی نہ تھا۔ جب تک آپؑ نے مدینہ یا دوسری جگہ قیام کیا اپنے علم و عمل سے لوگوں کی ہدایت فرمائی، اپنے بہترین اخلاق کے ذریعہ لوگوں کو مہذب بنایا، اپنے شیریں بیان کے ذریعہ لوگوں کی تادیب کی اور اپنے مال کے ذریعہ سخاوت میں مشغول رہے۔ نیز فقراء کے سامنے متواضع ،خلفاء کی نظر میں صاحب عظمت ،یتیموں اور مسکینوں کو صدقہ وخیرات پہونچانے والے ،مظلومین کو انصاف دلانے والے بن کر رہے۔ آپ، عبادت میں مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ آپ نے مدینہ سے پچیس حج پیدل انجام دئے۔

امام حسینؑ اپنے زمانے میں ہدایت پانے والوں کے لئے مشعل راہ اور زمین و زمان کا نور تھے اور آپ کے بعد آپ کی زندگی کے نورانی صفحات راہ ہدایت کے طلبگاروں اور آپ کی فضیلتوں کے آثار کی پیروی کرنے والوں کے لئے منارۂ ہدایت ہیں۔(۱)

۴۔محمد رضا مصری فرماتے ہیں: آپؑ، رسول اللہؐ کی لخت جگر کے نور نظر، راہ ہدایت کے پروانوں کے لئے شمع روشن اور مومنین کی امیدوں کا مرکز ہیں۔(۲)

۱۔رجوع کریں: الحسین-۱/۶؛ مجمع الزوائد:۹/۲۰۱؛ بحار الانوار:۴۴/۱۹۳۔

۲۔حسنؑ اور حسینؑ رسولؐ کے نواسے:۷۵۔

۵۔عمر رضا کحالہ رقمطراز ہیں: حسین بن علیؑ فقہ، سخنوری، جود و کرم اور سخاوت میں سید اہل عراق تھے۔(۱)

۶۔عبداللہ علایلی کا کہنا ہے: امام حسینؑ کے حالات زندگی میں ملتا ہے: آپ کے چہرے میں آپؑ کے عظیم نانا کی جھلک آتی تھی رسول اکرمؐ نے اپنی محبت کا پرتو آپؑ کو عطا فرمایا اور اپنے نفس کی حقیقت آپؑ کے سپرد کی، تاکہ صورت پیغمبرؐ کے ساتھ ساتھ آپ میں سیرت پیغمبرؐ بھیضم ہو جائے اور آپؑ کی حقیقت بعد والوں کے لئے ایسی ہی ہو جائے جیسی نبی اکرمؐ کی پہلے والوں کے لئے تھی ایک ایسی انسانیت جو نبوت تک پہونچ رہی ہو میں حسینؑ سے ہوں اور نبوت انسانیت کے پیرائے میں ڈھل رہی ہو (حسین مجھ سے ہے) پس آپ پر سلام ہو جس دن آپ پیدا ہوئے اور جس دن اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

۷۔عباس محمود عقاد کہتے ہیں: وہ نور کا ایک ایسا پیکر تھے کہ جس سے آنکھیں خیرہ ہو جائیں، پوری تاریخ انسانیت (بلا استثناء عرب، عجم، اولین و آخرین) میں کوئی ان جیسا صاحب افتخار نہیں۔ شہدا کی تعداد، قدر و منزلت اور نیک تذکرہ کے عنوان سے کوئی خاندان انکے خاندان کے مثل پاک و پاکیزہ نہیں۔ آپؑ کا حسب یہ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں آپؑ تنہا وہ شخصیت ہیں جو خود شہید، ابن شہید اور نا معلوم کتنے شہیدوں کے باپ ہیں (۲)

۸۔عمر ابوالنّصر کا کہنا ہے: یہ قریش کے ایک خاندان کا قصہ ہے، اس خاندان نے مشرق سے لیکر مغرب تک قربانی، شہادت اور جوانمردی کا پرچم سنبھالے رکھا۔ یہ قصہ ایسے جوانوں کا ہے کہ نہ انکی زندگی عام لوگوں کی طرح تھی اور نہ ہی موت۔ خداوند عالم نے نبوت، وحی اور الہام کو ان کے گھروں میں قرار دیکر اس گروہ کو اپنی مخلوقات میں سب سے زیادہ شرف عطا فرمایا۔ اور ان افراد کیکاندھوں پر عظیم ذمہ داریاں عائد کیں۔ خدا نے اس خاندان کو عام عبادت کے لئے نہیں پیدا کیا بلکہ قربانی اور شہادت کے لئے اسے پیدا کیا،

۱۔اعلام النساء: ۱/ ۲۸۔

۲۔ابوالشہداء حسین بن علیؑ: ۱۵۰ مطبوعہ نجف۔

اس گروہ کو امر بہ معروف اور نہی عن المنکر کی بلند و برتر مثال قائم کرنے کے لئے پیدا کیا، اور نسل در نسل ان کی ذمہ داری قرار دی کہ تقویٰ اور نیکی کا پرچم ہمیشہ سر بلند رکھیں۔(۱)

۹۔عبد الحفیظ ابو سعود لکھتے ہیں:

آپ حریت، جہاد راہ خدا، عقیدہ کے تحفظ میں شہادت اور ظلم و ستم کے سامنے تسلیم نہ ہونے کی مثال ہیں۔(۲)

۱۰۔احمد حسن لطفی فرماتے ہیں: وہ موت جس کا تذکرہ آپ ہمیشہ کرتے رہتے تھے انکی نظر میں یہ زندگی کے تمام دیگر پہلوؤں سے زیادہ شیریں تھی۔ کیونکہ انکا راستہ اس خدا کا راستہ تھا کہ جسکی طرف سے انسان آیا ہے اور اسی کی طرف اسے پلٹ کر جانا ہے. اور یہ راستہ کامیابی اور ہمیشہ کی زندگی کا راستہ ہے۔ آپ ایسے سور ما تھے کہ جس نے موت پر موت ہی کے ذریعہ فتح حاصل کی۔(۳)

۱۔آل محمد کربلا میں: ۳۰۔

۲۔سبطا رسول اللہ الحسنؑ والحسینؑ/۱۸۸۔

۳۔الشہید الخالد الحسین بن علی: ۴۷۔

تیسری فصل

امام حسین علیہ السلام کی شخصیت کے چند جلوے

امام حسینؑ ایسے گھر میں پیدا ہوئے کہ جو ملائکہ کی آمد ورفت اور نزول قرآن کا مرکز تھا، اس پاک و پاکیزہ بیت الشرف کا رابطہ ہمیشہ آسمان سے رہتا تھا، اس بقعہ نور میں قرآن کی تلاوت کا اسطرح رواج تھا کہ رات دن انکے انفاس طیبہ سے قرآن کے نغمے سنائی دیتے تھے، آپ کی نشو نما ایسی مقدس شخصیات کے درمیان ہوئی جو آیات الٰہیہ سے کا مظہر تھیں۔ آپ نے چشمہ رسالت سے گھٹی میں خالق سے ارتباط کا آب زلال نوش فرمایا۔ اور رسول اکرمؐ نے اپنے مکارم اخلاق اور عظمت روح کے ذریعہ آپکی شخصیت کی تعمیر فرمائی۔ اسی وجہ سے امام حسینؑ نے محمد مصطفیؐ کی امت کے درمیان آنحضرت کا کردار ادا کیا، آپکے حرکات وسکنات قرآن کے مطابق اور رفتار اور گفتار انداز رسالت کے مانند تھیں. آپ مکارم اخلاق کی وضاحت میں اپنے جد بزرگوار رسول اکرمؐ کی پیروی فرماتے تھے. امت کی ہر لحاظ سے ہدایت فرماتے تھے. اپنے پاک و پاکیزہ نفس کو رسولؐ اور رسالت کی خواہش کے مطابق ایک زندہ مثال کے طور پر پیش کیا اور امت کی ہدایت، نصیحت اور نصرت میں کبھی غفلت نہیں برتی۔ آپ گمراہوں کے لئے ہدایت کا نور، خواہشمند افراد کیلئے آب زلال، مومنین کیلئے جائے پناہ، صالحین کے لئے محکم ستون، اختلافات میں مسلمین کیلئے حق و باطل کے درمیان فیصلہ کا ذریعہ اور عدل کی ایسی تلوار تھے جو خدا کے لئے غیظ میں اور اسی کی راہ میں نیام سے باہر آتی تھی. اور جب آپؑ نے قیام فرمایا تو آپؑ کے ہاتھوں میں وہی رسالت کی مشعل تھی جسکو آپؑ کے جد امجد رسول اعظمؐ نے اپنے دین اور رسالت کے دفاع کی راہ میں اٹھایا تھا۔

امام حسینؑ کی بلند و برتر شخصیت کو گہرائی سے سمجھنے کیلئے اب ہم آپکے مندرجہ ذیل صفات کا جائزہ لیتے ہیں:

ا۔ تواضع:

انکساری سے پیش آنا اور تکبر سے دوری امام حسینؑ کی سرشت تھی۔ جبکہ آپؑ بلند و برتر نسب والے، عظیم شرف کے مالک تھے اور رسول اکرمؐ کے نزدیک آپؑ کی مخصوص قدر و منزلت تھی۔ آپؑ امت کے در میان اسطرح زندگی بسر فرماتے تھے کہ ہرگز فقراء کے سامنے بڑے پن اور ضعیفوں کے مقابلہ میں طاقت کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔ کسی کے بھی سامنے تکبر سے کام نہیں لیتے تھے. آپؑ یہ امور مرضی پروردگار کے حصول اپنے ''رحمۃ للعالمینؐ'' نانا کی پیروی اور امت کی تربیت کی خاطر انجام دیتے تھے۔ آپؑ کی زندگی کے بہت سے ایسے واقعات نقل ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تمام مسلمانوں کے ساتھ رسول اکرمؐ کے تواضع اور کریمانہ انداز کے مطابق برتاؤ کرتے تھے مثال کے طور پر:

ایک مرتبہ آپؑ چند مسکینوں کے پاس سے گذرے۔ وہ سوکھی روٹی کھا رہے تھے. آپؑ نے انہیں سلام کیا .انھوں نے آپؑ کو اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی آپؑ انکے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا: اگر یہ صدقہ نہ ہوتا تو میں تمہارے ساتھ ضرور کھاتا، تم سب میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ وہاں سب مل بیٹھ کر کھائیں گے۔ آپؑ انہیں اپنے گھر لے گئے انہیں کھانا کھلایا لباس عطا فرمایا اور کچھ درہم دے کر رخصت فرمایا۔

ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی کے پاس سے گذرے۔ بعض مساکین مسجد کے سائے میں چبوترے پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے .انہوں نے آپؑ سے اپنے ساتھ کھانے کی درخواست کی۔ آپؑ نے فرمایا ''ان اللّٰہ لا یحب المتکبرین'' اللہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، یہ کہہ کر آپ ان کے پاس بیٹھ کر کھانا تناول فرمانے لگے، پھر ان سے کہا: میں نے تمہاری دعوت کو قبول کیا اب تم بھی میری دعوت قبول کرو، ان لوگوں نے قبول کرلیا اور آپؑ انھیں لے کر بیت الشرف آگئے اور اپنی زوجہ سے فرمایا: جو کچھ گھر میں ہے لے آو۔ (۱)

۲۔ حلم وعفو:

امام حسینؑ کے اندر تمام وہی صفات تھے جو آپ کے نانا رسول اکرمؐ کے اندر پائے جاتے تھے۔ آپؑ اپنے دشمنوں کو بھی معاف فرما دیتے تھے۔ آپؑ کا دل تمام لوگوں کے لئے وسیع تھا۔ آپؑ لوگوں کی ہدایت کے خواہاں تھے اور ہدایت کی خاطر دشمنوں کے جاہلانہ رویہ سے چشم پوشی کر لیتے تھے اور مقصد فقط رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ آپ کا کام گنہگاروں کو خدا سے قریب کرنا، ان کو قبول توبہ اور مغفرت پروردگار کا اطمینان دلانا اور خدا کی رحمت کی امید ان کے دلوں میں پیدا کرنا تھا۔ آپ گناہگار کو جھڑکتے نہیں تھے بلکہ اس کے ساتھ شفقت سے پیش آتے اور راہ حق کی طرف ہدایت کر کے اسے گمراہی سے نجات دلاتے تھے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر کوئی مجھے میرے اس کان میں گالی دے (اور اپنے داہنے کان کی طرف اشارہ فرمایا) اور بائیں کان میں معذرت کر لے تب بھی اس کا عذر قبول کر لوں گا، اس لئے کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ نے مجھ سے فرمایا: کہ میں نے رسول اکرمؐ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ: حوض کوثر تک وہی پہنچ سکتا ہے جو دوسروں کے عذر قبول کر لے وہ عذر کرنے والا حق پر ہو چاہے باطل پر۔ (۲)

ایک روایت کے مطابق آپؑ کے ایک غلام نے کوئی ایسا جرم کیا جس کی بناء پر وہ سزا کا مستحق تھا آپؑ نے اس کی تادیب کا حکم دیا غلام یہ کہتے ہوئے گویا ہوا "والکاظمین الغیظ" اللہ اپنے غصہ پر قابو پانے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو۔ غلام نے کہا: "والعافین عن الناس" پروردگار لوگوں کو معاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، امامؑ نے فرمایا: جا! میں نے تجھے معاف کیا۔ غلام پھر بولا: "واللہ یحب المحسنین" پروردگار احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: جا میں نے تجھے خدا کی راہ میں آزاد کیا اور تجھے جو وظیفہ ملتا تھا آج سے اس کا دوگنا ملا کرے گا۔ (۳)

۱۔ اعیان الشیعۃ: ۱ر۵۸۰؛ تاریخ ابن عساکر: امام حسینؑ کا زندگینامہ، حدیث نمبر ۱۹۶، اور تفسیر البرہان: ۲ر۳۶۳۔

۲۔ احقاق الحق: ۱۱ر۳۱۔

۳۔ کشف الغمہ: ۲ر۳۱، والفصول المھمہ مصنف ابن صباغ: ۱۶۸ (تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ) اور اعیان الشیعۃ: ۴ر۵۳۔

۳۔ آپؑ کا جود و کرم:

امام حسینؑ اپنی کریم النفسی کی بناء پر فقیروں اور محتاجوں کی مدد فرماتے تھے، بے کسوں اور یتیموں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے اور جو لوگ آپؑ کی طرف رجوع کرتے وہ مطمئن ہو کر واپس جاتے۔ آپ محتاجوں کی اس طرح مدد کرتے کہ وہ سمجھ بھی نہ پاتے تھے انہیں مانگنے کی رسوائی نہیں اٹھانا پڑتی تھی۔ آپ ہمیشہ صلۂ رحم کرتے تھے۔ جب بھی آپ کے پاس کہیں سے کوئی مال آتا فوراً راہ خدا میں خرچ کر دیتے۔ یہ عادت سخاوتمندوں کا خاصہ، صاحب کرم کی علامت اور عفو و درگذر کرنے والوں کی پہچان ہے۔

آپؑ رات کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں اپنی پشت پر کھانا اور سکہ لاد کر یتیموں اور مسکینوں کے گھروں پر لے جاتے تھے یہاں تک کہ اس بات کی گواہی معاویہ ابن ابی سفیان نے بھی دی ہے۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اس نے مدینہ کی بعض شخصیات کے پاس ہدایہ بھیجے تو کہا: ''جہاں تک حسینؑ کا سوال ہے! تو وہ سب سے پہلے صفین میں قتل ہونے والے افراد کے یتیموں کی خبر لیں گے اور اگر اس سے کچھ بچ جائے گا تو اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیں گے اور انھیں دودھ سے سیراب کریں گے۔ (۱)

آپؑ ایسی مہربانی، انسانیت اور رحمت کا مجسمہ تھے کہ آپؑ سلام اور تحیت کے جواب میں غلاموں کو آزاد کر دیتے تھے۔

انس سے روایت ہے: میں امام حسینؑ کی خدمت میں موجود تھا ایک کنیز ہاتھ میں گلدستہ لیکر آئی بطور تحفہ وہ گلدستہ آپکی خدمت میں پیش کیا آپؑ نے فرمایا: تو خدا کی راہ میں آزاد ہے، انس نے حیرت سے پوچھا: ایک کنیز نے آپکو گلدستہ پیش کیا اور آپ نے اسے آزاد کر دیا؟ آپؑ نے فرمایا: خدا نے ہم کو ایسا ہی ادب سکھایا ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا﴾ اگر کوئی تمہارا احترام کرے تو تم اس سے بہتر انداز میں یا کم از کم ویسا ہی اسکا احترام کرو اور اس

۱۔ حیاۃ الامام الحسین: ۱/۱۲۸، عیون الاخبار سے منقول ہے۔

سے بہتر احترام اسکو آزار کرنے کی صورت ہی میں ہوسکتا تھا۔(۱)

آپ کے لطف وکرم کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ آپ مرض کے عالم میں اسامہ بن زید کا قرض ادا کرنے کے لئے کھڑے رہے تا کہ اس کو اس جان فرسا پریشانی سے نجات دیں جب کہ یہ وہی شخص تھا جو آپکے بابا علی مرتضیٰؑ کے خلاف جنگ کے لئے آیا تھا۔

ایک مرتبہ آپکے دروازے پر ایک سائل آیا اور یہ شعر پڑھا:

لم یخب الآن من رجاک حرک من دون بابک الحلقة

أنت جواد أنت معتمد أبوک قد کان قاتل الفسقة

جو آپؑ سے امید لگائے اور آپؑ کے در پر دستک دے وہ ناامید نہیں ہوسکتا، آپؑ صاحب کرم اور قابل اعتماد ہیں آپ کے والد نے فاسقوں کو فی النار کیا ہے۔

اسکی آواز سن کر امام حسینؑ نے جناب قنبر کو آواز دی کہ گھر میں کچھ ہے؟ قنبرؓ نے کہا وہ دوسو درہم جو آپؑ نے اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے کے لئے دیئے تھے موجود ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: انھیں لے آؤ کیونکہ اس دروازہ پر ایسا شخص موجود ہے جو ان کا زیادہ حقدار ہے اور آپؑ نے وہ درہم معذرت کے ساتھ اس سائل کو دے دیے اور فرمایا:

''یہ جو کچھ ہے اسکو معذرت کے ساتھ قبول کرلو اور جان لو کہ ہم تم پر مہربان ہیں اگر تم کچھ پہلے ہمارے پاس آتے اس وقت ہمارے پاس کچھ تھا ہم تمہارے حوالہ کر دیتے لیکن زمانہ بدل جانے والا ہے اور اس وقت ہم تمہیں بہت کم دے پا رہے ہیں''۔

سائل آپؑ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اور آپؑ کو دعائیں دیتے ہوئے اور آپؑ کی مدح میں یہ شعر پڑھتے ہوئے واپس چلا گیا:

۱۔ کشف الغمہ: ۲/۳۱، فصول المھمہ: ۱۶۷۔

مطهرون نقيات جيوبهم　　تجري الصلاة عليهم أينما ذكروا
وأنتم الأعلون عندكم　　علم الكتاب وماجاءت به السوا
من لم يكن علويا حين تنسبه　　فماله في جميع الناس مُفتخر(۱)

اس گھرانے والے پاک و پاکیزہ ہیں انکی جیب طیب و طاہر ہے جب بھی انکا تذکرہ ہوتا ہے درود وسلام کی آوازیں بلند ہو جاتی ہیں۔

اے اہل بیت! آپ بلند و برتر ہیں علم کتاب اور جو کچھ سوروں کے اندر موجود ہے آپؑ کے پاس موجود ہے۔

جس شخص کا نسب علیؑ تک نہیں پہونچتا اسکے پاس فخر کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔

۴۔آپؑ کی شجاعت:

جب انسان آپ کی شجاعت کے بارے میں مطالعہ کرتا ہے تو اس کی توصیف اور اس کو بیان کرنے سے عاجز رہ جاتا ہے۔ آپؑ کی شجاعت اپنے آباء و اجداد کی شجاعت تھی شجاعت ہی پر آپؑ کی نشو نما ہوئی۔ شجاعت کی اصل و فرع آپؑ ہی کا گھرانہ ہے آپؑ حق بات کہنے میں شجاع تھے اور حق کے دفاع کے سلسلہ میں بالکل بے خوف اور یہ بات آپؑ نے اپنے جد بزرگوار رسول اکرمؐ سے سیکھی تھی۔ آنحضرتؐ مشرکوں کی بڑی قوت کے سامنے ڈٹ گئے اور عقیدہ اور ایمان کی بنیاد پر اس جہاد فی سبیل اللہ میں کامیاب ہو گئے۔

آپؑ نے، اپنے بابا امیر المؤمنینؑ کے ساتھ اسلامی حکومت قائم کرنے کی راہ میں قیام کیا اور امت کو صحیح راستہ کی طرف دعوت دینے، گمراہ اور منحرف طاقتوں کے خلاف قول، عمل اور اسلحہ کی طاقت کے ذریعہ جہاد کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ حق کو اسکے محور کی طرف پلٹا سکیں۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر: ۳۲۳/۴ اور مناقب آل ابی طالب: ۶۵/۴۔

اور اپنے برادر بزرگوار کے ساتھ امت کی سلامتی اور مومنین کی نجات کے لئے ایک نڈر سورما کی طرح ڈٹے رہے۔

اور جب امت نے معاویہ کی طاقت، ضلالت، گمراہی اور اس سیلاب کے مقابل میں کہ جو دین مبین اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے جاری کیا گیا تھا خاموشی اختیار کر رکھی تھی تو آپؑ سب سے بے نیاز ہو کر اسکے مقابلہ میں آ کھڑے ہوئے۔

آپؑ کسی بھی دھمکی سے خوفزدہ نہیں ہوئے اور نہ ہی ان مشکلات اور پریشانیوں کو خاطر میں لائے کہ جو امت کی اصلاح اپنے نانا رسول اکرمؐ کی رسالت کی بقاء اور ظلم و فساد کے خلاف قیام کے سلسلہ میں پیش آنے والی تھیں لہٰذا آپؑ نے قیام فرمایا اس حال میں کہ آپ امر پروردگار پر محکم ایمان رکھتے تھے! آپؑ مرضی پروردگار حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہے جب حر نے آپکے لشکر کو راہ کوفہ میں روک لیا اور کہا: میں آپؑ کو آپ کے نفس کے بارے میں خدا کی یاد دلاتا ہوں اگر آپؑ جنگ شروع کریں تب بھی آپؑ قتل کر دے جائیں گے اور اگر آپؑ کی طرف سے پہل نہ ہوگی تب بھی آپؑ کی جان نہیں بچ سکتی۔

تو آپؑ نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا: ''أ بالموت تخوفني؟ وهل يعدو بكم الخطب أن تقتلوني؟ ماأدرى ما أقول لک؟ و لكن اقول كما قال اخو الاوس لابن عمه'' تم مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ اور کیا تم میں اتنی ہمت ہے کہ مجھے قتل کر سکو؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہارے بارے میں کیا کہوں؟ بس میں وہی بات کہوں گا جو قبیلہ اوس کے ایک شخص نے اپنے خاندان سے کہی تھی:

میں اپنی راہ پر قائم رہوں گا اور بہادر کو موت کا کوئی خوف نہیں ہوتا جبکہ وہ خیر پر ہو اور اسلام کے لئے جہاد کرے نیک افراد اس کے ساتھی ہوں اور وہ ظلم کے خلاف ہو اور مجرموں سے دور، اگر میں زندہ رہا تو کوئی ندامت نہیں ہوگی اور اگر مر گیا تب بھی کوئی غم نہیں ہوگا اور تیری ذلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تو ظلم کی

حکومت کے زیر سایہ زندہ رہے۔(۱)

اور کربلا میں آپؑ نے ایسا قیام کیا کہ صاحبان خرد حیران اور عقلیں سرگردان ہیں۔ آپؑ اتنی بڑی بڑی مصیبتوں کے سامنے بھی پسپا نہیں ہوئے۔ یہاں تک کے آپؑ اس وقت بھی پریشان نہیں ہوئے جب آپؑ یک وتنہا رہ گئے۔ آپؑ شجاعت کے ایک عظیم پہاڑ کے مانند کھڑے رہے اور آپؑ کے بدن مبارک پر سینکڑوں زخم ہونے کے باوجود بھی دشمن آپؑ کے پاس پھٹکنے کی جرأت نہیں کرپارہے تھے۔ اس بات کی گواہی خود دشمنوں نے دی ہے۔ جیسا کہ حمید بن مسلم کہتا ہے:

''خدا کی قسم میں نے امام حسینؑ کے علاوہ ایسا شجاع کبھی نہیں دیکھا کہ جسکے بیٹے، تمام رشتہ دار اور اصحاب قتل کردیے گئے ہوں اور وہ اتنی دلیری سے میدان میں ڈٹا رہے۔ جب فوج آپؑ پر ہجوم کرتی تھی اور آپؑ اپنی تلوار لیکر اسکا رخ کرتے تھے تو فوج آپؑ کے داہنے اور بائیں سے بھاگنے لگتی تھی۔(۲)

۵۔آپؑ کا انکار:

ایک مسلمان مجاہد کی مکمل اور صحیح ترین تصویر، امام حسینؑ کے بیعت ظلم کے خلاف انکار میں مجسم ہو کر سامنے آئی ہے۔

آپؑ نے آنے والی نسلوں میں انکار اور عقیدہ کی حفاظت کے لئے قربانی کی سنت قائم کردی۔ آزاد کردہ غلام باپ کے آزاد کردہ غلام بیٹے یزید بن معاویہ کی بیعت کے انکار میں تاریخی جملہ ''إنّ مثلي لايبايع مثله''،'' مجھ جیسا یزید جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا'' کہہ کرامت کو جھنجھوڑا اور غیرت دلائی کہ دیکھو ذلت ورسوائی کی موت نہ مرنا۔

آپؑ نے اس انکار کو اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے نام خط میں اس طرح مجسم فرمایا:

۱۔ تاریخ طبری: ۴؍۲۵۴ اور الکامل فی التاریخ: ۳؍۲۷۰۔

۲۔ اعلام الوری: ۱؍۴۶۸ اور تاریخ طبری: ۵؍۵۴۰۔

"یا أخي! واللّٰہ لولم یکن في الدنیا ملجأ ولا ماویٰ لما بایعت یزید بن معاویة"(۱)

برادر گرامی! خدا کی قسم اگر میرے لئے دنیا میں کہیں کوئی جائے پناہ نہ بھی ہوتب بھی میں یزید بن معاویہ کی بیعت نہیں کرسکتا۔

حالانکہ شیطان نے لوگوں کے ضمیروں پر غلبہ پالیا تھا ان کے ضمیر اس قدر مردہ ہو چکے تھے کہ وہ ذلت پر راضی تھے لیکن امام حسینؑ بنی امیہ کے مرتد، ظالم اور شریر لشکر کے مقابل میں یہ کہتے ہوئے ڈٹ گئے:

"واللّٰہ لا أعطیکم بیدي إعطاء الذلیل ولا أقراقررا لعبید، إنّی عذت بربی وربکم أن ترجمون"(۲)

خدا کی قسم! میں ذلت کے ساتھ اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دے سکتا۔ غلاموں کے مثل تمہاری بات کا اقرار نہیں کرسکتا۔ میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم مجھے قتل کرو۔ امام حسینؑ کے کلمات ،صاحبان رسالت، باضابطہ اور بلند مرتبہ افراد کے بلند اہداف کی غمازی کرتے ہیں نیز ان کلمات سے آپؑ کی عزت نفس اور بزرگی کا پتہ چلتا ہے، آپؑ نے فرمایا:

"ألا وإنّ الدّعي ابن الدعي قد رکز بین اثنتین بین السلة والذلّة وھیھات منا الذّلة یابی اللّٰہ ذلک ورسولہ والمومنون، وحجورٌ طابت وطھرت وأنوف حمیّة، ونفوس أبیّة من أن نؤثر طاعة اللئام علیٰ مصارع الکرام"(۱)

"زنازادہ بن زنازادہ نے مجھے دو چیزوں کے درمیان مجبور کر دیا ہے، تلوار اور ذلت کے درمیان اور ہم ذلت کو قبول نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ خدا، اس کے رسولؐ اور مومنین کو ذلت ناپسند ہے اور پاک دامن مائیں اور باغیرت و شرافت نفس رکھنے والے لوگ پست افراد کی اطاعت پر عزت کے ساتھ قتل ہو جانے کو مقدم سمجھتے ہیں۔

۱۔ الفتوح مولف ابن اعثم: ۲۳/۵ و مقتل الحسین مولف خوارزمی: ۱/۱۸۸ اور بحار الانوار: ۳۲۹/۴۴۔

۲۔ مقتل الحسین (مقرم): ۲۸۰ و تاریخ طبری: ۳۳۰/۴ و اعلام الوریٰ: ۱/۴۵۹ و اعیان الشیعہ: ۱/۶۰۲۔

اس طرح امام حسینؑ نے عالم بشریت کو بتا دیا کہ باطل کے مقابلہ میں انکار کس طرح ہونا چاہئے اور ذمہ داری کو نبھانے کی لئے کس طرح قربانی دی جاتی ہے۔

۶۔ اظہار حق میں جرأت وہمّت:

امام حسینؑ کا قیام ایک آتش فشاں کے مانند تھا کہ جو تاریخ رسالت اسلام میں پھوٹا، ایک ایسا زوردار زلزلہ تھا کہ جس نے حق کی نصرت اور اس کلمہ طیبہ کی سربلندی سے روگردانی کرنے والے افراد کے ضمیروں کو بیدار کر دیا یہ طرز عمل تمام انقلابی فکر رکھنے والے اور رسالت اسلامی کے سلسلہ میں مخلص افراد کو ایک پاک وپاکیزہ اور خدا اور رسولؐ کی مرضی کے مطابق ماحول بنانے کی طرف دعوت دیتا ہے۔

امام حسینؑ نے ایسا واضح اور روشن راستہ اختیار کیا جو امت کے سامنے حق وباطل کے درمیان فرق کو واضح کرتا ہے۔ آپؑ پوری جرأت کے ساتھ یزید کی شیطانی طاقت کے سامنے کھڑے ہوگئے اور اس کو فساد وگمراہی سے دوری اختیار کرنے کی دعوت دی...... یہ بات آپؑ نے معاویہ کے نام ایک خط میں لکھی جس میں کسی چیز کو پوشیدہ نہیں رکھا اس میں آپؑ نے اس کو ڈرایا اور ظلم وستم کے جاری رکھنے سے اس کو باز رہنے کی دعوت دی۔(۲)

آپؑ نے پوری صراحت اور قوت سے یزید بن معاویہ کی بیعت کو ٹھکرا دیا اور ولید بن عتبہ جو یزید کا والی تھا، اس سے وضاحت کے ساتھ فرمایا:

”إنّا أهل بيت النبوة ،ومعدن الرسالة ومختلف الملائكة ومحل الرحمة بنا فتح الله وبنا ختم،ويزيد فاسق فاجر ،شارب الخمر،قاتل النفس المحترمة ،معلناًبا الفسق والفجور ،ومثلي لايبايع مثله“(۳)

۱۔اعیان الشیعہ :۱/۶۰۳ والاحتجاج:۲/۲۴ و مقتل الحسین (خوارزمی):۲/۶۔

۲۔الامامۃ والسیاسۃ :۱/۱۸۹و۱۹۵۔ ۳۔الفتوح:۵/۱۴؛ مقتل الحسین (خوارزمی):۱/۱۸۳؛ بحار الانوار:۴۴/۳۲۵۔

ہم نبوت کے اہل بیت ہیں، رسالت کی کان ہیں، ملائکہ کی آمد و رفت کا مرکز اور رحمت کے نازل ہونے کی جگہ ہیں۔ اللہ نے نعمتوں کا آغاز ہم سے کیا اور ان کا اختتام بھی ہم ہی پر ہوا، اور یزید فاسق، فاجر، شرابی، نفس محترمہ کا قاتل اور کھلم کھلا فسق و فجور کرنے والا ہے۔ مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا۔"

آپؑ نے اپنے ساتھیوں اور نصرت کا اعلان کرنے والوں کے سامنے بھی ہر چیز کی وضاحت فرما دی تھی، چنانچہ کوفہ کی راہ میں جب جناب مسلم کی شہادت اور لوگوں کے بیعت توڑنے کی خبر آپؑ کو ملی تو جو لوگ عافیت کی تلاش میں آپؑ کے ساتھ ہو گئے تھے آپؑ نے ان سے فرمایا:

"قد خذلنا شيعتنا فمن أحبّ منكم الإنصراف فلينصرف غير حرج ،ليس عليه ذمام" (۱)

"ہمارے (بعض صرف محبت کا دعویٰ کرنے والے) محبوں نے ہم سے روگردانی کر لی ہے لہٰذا جو واپس جانا چاہے وہ بغیر کسی تکلف کے جا سکتا ہے۔ میں نے تم لوگوں سے اپنی بیعت اٹھا لی ہے۔"

اس تقریر کے بعد لالچی اور کمزور یقین والے افراد نے آپؑ کا ساتھ چھوڑ دیا آپؑ کے باصفا اور نیک اہل بیت اور اصحاب آپؑ کے ساتھ رہ گئے۔ آپؑ نے ایسے موقع پر بھی کہ جب ناصروں کی قلت تھی کسی کو دھوکے میں نہیں رکھا اور نہ ہی کسی کی خوشامد کی۔

اور معرکہ شروع ہونے سے پہلے اپنے تمام مخلص ساتھیوں کو واپس جانے کا اذن دے دیا اور فرمایا:

"إنّي لا أعلم أصحاباً أفصح منكم ولا أعدل ولا أهل بيت أفضل،فجزاكم الله عني خيراً،وهٰذا الليل قد أقبل فقوموا واتخذوه جملا،وليأخذ كل رجل منكم بيد صاحبه أو رجل من إخوتي وتفرقوا في سواد هذا الليل وذروني وهولاء القوم فإنّهم لايطلبون غيري ولو أصابوني وقدروا علىٰ قتلي لما طلبوكم" (۱)

۱۔ الارشاد: ۲/۷۵؛ تاریخ طبری: ۳/۳۰۳؛ البدایہ والنہایہ: ۸/۱۸۲، اور بحار الانوار: ۴۴/۳۷۴۔

میں نے تم جیسے کامل اور عادل اصحاب اور اپنے اہل بیت جیسے کسی کے گھر والے نہیں دیکھے۔ خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ شب آگئی ہے (اور ہر جگہ تاریکی چھائی ہوئی ہے) اس کا فائدہ اٹھاؤ۔ تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا یا میرے اہل بیت میں سے ایک کا ہاتھ پکڑو اور رات کی اس تاریکی میں یہاں سے چلے جاؤ اور مجھے اس قوم (لشکر یزید) کے ساتھ چھوڑ دو کیونکہ یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں اگر یہ لوگ مجھ پر غلبہ حاصل کر کے مجھے قتل کر دیں گے تو پھر ان کو تم سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

حق بات یہ ہے کہ جو کوئی امام حسینؑ کے انقلاب کا مطالعہ کریگا اسے اس انقلاب کے ہر ہر موڑ پر ہر ہر واقعہ میں سچائی، استقامت اور جرأت نظر آئے گی۔

۷۔ آپؑ کی عبادت اور آپ کا تقویٰ:

حضرت ابو عبد اللہ زندگی کے کسی بھی لمحہ میں اپنے پروردگار سے غافل نہیں ہوئے اور خداوند عالم سے آپ کا یہ اتصال عبادت کی شکل میں مجسم ہوا اور عبادت کی صورت میں اللہ جل جلالہ سے آپ کا رابطہ مضبوط ہوا۔ آپؑ نے خدا کی ذات میں فنا ہو کر اسی کی خاطر قربانی کے جذبہ کو مضبوط کیا آپؑ کی عبادت، آپؑ کی خداوند عالم کے سلسلہ میں حقیقی معرفت کا نتیجہ تھی۔

دعائے عرفہ پر ایک نظر ڈالنے سے خداوند عالم کے سلسلہ میں آپؑ کی معرفت کی گہرائی اور پروردگار سے آپؑ کے رابطہ کی شدت کا یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ ہم یہاں اس عظیم دعاء کے بعض گوشوں کو نقل کر رہے ہیں:

"کیف یستدلّ علیک بما ھو فی وجودہ مفتقر إلیک؟! أ یکون لغیرک من الظھور ما لیس لک حتیٰ یکون ھو المظھر لک؟! متی غبت حتیٰ تحتاج إلیٰ دلیل یدل علیک؟! و متیٰ بعدت حتیٰ تکون الآثار ھی التی توصل إلیک؟! عمیت عین لاتراک علیھا رقیباً و خسرت صفقةُ عبدٍ لم تجعل له من حبک نصیباً......

۱۔ الفتوح: ۵/۱۰۵؛ تاریخ طبری: ۳/۳۱۵ اور اعیان الشیعہ: ۱/۶۰۰۔

إلهي هذا ذلي ظاهر بين يديک وهذا حالي لايخفیٰ عليک منک أطلب الوصول إليک وبک أستدل عليک ،فأهدني بنورک إليک وأقمني بصدق العبودية بين يديک......

أنت الذي أشرقت الأنوار في قلوب أوليائک حتیٰ عرفوک ووحدوک ،وأنت الذي أزلت الأغيار عن قلوب أحبائک حتیٰ لم يحبوا سواک ولم يلجأوا إلیٰ غيرک،أنت المونس لهم حيث أوحشتهم العوالم......

ماذا وجد من فقدک وما الذي فقد من وجدک؟!

لقد خاب من رضي دونک بدلا ولقد خسر من بغي عنک متحولا......

يا من أذاق أحبائه حلاوة المؤانسة فقاموا بين يديه متملقين ويا من ألبس أولياء ہ ملا بس هيبته فقاموا بين يديه مستغفرين"(۱)

(پروردگارا!) تیرے وجود پر اس چیز کے ذریعہ کیسے دلیل قائم کی جاسکتی ہے جوخود اپنے وجود میں تیری محتاج ہے۔کیا تیرے علاوہ کوئی چیز تیری طرح ظاہر ہے جو تجھے ظاہر کرنے والی بنے؟(خدایا) تو کب غائب ہوا ہے کہ تجھے ڈھونڈھنے کے لئے کسی نشانی کی ضرورت ہو۔اور تو کب دور ہوا ہے کہ تجھ تک پہونچنے کے لئے آثار کا سہارا لینا پڑے؟ وہ آنکھ اندھی ہے جو تجھے اپنا نگراں اور دیکھنے والا نہ سمجھے!اور اس شخص کا معاملہ گھاٹے میں ہے جس کے لئے تو اپنی محبت کا حصہ قرار نہ دے......

میرے معبود میری رسوائی تیرے سامنے ظاہر ہے اور میری یہ حالت تجھ پر پوشیدہ نہیں۔خدایا! میں تجھ سے ہی تجھ تک پہونچنے کا مطالبہ کرتا ہوں اور تیرے ہی ذریعہ تجھ پر استدلال کرتا ہوں۔لہٰذا تو اپنے نور کے ذریعہ اپنی طرف میری ہدایت فرما اور مجھ کو خلوص بندگی کے ساتھ اپنے حضور میں قائم رکھ......

۱۔المنتخب الحسنی للادعیہ والزیارات:۹۲۴،۹۲۵۔

تو نے ہی اپنے دوستوں کے دلوں میں نور کو چمکایا ہے یہاں تک کہ انہوں نے تجھ کو پہچانا اور تیری وحدانیت کا اقرار کیا۔ اور تو ہی وہ ہے جس نے اپنے دوستوں کے دلوں سے غیروں کو محو کیا ہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے تیرے سوا کسی اور سے محبت نہیں کی اور تیرے غیر کی پناہ نہیں لی اور جب تمام عالم ان کو وحشت میں مبتلا کردے تو تو ہی ان کا مونس ہے......۔

اس نے کیا پایا جس نے تجھے کھو دیا اور اس نے کیا کھویا جس نے تجھے پالیا؟!

وہ مایوس ہو گیا جو تیرے بدل پر راضی ہو گیا اور وہ گھاٹے میں رہا جس نے تجھ سے منھ موڑ لیا......۔

اے وہ ذات جس نے اپنے چاہنے والوں کو اپنے قرب کا مزہ چکھا دیا تو وہ تیرے سامنے خوشامد کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور اے وہ ذات! جس نے اپنے دوستوں کو اپنی ہیبت کا مزہ چکھا دیا تو وہ تیرے سامنے استغفار کرتے ہوئے حاضر ہو گئے......

امام حسینؑ پر خداوند عالم کا خوف طاری ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے آپؑ سے پوچھا گیا کہ: آپؑ اپنے خدا سے اتنا کیوں ڈرتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: "لا یأمن یوم القیامة إلا من خاف من اللّٰه في الدنیا" (۱) قیامت کے خوف سے صرف وہی امان میں رہ سکتا ہے جو دنیا میں خدا سے ڈرتا ہو۔

آپ کی عبادت کی کیفیت:

اہل بیت علیہم السلام کے لئے عبادت روح اور زندگی کی حیثیت رکھتی تھی ان کی لذت خداوند عالم سے مناجات میں تھی۔

اہل بیتؑ دن رات تنہائی میں اور علی الاعلان، ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے اور امام حسینؑ (جو اہل بیتؑ کی ہی ایک فرد تھے) خدائے جبار کے سامنے اس کی معرفت، تقوی اور علم کے ساتھ حقیقی عابد کی شکل میں کھڑے ہوتے تھے، جب آپؑ وضو کرتے تھے تو آپؑ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور جوڑ جوڑ کانپنے لگتا تھا۔

۱۔ بحار الانوار: ۴۴/۱۹۰۔

جب آپؑ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: "**حق لمن وقف بین یدی الجبار ان یصفر لونه وترتعد مفاصله**" (۱) حق یہی ہے کہ جو کوئی جبار کی بارگاہ میں کھڑا ہو اس کا رنگ زرد ہو جائے اور جوڑ جوڑ کانپنے لگیں۔

آپؑ سخت سے سخت موقع پر بھی (خضوع وخشوع سے) نماز ادا کرنے کے سخت پابند تھے یہاں تک کہ روز عاشورا ظہر کی نماز آپ نے لاشوں کے درمیان پڑھی (۲) جب کہ دشمن آپؑ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور آپؑ پر مسلسل وار کر رہے تھے۔

آپؑ حج بیت اللہ الحرام کے لئے بڑے ہی خاشعانہ انداز میں نکلتے تھے اور پورے خضوع وخشوع سے تمام مناسک حج انجام دیتے تھے یہاں تک کہ آپؑ نے پچیس حج پیدل انجام دیے۔ (۳)

شیعہ محدثین اور مختلف طبقات کے درمیان، ایام حج میں عرفہ کے مقام پر آپکا خاشعانہ قیام اور اپنے رب سے ایک طویل مناجات مشہور ہے یہ دعا آپؑ نے پہاڑ کے بائیں جانب، حالت قیام میں پڑھی جب کہ لوگ آپکے گرد جمع تھے۔

آپؑ بہت زیادہ احسان کرنے والے اور صدقہ دینے والے تھے۔ روایت میں وارد ہوا ہے کہ آپؑ کو ورثہ میں کچھ زمین اور دیگر اشیاء ملیں آپؑ نے ان کو لینے سے پہلے ہی خیرات کر دیا۔ آپؑ رات کی تاریکی میں مدینہ کے مسکینوں کے گھر کھانا پہونچاتے تھے اور اس کا عوض صرف اور صرف خدا سے چاہتے تھے اور اس کے قرب کے خواہاں تھے۔ (۴)

۱۔ جامع الاخبار: ۷۶ نیز رجوع کریں: احقاق الحق: ۱۱/۴۲۲۔

۲۔ ینابیع المودة: ۴۱۰؛ مقتل خوارزمی: ۲/۱۷۔

۳۔ سیر اعلام النبلاء: ۳/۱۹۳؛ اور مجمع الزوائد: ۹/۲۰۱۔

۴۔ حیات امام حسینؑ: ۱/۱۳۵۔

دوسرا باب

اس باب میں چند فصلیں ہیں:

پہلی فصل:

امام حسین علیہ السلام کی نشو ونما

دوسری فصل:

امام حسین علیہ السلام کی زندگی کے مراحل

تیسری فصل:

امام حسین علیہ السلام ولادت سے امامت تک

پہلی فصل

امام حسین علیہ السلام کی نشو ونما

ابو عبداللہ حضرت حسین بن علی ابن ابی طالبؑ سلسلہ امامت کی تیسری کڑی، رسول اکرمؐ کے دوسرے نواسے، سید شباب اہل جنت، محمد مصطفیٰؐ کی خوشبو، اصحاب کساء (پنجتن) میں سے ایک اور سید الشہدا ہیں اور آپؑ کی والدۂ ماجدہ جناب فاطمۃ الزہراؑ بنت رسولؐ ہیں۔

تاریخ ولادت:

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ ۳ رشعبان المعظم ۴ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔(۱) البتہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آپؑ کی ولادت ۳ھ میں ہوئی۔(۲)

ام ایمن کا خواب:

ام ایمنؓ نے خواب دیکھا کہ رسول اکرمؐ کے جسم کا ایک ٹکڑا گھر میں رکھا ہوا ہے آپ اس خواب سے پریشان ہوگئیں رسول اکرمؐ نے اس خواب کی تعبیر میں امام حسینؑ کی ولادت کی خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ

۱۔ تاریخ ابن عساکر: ۱۴/۱۳/۳۱۳؛ مقتل الطالبین: ۷۸؛ مجمع الزوائد: ۹/۱۹۴؛ اسد الغابہ: ۲/۱۸؛ اور الارشاد: ۱۸۔

۲۔ اصول کافی: ۱/۴۶۳ اور استیعاب (جو کہ الاصابہ کے حاشیہ پر موجود ہے): ۱/۳۷۷۔

امام حسینؑ پرورش کے لئے انکے گھر میں آئیں گے۔ اس سلسلہ میں امام صادقؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

ام ایمن کے پڑوسی رسول خداؐ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! ام ایمن رات بھر نہیں سوئیں اور روتے روتے صبح کردی۔ آپؐ نے انکو بلا بھیجا۔ جب وہ آئیں تو کہا: اے ام ایمن خدا تمہاری آنکھوں کو نہ رلائے تمہارے پڑوسی میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ تم پوری رات روتی رہیں!! خدا تمہاری آنکھوں کو نہ رلائے تمہارے رونے کا سبب کیا ہے؟

ام ایمن نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے بہت خطرناک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے پوری رات رلایا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: مجھے وہ خواب بتاؤ، اس لئے کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ام ایمن نے کہا: میرے لئے سخت ہے کہ میں اس کو بیان کروں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: جو تم سمجھ رہی ہو ایسا نہیں ہے۔ مجھے اپنا خواب بتاؤ۔

ام ایمن نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے جسم کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں ہے رسول اللہؐ نے ان سے فرمایا: اے ام ایمن تمہاری آنکھیں چین کی نیند سوئیں فاطمہؑ کے یہاں حسینؑ کی ولادت ہوگی۔ تم ان کی پرورش کروگی اس طرح میرے جسم کا ٹکڑا تمہارے گھر میں ہوگا۔ (۱)

مولود مبارک:

جناب فاطمہ زہراؑ کے یہاں ان کے عظیم فرزند کی ولادت ہوئی یہ خوش خبری رسولؐ کو دی گئی۔ آپؐ فوراً علی وفاطمہ علیہما السلام کے بیت الشرف میں تشریف لائے۔ اسماء بنت عمیس سے فرمایا: "یا أسماء هاتي إبني" اے اسماء! میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ، اسماء بچہ کو آپؐ کے پاس لے گئیں۔ نومولود کو سفید کپڑے میں لپیٹ رکھا تھا، نبی اکرمؐ بہت خوش ہوئے اور انکو اپنے سینہ سے لپٹایا، داہنے کان میں

۱۔ بحار الانوار: ۴۳/۲۴۲۔

اذان اور بائیں میں اقامت کہی۔ پھر اپنی گود میں لیا اور گریہ فرمانے لگے۔ اسماء نے کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں آپ کس پر گریہ کر رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "میرے گریہ کا سبب میرا یہ فرزند ہے" ام ایمن نے کہا: یہ تو مبارک مولود ہے! آنحضرتؐ نے فرمایا: "يا أسماء تقتله الفئة الباغية من بعدي ، لا أنالهم الله شفاعتي......" (۱) اے اسماء! میرے اس فرزند کو ایک باغی گروہ قتل کر دے گا میری شفاعت ان لوگوں تک نہیں پہونچے گی۔

پھر رسول اسلامؐ نے علیؑ سے فرمایا: تم نے میرے بیٹے کا نام کیا رکھا؟ آپؑ نے فرمایا: یا رسول اللہؐ میں آپ پر سبقت کیسے کر سکتا ہوں؟ اسی وقت حبیب خدا محمدؐ پر وحی نازل ہوئی جو اس مبارک مولود کے نام کے بارے میں تھی جب وحی تمام ہو گئی تو آنحضرتؐ علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اسکا نام حسین رکھو۔

ساتویں دن رسول خداؐ پھر زہراؑ کے گھر تشریف لائے اپنے نواسہ حسینؑ کے عقیقہ کے عنوان سے ایک دنبہ ذبح کیا۔ آپؐ کا سر مونڈنے کا حکم دیا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ میں دی اور ختنہ کا حکم دیا۔ (۲)

اس طرح آنحضرتؐ نے امام حسینؑ کے لئے وہی رسمیں انجام دیں جو آپؑ کے بڑے بھائی حسنؑ کے لئے انجام دی تھیں۔

امام حسین علیہ السلام کے بارے میں نبی اکرمؐ کا اہتمام:

امام حسینؑ کی شان میں رسول اکرمؐ سے بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں جن سے آپ کی قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے۔ ہم نے ان روایات میں سے صرف چند کو منتخب کیا ہے تا کہ ہم آپؑ کی عظمت پر کچھ روشنی ڈال سکیں۔

۱۔ اعلام الوری باعلام الھدی: ۱/۴۲۷۔

۲۔ عیون اخبار الرضا: ۲/۲۵ اور اعلام الوریٰ: ۱/۴۲۷۔

۱۔سلمانؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں کہتے ہوئے سنا ''أللهم إنّي أحبهما وأحب من أحبهما'' (۱)

پروردگارا! میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی انھیں دوست رکھ اور اسے بھی دوست رکھ جو انکو دوست رکھے۔

۲۔''منْ أحب الحسن والحسين أحببته ومن أحببته أحبه اللّٰه ومن أحبه اللّٰه عزوجل أدخله الجنة ومن أبغضهما أبغضتة ومن أبغضتة أبغضه اللّٰه ومن أبغضه اللّٰه خلّده في النار'' (۲)

''جو حسن اور حسین کو دوست رکھتا ہے میں اسے دوست رکھتا ہوں اور جسکو میں دوست رکھتا ہوں اسے اللہ دوست رکھتا ہے اور جسکو اللہ تبارک وتعالی دوست رکھتا ہے اسے جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جو ان دونوں سے دشمنی رکھتا ہے میں اس سے دشمنی رکھتا ہوں اور جس سے میں دشمنی رکھتا ہوں اس سے خدا دشمنی رکھتا ہے اور خدا جس سے دشمنی رکھتا ہے اسے جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل کر دیتا ہے۔

۳۔'' إبني هٰذين ريحانتاي من الدنيا'' (۳)

میرے یہ دونوں بیٹے اس دنیا سے میرے لئے پھول ہیں۔

۴۔ابن مسعود نے روایت کی ہے: رسول اسلامؐ نماز میں مشغول تھے۔امام حسنؑ وحسینؑ مسجد میں داخل ہوئے آپ سے لپٹ گئے آنحضرتؐ نے جب سجدہ سے سر اٹھایا تو ان دونوں کو بہت محبت سے اٹھایا جب آپؐ دوبارہ سجدہ میں گئے تو وہ دونوں پھر لپٹ گئے جب آنحضرتؐ کی نماز تمام ہوگئی تو ایک کو اپنے داہنے زانو پر بٹھایا اور دوسرے کو بائیں زانو پر، پھر فرمایا: ''من أحبني فليحب هذين'' (۴) جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ ان دونوں سے محبت کرے۔

۱۔الارشاد ۲۔الارشاد: ۲/۲۸۔ ۳۔الارشاد: ۲/۲۸ وصحیح بخاری: ۲/۱۸۸ وسنن ترمذی: ۵/۶۱۵ حدیث: ۳۷۷۰۔
۴۔مستدرک حاکم: ۳/۱۶۶ وکفایۃ الطالب: ۴۲۲ واعلام الوری: ۱/۴۳۲۔

۵۔"حسين مني و أنا من الحسين،أحب الله من أحب حسينا حسين سبط من الأسباط"(۱)

حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اللہ اسکو دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو دوست رکھتا ہے۔حسینؑ بہترین نواسہ ہے۔

۶۔"الحسن و الحسين خير أهل الأرض بعدي وبعد أبيهما و أمهما أفضل نساء أهل الارض"(۲)

حسنؑ اور حسینؑ میرے اور اپنے بابا کے بعد روی زمین پر سب سے بہتر ہیں اور انکی والدہ اہل زمین کی سب سے بہتر خاتون ہیں۔

۷۔"الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة"(۳)

''حسنؑ اور حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں''۔

۸۔ برہ بنت امیہ خزاعی کہتی ہیں: جس وقت امام حسنؑ جناب فاطمہ زہراؑ کے شکم مبارک میں تھے نبی کریمؐ کو کسی وجہ سے مدینہ سے باہر جانا ہوا تو آپؐ نے جناب فاطمہ زہراؑ سے فرمایا: عنقریب تمہیں خدا ایک بیٹا دینے والا ہے جبرئیل مجھے اس کی خوش خبری دے چکے ہیں جب تک میں واپس نہ آجاؤں اسکو دودھ مت پلانا برہ کہتی ہیں: جب امام حسنؑ کی ولادت ہوگئی تو میں جناب فاطمہؑ کے پاس گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہاں تین عورتیں رضاعت (دودھ پلانے) کی امیدوار ہیں۔ میں نے جناب فاطمہؑ سے کہا: اس بچہ کو مجھے دے دیجئے تاکہ میں اسے دودھ پلاؤں۔ آپؑ نے فرمایا: ہرگز نہیں، پھر میں نے دیکھا کہ جناب فاطمہ زہراؑ کی

۱۔ بحار الانوار: ۲۶۱/۴۳ و مسند احمد: ۱۷۲/۴ و صحیح ترمذی: ۶۵۸/۵ حدیث: ۳۷۷۵۔

۲۔ بحار الانوار: ۲۶۱/۴۳ و عیون اخبار رضا: ۶۲/۲۔

۳۔ سنن ابن ماجہ: ۵۶/۱ و ترمذی: ۶۱۴/۵، حدیث ۳۷۶۸ و بحار الانوار ۲۶۵/۴۳۔

ممتا نے جوش مارا اور آپؑ نے بچہ کو دودھ پلا دیا جب رسول اکرمؐ تشریف لائے تو انہوں نے پوچھا کہ تم نے کیا کیا؟ آپ نے فرمایا کہ میری ممتا نے جوش مارا اور میں نے دودھ پلا دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: جس کام کو خدا نہیں چاہتا وہ انجام نہیں پا سکتا۔

پھر جب حسینؑ کی ولادت کا وقت آیا تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: اے فاطمہؑ! خدا تمہیں ایک بیٹا دینے والا ہے جبرئیل نے اس کی ولادت کی خوش خبری مجھے دی ہے، جب تک میں تمہارے پاس نہ آجاؤں اسکو دودھ مت پلانا چاہے مجھے ایک مہینہ ہی کیوں نہ لگ جائے'' جناب فاطمہؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گی۔ جناب رسول اکرمؐ کسی وجہ سے مدینہ سے باہر تشریف لئے گئے۔ اسی اثناء میں امام حسینؑ کی ولادت ہوگئی، اور بی بی زہراؑ نے رسول خداؐ کے آنے تک آپؑ کو دودھ نہیں پلایا۔ آنحضرتؐ جب تشریف لائے تو اس بارے میں سوال فرمایا: آپؑ نے فرمایا: کہ میں نے دودھ نہیں پلایا آنحضرتؐ نے امام حسینؑ کو اپنی آغوش میں لیا اور اپنی زبان آپؑ کے دہن مبارک میں ڈال دی اور آپؑ نے اس کو چوسنا شروع کر دیا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: اے حسین! اے حسین! پھر فرمایا: ''یہ تمہای اولاد میں رہے گی''(۱) یعنی امامت۔

۹۔ حضور سرور کائناتؐ تشریف فرما تھے کہ حسنؑ اور حسینؑ تشریف لائے نبی اکرمؐ نے جب ان کو دیکھا تو اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور جب یہ دیکھا کہ ان دونوں کو آپ تک پہونچنے میں دیر لگ رہی ہے تو آپؐ خود آگے بڑھے اور دونوں کو اٹھا کر اپنے کاندھوں پر بٹھالیا اور فرمایا: ''نعم المطی مطیکما ونعم الراکبان أنتما، أبو کما خیر منکما'' (۲) تمہاری سواری بہترین سواری اور تم بہترین سوار ہو اور تمہارے بابا تم سے بھی بہتر ہیں۔

۱۔ بحار الانوار: ۲۵۴/۴۳ ور جوع کریں: المناقب: ۵۰/۳۔

۲۔ بحار الانوار: ۲۸۵/۴۳، ۲۸۶، رجوع کریں: ذخائر العقبیٰ: ۱۳۰۔

آپؑ کی کنیت اور القاب:

آپؑ کی کنیت: ابو عبداللہ

آپؑ کے القاب: رشید، وفی، طیب، سید، زکی، مبارک، تابع مرضات اللّٰہ (خدا کی مرضی کے تابع) دلیل علیٰ ذات اللہ (خدا کی ذات کو پہچاننے کا ذریعہ) اور سبط ہیں۔ مرتبہ کے اعتبار سے آپؑ کا سب سے مشہور لقب رسول اکرمؐ کی زبان مبارک سے جاری شدہ حدیث مبارک ''إنّهما سيدا شباب أهل الجنة'' (یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں) میں موجود لقب ''جوانان جنت کا سردار'' ہے اسی طرح حدیث مبارک ''حسين سبط من الأسباط'' (حسینؑ نواسوں میں (بہترین) نواسہ ہے) (۱) میں موجود لقب ''سبط'' ہے۔

۱۔ اعیان الشیعہ

دوسری فصل

امام حسین علیہ السلام کی زندگی کے مراحل

ہر امام معصوم کی زندگی دو حصہ میں تقسیم ہوتی ہے:

اول: ولادت سے منصب عظمیٰ امامت پر فائز ہونے تک جو منصب اللہ نے انہیں عطا کیا جس کی صراحت رسول خداؐ اور ائمہ علیہم السلام نے خود فرمائی ہے۔

دوم: امامت مسلمین و مومنین کی عظیم ذمہ داری سنبھالنے سے شہادت تک۔

یہ دونوں حصے زمانہ کے مطابق مختلف مرحلوں پر مشتمل ہوتے ہیں، ہم دوسرے باب کی تیسری فصل میں پہلی قسم یعنی ولادت سے منصب امامت پر فائز ہونے تک کے سلسلہ میں تمام مراحل کے بارے میں بحث کریں گے۔

اور تیسرے باب میں دوسری قسم کے تمام مراحل کے بارے میں تفصیلی گفتگو کریں گے۔

امام حسینؑ کی زندگی کا پہلا دور مندرجہ ذیل چار مراحل پر مشتمل ہے:

۱۔ اپنے ناناؐ کے زندگی کے دوران۔ یعنی ۴ھ سے ۱۰ھ تک۔

۲۔ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے دوران۔ یعنی ۱۱ھ سے ۳۵ھ تک۔

۳۔ خلافت مبارکۂ علوی کے دوران۔ یعنی ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک۔

۴۔ اپنے بھائی حسن مجتبیٰؑ کی امامت کے دوران۔ یہ دور تقریباً ۱۰ سال پر مشتمل ہے۔ یعنی ۴۰ھ سے ۵۰ھ تک اسکے بعد زمام امامت خود آپ نے سنبھالی۔

آپؑ کی زندگی کا دوسرا دور اپنے بھائی کی شہادت کے بعد شروع ہوتا ہے اور کربلا میں روز عاشورا ۶۱ھ میں آپؑ کی شہادت پر ختم ہوتا ہے۔ یہ دور دو اہم مراحل پر مشتمل ہے۔

۱۔ پہلا مرحلہ: معاویہ کی حکومت کے دوران۔ اس مرحلہ میں آپ امام حسنؑ کے ذریعہ منعقد ہونے والی صلح کے شرائط پر پابند رہے۔ اگرچہ معاویہ صلح کی تمام شرطوں کو پامال کر رہا تھا، معاویہ کی سرکشی اور تمام شرطوں سے روگردانی، مجسم ہو کر اس وقت سامنے آئی جب اس نے اپنے مد مقابل (امام حسنؑ) سے چھٹکارا پانے اور اپنے فاسق و فاجر بیٹے کی بیعت کی راہ ہموار کرنے کے لئے امام حسنؑ کو زہر ہلاہل دیدیا۔

۲۔ دوسرا مرحلہ: اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب معاویہ کے مرنے کے بعد امت مسلمہ پر یزید مسلط ہوگیا اور اہل بیت علیہم السلام سے دشمنی کے سلسلہ کو برقرار رکھتے ہوئے، کہ جس کے بیج معاویہ کے زمانہ میں بوئے جا چکے تھے اس نے امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ یہیں سے وہ انقلاب شروع ہوا جسکی چنگاریاں راکھ میں دبی ہوئی تھیں جیسے ہی تخت حکومت سے فسق و فجور ظاہر ہونے لگا آپؑ نے مدینہ سے مکہ اور پھر عراق کی طرف سفر کیا اور اپنے اس مقدس جہاد کو اپنے، اپنے اہلبیتؑ اور اپنے مخلص اصحاب کے پاک و پاکیزہ خون سے زینت بخشی جسے انہوں نے راہ خدا میں بہایا۔

تیسری فصل

امام حسین علیہ السلام ولادت سے امامت تک

امام حسین علیہ السلام زمانۂ رسولؐ میں

عصر رسالت اسلامی اور حیات نبیؐ میں حضرت علی مرتضیٰؑ و فاطمہ زہراؑ اور ان کی اولاد کا گھر ایک خاص اہمیت کا مالک تھا چونکہ پیغمبر اسلامؐ کے بعد پیغام خدا کی تبلیغ، دین وامت کی حفاظت اور رسولؐ کی خلافت اسی گھر سے وابستہ تھی لہٰذا ضروری تھا کہ یہ گھر پیغمبر خدا کی بے پناہ محبتوں اور خصوصی عنایتوں کا مرکز ہو اور حضور نے بھی خانۂ علیؑ میں اس شجرۂ طیبہ کی حفاظت اور دیکھ ریکھ میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کی، آپؐ صبح وشام اعلان کیا کرتے تھے کی امت کی بقاء اور نجات اس گھر کی سلامتی اور اس میں رہنے والوں کی پیروی میں منحصر ہے جیسا کہ آپؐ کے اس ارشاد سے ظاہر ہو رہا ہے ''إن علياً راية الهدىٰ بعدي و إمام أوليائي و نور من أطاعني'' بیشک علیؑ میرے بعد پرچم ہدایت اور میرے اولیاء کے امام اور میری اطاعت کرنے والوں کا نور ہیں۔(۱)

اپنی ولادت پر نور سے دنیا کو نورانی کرنے کے بعد امام حسینؑ نے رسولؐ کے دل میں ایک خاص جگہ حاصل کر لی اور حیات رسالت میں ایک بلند مرتبہ پر فائز ہو گئے گویا رسول اللہ اپنی خبیر و بصیر اور معصوم آسمانی

۱۔حلیۃ الاولیاء:۱/۶۷،نظم درر السمطین ص۱۱۴،تاریخ ابن عساکر:۲/۱۸۹؛ ح۱۸۰، مقتل الخوارزمی:۱/۴۳، جامع الجامع للسیوطی؛ ۶/۳۹۶؛ تاریخ خلفاء:ص۱۳۷؛ مجمع الزوائد؛۹/۱۳۵، صحیح الترمذی:۵/۳۲۸ ح۳۸۷۴، اسد الغابہ؛۲/۱۲؛ الفصول المھمۃ؛ص۱۰۷۔

نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ یہ نومولود بچہ کچھ عرصہ بعد وارث رسالت ہوگا، دور انحراف اور جمود کے بعد امت میں انقلاب لائے گا، انحراف کے بعد دین میں اصلاح کرے گا اور تباہی ورکاوٹ کے بعد میری سنت کو نئی زندگی بخشے گا لہٰذا رسولؐ اپنے علم وکمال ہدایت الٰہی اور احساسات کا سہارا لے کر زندگی کا ایک ایک پل اس بچہ کی نگرانی میں گزار رہے تھے تا کہ امامت اور جانشینی رسولؐ کے منصب کو بآسانی سنبھال سکے جسے خدا نے اس کے کاندھوں پر رکھا ہے، آپؐ فرماتے تھے:

"الحسنؑ و الحسینؑ إبنای من أحبھما أحبني و من أحبني أحبه اللّٰه و من أحبّه اللّٰه أدخله الجنة و من أبغضھما أبغضني و من أبغضني أبغضه اللّٰه و من أبغضه اللّٰه أدخله النار"

حسن و حسین علیہما السلام میرے بیٹے ہیں ان کا محبّ میرا محبّ ہے اور میرا محبّ خدا کا محبوب ہے اور خدا اپنے محبوب کو بہشت میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اور ان کا دشمن میرا دشمن ہے اور مجھ سے دشمنی کرنے والا خدا کا دشمن ہے وہ اپنے دشمن کو دوزخ میں جھونک دے گا۔(۱)

کیا محبت کا مطلب اطاعت اور حاکمیت قبول کرنے کا پیش خیمہ نہیں ہے؟ جی ہاں! بلکہ یہ دونوں چیزیں نتیجے کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔ رسول اللہؐ امام حسینؑ کے رونے سے غمگین ہوتے تھے اور سوتے جاگتے آپ کے بارے میں فکرمند رہتے تھے اور آپ کی والدۂ مطہرہ فاطمہ زہراؑ سے کہتے تھے کہ اس مبارک بچے کے ساتھ نہایت محبت وعطوفت اور نرم دلی کا برتاؤ کریں۔(۲)

جب امام حسینؑ کچھ بڑے ہوئے تو رسولؐ نے لوگوں کو آپ کی طرف متوجہ کرنا شروع کیا اور فرزند پیغمبرؐ کی حاکمیت قبول کرنے کے لئے امت کو آمادہ کرنا شروع کیا چنانچہ آپ نے امام حسینؑ کے پشت پر آجانے

۱۔ مستدرک حاکم؛ ج ۱۶۶/۱، تاریخ ابن عساکر ترجمۃ الامام الحسینؑ، اعلام الوریٰ ج ۴۳۲/۲۔

۲۔ مجمع الزوائد؛ ج ۲۰۱/۹۔ سیر اعلام النساء ج ۱۹۱/۳، ذخائر العقبیٰ ۱۴۳/۔

کی وجہ سے بارہا اپنے سجدوں کو طول دیا تا کہ امت کے سامنے اس بچّہ سے اپنی محبت اور اس بچّہ کی عظمت کو ظاہر کر سکیں اور بارہا اپنے خطبے کو منقطع کر کے امام حسینؑ کو اٹھایا اور منبر پر لا کر امت کو پہنچوایا (۱) یہ سب کچھ امت کے مستقبل میں اس بچے کی عظیم ذمہ داری اور اس کی عظمت کے واضح دلائل ہیں اور جب حق واضح ہونے کے بعد نصارائے نجران کی کٹ حجتی اور خالص عقیدۂ توحید کے انکار کے سبب اللہ نے رسولؐ کو ان سے مباہلہ کا حکم دیا تو رسول اللہؐ مباہلہ میں اپنے ساتھ ان کو لے گئے جو تقویٰ اور دیگر کمالات کے لحاظ سے روئے زمین پر سب سے افضل اور اللہ کے نزدیک سب سے بلند مرتبہ تھے، آپؐ کفر و شرک اور باطل انکار سے مباہلہ کے لئے اپنے اہل بیت یعنی علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو لے گئے تا کہ اسی وقت دنیا کے سامنے یہ بھی واضح ہو جائے کہ یہی اہل بیت نبوت اور اسلام کے محافظ ہیں اور عقیدہ کی راہ میں ان کی قربانیاں ختم ہونے والی نہیں ہیں (۲) اور جب نصاریٰ نے ان کے درخشاں اور نور توحید و عصمت سے منور چہروں کو دیکھا تو مباہلہ سے فرار ہونے اور ذلت کے ساتھ جزیہ قبول کرنے پر مجبور ہو گئے۔

رسولؐ کے زیر سایہ امام حسینؑ کی حیات طیبہ کا یہ مختصر دور تاریخ اسلام کے اہم ترین اور بہترین ادوار میں سے ہے رسولؐ نے اسی دور میں اسلام کی پر برکت حکومت کے پائے مستحکم کئے اور علم و ایمان کی بنیاد پر اسلامی حکومت قائم کی، کفر و شرک کی فوجوں کو شکست دی، بے دینی کی دیواروں کو منہدم کیا اور اسی دور میں رسولؐ اور آپ کے اصحاب باوفا کو اللہ نے مسلسل کامیابیوں سے نوازا چنانچہ لوگ جوق در جوق اسلام کے دائرے میں داخل ہونے لگے۔

یہ کامیابیاں اور فتوحات عروج پر تھیں کہ پیغمبر اسلامؐ اس دنیا سے رحلت فرما گئے آپ کی رحلت نے امت مسلمہ اور خصوصاً اہل بیتؑ کو شدید غم سے دوچار کر دیا۔

۱۔ مسند احمد: ۳۵۴/۵؛ اعلام الوریٰ: ۴۳۳/۱؛ کنز العمال ۱۶۸/۷، صحیح ترمذی ۶۱۶/۵؛ ح ۳۷۷۴۔

۲۔ مسند احمد: ۱۸۵/۱، صحیح مسلم، کتاب الفضل، بان فضائل علی: ۳۶۰/۲؛ صحیح ترمذی ۲۹۳/۴، ح ۲۰۸۵، مستدرک حاکم ۱۵۰/۳۔

حسنین علیہما السلام کے لئے پیغمبرؐ کی میراث

جب خاتون عالم حضرت فاطمہ زہراؑ کو یقین ہوگیا کہ آپ کے بابا کی رحلت کا وقت قریب آ گیا ہے تو امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور فرمایا:

یا رسول اللہ یہ آپ کے بچے حسنؑ وحسینؑ ہیں ان کے لئے کوئی میراث چھوڑتے جایئے تو حضورؐ نے فرمایا: میری ہیبت اور سرداری کے وارث حسنؑ اور شجاعت وسخاوت کے وارث حسینؑ ہیں۔(۱)

سبطین کے بارے میں رسول اللہؐ کی وصیت

وفات سے تین دن پہلے رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو حسنینؑ کے بارے میں خصوصی وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے دو پھولوں کے باپ تم پر اللہ کا سلام ہو میں اپنے پھولوں (حسنینؑ) کے بارے میں تم سے وصیت کرتا ہوں عنقریب تمہاری زندگی کے دونوں ستون منہدم ہو جائیں گے۔ چنانچہ رسولؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا یہ پہلا ستون تھا رسولؐ نے جس کا ذکر کیا تھا اور شہادت فاطمہؑ کے بعد فرمایا یا یہ وہ دوسرا ستون تھا رسولؐ نے جس کا تذکرہ کیا تھا۔(۲)

امام حسین علیہ السلام کے بارے میں رسول اللہؐ کا اضطراب

مرض الموت کے وقت جب امام حسینؑ پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ دیکھتے ہی آپ کو سینے سے لگا لیتے ہیں اور کہتے ہیں ''ما لي و ليزيد ؟ لا بارك الله فيه''میں نے یزید کا کیا بگاڑا ہے خدا اسے برکت عطا نہ کرے پھر آپ کافی دیر تک بے ہوش رہے اور غش سے افاقہ ہوتے ہی پھر

۱۔ بحار الانوار ۴۳/۲۶۳؛ مناقب آل ابی طالب ۲/۴۶۵؛ نظم درر السمطین /۲۱۲۔

۲۔ بحار الانوار ۴۳/۲۶۲۔

امام حسینؑ کو چومنے لگے جبکہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرمارہے تھے ''إما إن لي و لقاتلك موقفاً بين يدي الله عز و جل '' بے شک پروردگار میرے اور تیرے قاتل کے درمیان فیصلہ کرے گا۔(۱)

آپ کی زندگی کے آخری لحات میں جب حسنینؑ خود کو آنحضرتؐ پر گرا کر رو رہے تھے اور پیغمبرؐ دونوں کو چوم رہے تھے تو امیرالمومنینؑ نے چاہا کہ انھیں پیغمبرؐ سے جدا کردیں لیکن رسولؐ نے آپ کو روک دیا اور فرمایا: ''دعهما يتزودا مني و أتزود منهما فستصيبهما بعدي إثرة ''انھیں چھوڑ دو یہ مجھ سے رخصت ہولیں اور میں ان سے رخصت ہولوں میرے بعد یہ دونوں بہت سخت مشکلوں کا سامنا کریں گے۔(۲)

پھر آپ اپنی عیادت کے لئے آنے والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تمہارے درمیان کتاب خدا اور اپنی عترت چھوڑ کر جارہا ہوں، کتاب خدا سے دوری میری سنت سے دوری ہے اور میری سنت سے دوری میرے اہل بیتؑ سے دوری ہے یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک حوض کوثر پر مجھ سے آملیں گے۔(۳)

۱۔حیاۃ الامام الحسینؑ باقر شریف قرشی ۱/۲۱۸منقول از مثیر الاحزان۔

۲۔مقتل الحسین للخوارزمی ج۱/۱۱۴۔

۳۔سابق۔

امام حسین علیہ السلام خلیفہ اول کے زمانے میں

اہل بیت علیہم السلام جن میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ بھی شامل تھے رسول اللہؐ کی وفات سے سخت محزون و مغموم تھے اور تاریخ انسانیت کے سب سے عظیم نبی کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے کہ اچانک ایک دوسرے حادثہ سے دوچار ہو گئے جس نے ان کی مصیبتوں میں اضافہ کر دیا اور ان منصوبوں کو جو رسول اللہؐ نے اہل بیت اور امت کے لئے تیار کر رکھا تھا پائمال کر دیا اور وہ حادثہ حضرت علیؑ کی خلافت اور منصب کو چھین کر آپؑ کو امت کی رہبری اور قیادت سے محروم کیا جانا تھا۔

غاصب حکومت کی طرف سے اہل بیتؑ کو بعد رسولؐ امت کی قیادت سے بالکل الگ کرنے کے لئے ان پر کی جانے والی سختیوں کی ابتدا اسی دردناک حادثہ سے ہوئی۔

امام حسین علیہ السلام پر شہادت فاطمہ زہراؑ کا اثر

امام حسینؑ کی روح مقدس وفات رسولؐ سے سخت متاثر ہوئی جب کہ آپؑ آٹھ برس کے بھی نہیں ہوئے تھے اور پھر کچھ ہی عرصہ کے بعد آپؑ اپنی مادر گرامی حضرت زہراؑ کی دردناک شہادت کے غم میں دوچار ہوئے وفات رسولؐ کے بعد آپؑ کی مادر گرامی کے حقوق مسلسل غصب ہوتے رہے امام حسینؑ کی پاکیزہ روح بھی حضرت زہراؑ کے صدموں اور مصائب سے بے انتہا محزون و متاثر ہوتی تھی، اس لئے کہ وفات نبیؐ کے بعد آپ مادر گرامی کو ہمیشہ رنجیدہ خاطر، اداس، محزون اور روتے ہوئے دیکھتے تھے۔

روایت میں ہے کہ حضرت زہراؑ وفات پدر کے بعد ہمیشہ شدت درد سے سر پر پٹی باندھے رہتی تھیں، آپ کا جسم گھل گیا تھا، آپ ہر وقت روتی اور محزون رہا کرتی تھیں، آپ کو غش پہ غش آتے تھے اور اپنے بچوں سے کہا کرتی تھیں: تمہارے بابا کہاں ہیں جو تمہیں پیار کیا کرتے تھے اور گود میں لیا کرتے تھے؟

تمہارے بابا کہاں ہیں جو تم پر سب سے زیادہ مہربان تھے، جو تمہیں زمین پر چلتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے؟ اب میں کبھی نہیں دیکھ پاؤں گی کہ وہ ہمیشہ کی طرح دروازہ کھولیں اور تم دونوں کو اپنے کاندھوں پر بٹھا کر گھر

سے باہر لے جائیں۔(۱)

روایت میں ہے کہ حضرت زہرا وفات پدر کے بعد حسنینؑ کو لے کر بقیع جاتی تھیں اور شام تک گریہ وزاری کیا کرتی تھیں، پھر شام کے وقت امیر المومنینؑ آپ کو گھر لے کر واپس آجاتے تھے۔

راویوں نے اسماء بنت عمیس کی زبانی آپ کی شہادت کا ماجرا تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں یہ واقعہ بھی ہے کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اپنی مادر گرامی کی وفات کے تھوڑی دیر بعد بیت الشرف میں داخل ہوئے اور اسماء سے کہا ہماری مادر گرامی تو اس وقت حجرے میں آرام نہیں کیا کرتی تھیں؟ اسماء نے کہا اے فرزندان رسول آپ کی مادر گرامی آرام نہیں کر رہی ہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہوگئی ہیں یہ سنتے ہی امام حسنؑ مادر گرامی پر گر کر کہنے لگے: اے اماں مجھ سے کلام کیجئے قبل اس کے کہ میری روح بدن سے جدا ہو جائے اور پھر امام حسینؑ نے آپ کے پیروں کو چومتے ہوئے کہا اے مادر گرامی میں آپ کا بیٹا حسینؑ ہوں مجھ سے کلام کیجئے قبل اس کے کہ میرے دل کی ڈھرکن رک جائے۔ اسماء نے کہا بچو جا کر اپنے بابا کو ماں کے مرنے کی خبر دے دو بچے جب مسجد کے قریب پہونچے تو زور زور سے رونے لگے صحابہ بچوں کی طرف دوڑے اور پوچھا اے فرزندان رسولؐ کیوں رو رہے ہو؟ اللہ تم دونوں کو کبھی نہ رلائے۔(۲)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ غسل وکفن سے فارغ ہونے کے بعد امیر المومنینؑ نے آواز دی: اے ام کلثوم، اے زینب اے فضہ، اے حسن وحسین آؤ اور اپنی مادر گرامی کا آخری مرتبہ دیدار کرلو اس جدائی کے بعد پھر جنت میں ہی ملاقات ہوگی امام حسن اور امام حسین علیہما السلام یہ فریاد کرتے ہوئے آگے بڑھے: نانا محمد مصطفیٰؐ اور اماں فاطمہ زہراؑ کی وفات سے ہمیں پہونچنے والا صدمہ اور غم واندوہ کبھی ختم نہیں ہوسکتا، امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: میں خدا کو گواہ قرار دیتا ہوں کہ جب حسنین علیہما السلام نے یہ جملہ کہا تو بنت رسولؐ کے جنازہ میں حرکت ہوئی اور اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر بچوں کو سینے سے لگالیا۔ پھر ہاتف غیبی نے آسمان

۱۔ بحار الانوار ج۴۳/۱۸۱

۲۔ سابق/۱۸۶

سے آواز دی اے ابوالحسن ان بچوں کو ماں کے سینے سے اٹھا لیجئے واللہ انھوں نے آسمانوں کے فرشتوں کو رلا دیا ہے۔(۱)

اکثر روایات کے مطابق امام حسنؑ وحسینؑ اپنی مادر گرامی کی نماز جنازہ میں حاضر تھے اور امیر المومنینؑ نے آپ کو غسل وکفن دیا اور رات کے سناٹے میں جب میت گھر سے باہر نکالی تو حسنین علیہما السلام آپ کے ساتھ تھے...(۲)

امام حسینؑ تھوڑے ہی عرصہ میں دو عظیم مصیبتوں سے دوچار ہوئے پہلی مصیبت آپؐ کے نانا کی وفات اور دوسری مصیبت طرح طرح کے ظلم و جور سہنے کے بعد آپؑ کی مادر گرامی کی شہادت تھی ان تلخ حادثات میں اگر حضرت علیؑ کے حقوق کو غصب کر کے سیاسی میدان سے آپ کو دور کر کے گوشہ نشینی پر مجبور کر دیئے جانے کو بھی شامل کرلیا جائے تو کمسنی ہی میں امام حسینؑ کی مصیبتوں اور غموں کے سلسلے میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اگر علیؑ اور اولاد علیؑ پر اقتصادی دباؤ ڈالنے کی غرض سے خلافت وقت کی طرف سے رسول اللہؐ کے سچے اصحاب خصوصاً حضرت علیؑ پر عائد ہونے والی پابندیوں اور سختیوں مثلاً مسئلہ فدک، خمس اور دیگر حقوق سے محروم کر دینا جس کے ذریعہ اہل بیتؑ نبیؐ اور اولاد امیر المومنین علیؑ کو مالی اعتبار سے دباؤ میں رکھنا حکومت کے سیاسی مقاصد میں شامل تھا وغیرہ کو بھی شامل کرلیا جائے تو امام حسینؑ کے مصائب اور بھی دردناک ہو جاتے ہیں۔

۱۔ سابق ج ۴۳/۱۷۹۔

۲۔ سابق بحار الانوار ج ۴۳/۲۱۲۔

امام حسین علیہ السلام عمر بن خطاب کے زمانے میں

عمر بن خطاب کے زمانے میں سختیوں اور پابندیوں میں اور بھی زیادہ اضافہ ہوگیا چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ خلیفہ دوم نے اصحاب رسولؐ پر بغیر اجازت مدینہ سے باہر نکلنے پر پابندی لگادی تھی اور امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ پر یہ پابندی مدتوں لگی رہی یہاں تک کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اس اقدام کو اہل بیت رسولؐ پر ہونے والی سختیوں اور پابندیوں میں بعنوان مثال پیش کیا ہے۔

ان سازشوں اور ظالمانہ اقدامات نے حضرت علیؑ کو سیاسی اور اجتماعی میدان سے دوری اختیار کر کے گوشہ نشینی پر مجبور کردیا یہاں تک کہ لوگ آپ کو فراموش کر گئے اگر چہ خود خلیفہ دوم بعض اوقات مختلف قسم کے مسائل میں مجبوراً آپ ہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور شاید حکومت کے انھیں مشکلات کے پیش نظر آپ کو مدینہ سے شہر بدر نہیں کیا گیا تھا چونکہ آپؑ کے علاوہ کوئی بھی ان مسائل کو حل نہیں کرسکتا تھا۔

مضبوط حکمت عملی اور صبر جمیل کی بنا پر امیر المومنینؑ نے ان حالات پر صبر کیا اور اپنے غیظ وغضب کو قابو میں رکھ کر اپنے اس حق سے چشم پوشی کرلی جسے بغیر کسی دلیل اور شرعی استحقاق کے خلیفہ اول کے بعد خلیفہ دوم نے غصب کرلیا تھا اور ان سارے حالات میں امام حسینؑ اپنے پدر بزرگوار کے غموں میں شریک تھے اور دیکھ رہے تھے کہ آپ کے بابا کس طرح ان حالات کا مقابلہ کررہے ہیں۔ آپ امت مسلمہ کے درد کو جھیل رہے تھے اور آپ کو ان کی گمراہی کا قلق تھا، آپ کو یاد تھا کہ رسول اللہ حضرت علیؑ کو ہمیشہ دوسروں پر فوقیت دیتے تھے اور امت سے بار بار آپ کے بارے میں وصیت کرتے تھے لیکن آج علیؑ اپنے حق سے محروم اور منصب سے دور ہیں مگر امام حسینؑ اپنے احساسات اور غم واندوہ کو چھپانے کے علاوہ کچھ نہیں کرسکتے تھے۔

مروی ہے کہ ایک دن خلیفۂ دوم منبر پر خطبہ دے رہے تھے انہیں پتہ بھی نہ چلا کہ اچانک امام حسینؑ منبر پر چڑھے اور فرمایا ''أنزل عن منبر أبي و إذهب إلیٰ منبر أبیک'' میرے بابا کے منبر سے اترو اور اپنے باپ کے منبر پر جاؤ۔

امام حسینؑ کا یہ جملہ سن کر خلیفۂ دوم حیران و مبہوت ہو گئے اور آپؑ کی تصدیق کرتے ہوئے کہا ''تم نے سچ کہا میرے باپ کا کوئی منبر نہیں ہے'' اور پھر امام حسینؑ کو اپنے پہلو میں بٹھا کر یہ تفتیش کرنے لگے کہ یہ جملہ تمہیں کس نے سکھایا ہے؟

آپ نے فرمایا ''واللہ مجھے کسی نے نہیں سکھایا ہے'' (۱)

تقاضائے حق تو یہ تھا کہ خلیفہ، امام حسینؑ کی فقط لفظی تصدیق نہ کرتے بلکہ آپ کا حق فدک اور حق خمس ادا کرتے اور خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرتے ہوئے آپ کے بابا کے حق خلافت کو ان تک پلٹا دیتے۔

روایت میں ہے کہ خلیفۂ دوم برابر امام حسینؑ کی احوال پرسی کیا کرتے چنانچہ ایک مرتبہ خود ہی آپؑ سے بھی کہا کہ کوئی کام ہو تو میرے پاس ضرور آنا ایک دن امام حسینؑ گئے تو خلیفہ، معاویہ کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کر رہے تھے امام حسینؑ نے خلیفہ کے بیٹے عبداللہ کو دیکھا تو ان سے کہا کہ مجھے خلیفہ کے پاس جانا ہے اس نے اجازت نہیں دی تو امامؑ اس کے ساتھ پلٹ آئے اگلے دن خلیفہ نے امامؑ سے کہا ''اے حسینؑ تم میرے پاس کیوں نہیں آئے؟ تو امام نے کہا ''میں کل آپ کے پاس آیا تھا مگر آپ معاویہ کے ساتھ تنہائی میں مصروف گفتگو تھے تو میں آپ کے بیٹے کے ساتھ واپس آ گیا'' تو خلیفہ نے کہا تم میرے لئے میرے بیٹے سے زیادہ اہمیت رکھتے ہو ہمارے پاس جو کچھ ہے اللہ کی عطا اور تمہارا صدقہ ہے۔ (۲)

۱۔ الاصابۃ ج۱/۳۳۲

۲۔ سابق۔

امام حسینؑ خلیفہ سوم کے زمانے میں

امام حسینؑ اخلاق رسالت، آداب نبوت اور بلند مرتبہ فضائل کے ساتھ اپنی زندگی کی تیسری دہائی میں داخل ہوئے، آپ نامساعد حالات میں اپنے صابر پدر بزرگوار کے ساتھ ساتھ رہے، آپ دیکھ رہے تھے کی سیاسی کٹ پتلیاں تو بدل رہی ہیں لیکن سب کا مقصد ایک ہے اور وہ یہ کہ اسلامی حکومت کی باگ ڈور علیؑ اور اولاد علیؑ کے ہاتھوں میں نہ جانے پائے اور خلافت ان سے دور رہے۔ خلیفۂ دوم نے اپنی تند مزاجی، غلط اجتہادات اور امت پر ناقابل تحمل سختیاں کرنے پر اکتفاء نہیں کی بلکہ امت مسلمہ کو چھ لوگوں پر مشتمل اس شوریٰ (کمیٹی) کے پھندوں میں گرفتار کر کے گئے جس کا نتیجہ خلافت عثمان کی شکل میں ظاہر ہوا۔

امیر المومنینؑ جنہوں نے دین خدا اور امت رسولؐ کی مصلحت پر اپنے حق خلافت کو قربان کر کے صبر کی تلخیوں کو برداشت کیا اس مرحلہ کی توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نے صبر کیا اس حالت پر کہ میری آنکھ میں کانٹا اور گلے میں ہڈی پھنسی تھی، اپنی میراث لٹتے ہوئے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، یہاں تک کہ خلیفۂ اول چل بسے مگر خلافت ابن خطاب کے سپرد کر گئے، خلافت اس کے حوالے کر گئے جو تند مزاجی اور شدت پسندی کا مجموعہ تھا جو مسلسل غلطیاں کر کے عذر خواہی کیا کرتا تھا... میں نے اس طویل اور دردناک مدت میں صبر کیا یہاں تک کہ یہ بھی راہی عدم ہوئے اور خلافت کو ایک جماعت میں قرار دے دیا اور گمان کیا کہ میں بھی اس جماعت کے برابر ہوں۔

اس شوریٰ سے خدا کی پناہ میری خلیفۂ اول سے برتری کے بارے میں کب شک ہوا کہ اس جماعت سے میرا مقایسہ کیا جائے۔(۱)

۱۔ نہج البلاغہ خطبۂ شقشقیہ۔

خلیفہ سوم کے زمانے میں اہل بیتؑ کی مشکلات اور مصیبتوں میں اور بھی اضافہ ہوگیا یہ خلافت کے انحراف کا ایک نیا دور تھا جس سے اہل بیتؑ دوچار تھے، یہ وہ زمانہ تھا جس میں دین خدا اور امت رسولؐ کی بقاء کے لئے ہر زمانے سے زیادہ سعی وکوشش کی ضرورت تھی، اس دور میں تشدد اور سختی نے نیا رخ اپنا لیا تھا چنانچہ اس دور میں ایک طرف رسول اللہؐ کے معزز اور بلند مرتبہ اصحاب ذلیل کئے جارہے تھے، انھیں مارا جاتا تھا اور شہر بدر کردیا جاتا تھا اور دوسری طرف امت کے بدترین لوگ اسلامی حکومت کے اہم ترین مراکز پر قابض تھے اور اس میں ایک حد تک عثمان کی کمزوری اور حالات سے ناواقفیت کا دخل تھا اور ایک حد تک ان کے اموی تعصب اور خاندان پرستی کا۔(۱)

امام حسینؑ بھی امت کے دکھ درد میں شریک تھے، امت عثمانی حکومت کے مظالم پر احتجاج کر رہی تھی اور مظلوموں کے ہاتھ تلوار کے سہارے خلیفہ کو ہٹا دینے کے درپے تھے۔

حضرت علیؑ اپنے مشہور خطبہ، خطبۂ شقشقیہ میں خلفاء ثلاثہ کی حکومت میں امت مسلمہ کی مشکلات بیان کرتے ہوئے خلیفۂ سوم کی حکومت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یہاں تک کہ تیسرے کو خلافت ملی، پرخوری اور شکم پرستی سے اس کے دونوں پہلو پھولے ہوئے تھے اس کا مشغلہ صرف کھانا اور رفع حاجت کرنا تھا، اس کے ساتھ بنی امیہ بیت المال کو لوٹنے میں لگ گئے جس طرح بھوکا اونٹ موسم بہار کی گھاس پر ٹوٹ پڑتا ہے، پرخوری میں اس قدر زیادتی کی کہ اس کی گرہ کھل گئی اور اس کے اعمال نے لوگوں کو اس کا مخالف بنا دیا اور پھر اس کی شکم پرستی نے اسے نابود کردیا''۔(۲)

۱۔ تاریخ الخلفاء ۱۵۷۔

۲۔ نہج البلاغہ رخطبۂ شقشقیہ۔

ابوذر غفاری کے ساتھ

خلیفۂ سوم نے اپنی سیاست وحکومت کے مخالفین اور معترضین کو ظلم وتشدد کا نشانہ بنانے میں اصحاب رسولؐ کی عظمت وحرمت کا لحاظ بھی نہیں رکھا، عثمان نے اصحاب رسولؐ کو اپنے قہر وغضب کا ہدف بنایا؟ اور ان پر ظلم و ستم کرنے میں زیادتی کی۔ اسلام میں سبقت رکھنے والے اور رسول اللہؐ کے مقرب صحابی ابوذر غفاری بھی عثمانی سیاست کے مخالفین میں سے تھے، خلیفہ نے آپ کو مخالفت سے روکا مگر آپ نہیں رکے تو آپ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا اور آپ کو مدینہ سے نکال کر شام بھیج دیا۔ وہاں پہونچ کر بھی ابوذر عثمانی حکومت کی مخالفت سے باز نہیں آئے اور اہل شام کو اموی سیاست واقتدار کے خلاف احتجاج کرنے کی دعوت دی شام میں جس کی باگ ڈور معاویہ بن ابی سفیان کے ہاتھوں میں تھی۔

ابوذرؓ کے اس اقدام سے معاویہ سخت غضبناک ہوا اور عثمان کے پاس لکھا کہ ابوذر کی وجہ سے حکومت شام کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے، عثمان نے ابوذر کو دوبارہ مدینہ بلوا لیا، لیکن اس جلیل القدر صحابی نے پھر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی مہم جاری رکھی اور امت کو اسلام و مسلمین کے لئے بنی امیہ کے خطروں سے آگاہ کرتے رہے بالآخر عثمان نے دیکھا کہ ابوذر کی تبلیغی یلغار سے چھٹکارا پانے کا بہترین راستہ یہی ہے کہ آپ کو کسی ایسے دور دراز علاقہ میں جلاوطن کر دیا جائے جہاں آبادی نہ ہو چنانچہ ابوذر کو ربذہ نامی صحراء میں جلاوطن کرنے کا حکم دے دیا اور مروان بن حکم سے کہا کہ وہ مسلمانوں کو ابوذر کو رخصت کرنے کے لئے نہ آنے دے لیکن اہل حق نے عثمان کی مخالفت کی چنانچہ حضرت علیؑ، حسنین علیہم السلام، عقیل، عبداللہ بن جعفر اور عمار یاسر رضی اللہ عنہم علی الاعلان ابوذرؓ کو رخصت کرنے آئے اور مورخین نے ان رخصت کرنے والوں کے پر جوش اور حکیمانہ کلمات بھی نقل کئے ہیں جس میں انھوں نے عثمان کی ظالمانہ حکومت پر اعتراض کیا ہے اس موقع پر امام حسینؑ کا بیان تاریخ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

”یا عماه إنّ الله تبارک و تعالیٰ قادر أن یغیر ما قد تریٰ، إن اللّه کل یوم هو في شأن و قد منعک القوم دنیاهم ، و منعتهم دینک ، فما أغناک عما منعوک ، و أحوجهم إلیٰ

ما منعتهم ؟ فاسأل الله الصبر ، و استعذ به من الجشع و الجزع ، فإن الصبر من الدين و الكرم ، و إن الجشع لا يقدم رزقا و الجزع لا يؤخر أجلا " (١)

اے چچا جان جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اللہ تبارک وتعالی اس کے بدلنے پر قادر ہے خدا ہمیشہ حالات کو بدلتا رہتا ہے۔ اس قوم نے آپ کو اپنی دنیا سے محروم کیا ہے لیکن آپ نے اس قوم سے اپنے دین کو بچایا ہے، جس چیز سے انھوں نے آپ کو محروم کیا ہے آپ اس سے بے نیاز ہیں لیکن جس چیز سے آپ نے انھیں محروم کیا ہے وہ اس کے سخت محتاج ہیں آپ خدا سے صبر کی درخواست کیجئے اور جزع وفزع سے پناہ مانگئے، صبر دین کا جزء اور انسان کی کرامت ہے جب کہ جزع وفزع نہ حصول رزق کا سبب بنتے ہیں اور نہ ہی موت کو ٹال سکتے ہیں۔ (۲)

حضرت ابوذر زار و قطار روئے اور آخری مرتبہ اپنے سچے محبوب اور محبّ یعنی اہل بیتؑ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا اور ان سے اس طرح ہمکلام ہوئے:

''اے اہل بیتؑ خدا آپ پر رحمت نازل کرے، جب میں آپ کو دیکھتا تھا تو مجھے رسول اکرمؐ کی یاد آتی تھی اب مدینہ میں میرا کوئی ٹھکانہ اور آپ کے علاوہ میرا کوئی پوچھنے والا نہیں رہ گیا ہے، حجاز میں میرا رہنا عثمان پر گراں ہے اور شام میں معاویہ پر گراں ہے عثمان کو یہ ناپسند ہے کہ میں ان دونوں شہروں میں اس کے بھائیوں (ہم قبیلہ افراد) کے ساتھ رہوں لہٰذا اس نے مجھے ایسی جگہ شہر بدر کر دیا ہے جہاں خدا کے علاوہ میرا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے اور خدا کی قسم میں اللہ کے علاوہ کسی اور کا سہارا چاہتا بھی نہیں ہوں اور جب میرے ساتھ خدا ہے تو پھر مجھے کسی چیز کا خوف نہیں''۔ (۱)

۱۔ بحار الانوار: ۴۱۲/۲۲؛ مروج الذھب: ۳۵۰/۲۔

۲۔ بحار الانوار ج ۴۱۲/۲۲؛ مروج الذھب ج ۳۵۰/۲۔

امام حسین علیہ السلام حکومت علوی کے دوران

عثمان کے قتل ہونے کے ساتھ ساتھ خلفاء ثلاثہ کا دور تمام ہو گیا اور اسی کے ساتھ ساتھ پچیس سالہ وہ سختیاں اور مصیبتیں بھی تمام ہو گئیں جو مولائے کائنات کو سیاست اور اجتماعی مسائل سے دور رکھنے کی وجہ سے پیش آئی تھیں۔

مسلمانوں نے جان لیا کہ صرف علیؑ ہی کی قیادت میں انکی آرزوئیں اور اہداف پورے ہو سکتے ہیں اور وہی مسلمانوں کی کرامت اور عزت کو واپس پلٹا سکتے ہیں اور مسلمان صرف ان کی قیادت میں آزادی، مساوات اور عدالت سے مستفیذ ہو سکتے ہیں۔لہذا مسلمانوں نے خلافت کے لئے آپ کی بیعت پر اصرار کیا۔

لیکن افسوس! کہ انھیں یہ بات بہت دیر میں سمجھ میں آئی اس وقت کہ جب امت مسلمہ خطرناک امراض اور بڑے بڑے انحرافات کا شکار ہو چکی تھی۔ مسلمانوں کے درمیان سے قربانی کا جذبہ اور اسلامی اقدار اٹھ چکی تھیں امت مسلمہ لالچ، ذاتی مفادات اور دوسری پست خصلتوں میں مبتلا ہو چکی تھی۔

اسی لئے مولائے کائنات نے خلافت قبول کرنے سے یہ کہکر صاف انکار کر دیا:

”لاحاجة لي في أمركم ،فمن أخترتم رضيت“(۲)

مجھے تمہاری خلافت اور حکومت کی کوئی ضرورت نہیں ہے جسکو چاہو اس کام کے لئے منتخب کرلو، میں اسی پر راضی ہوں۔“

۱۔ گذشتہ حوالہ۔

۲۔ بحار الانوار: ۳۲/۷۔

یہ انکار اس لئے تھا کہ آپ جانتے تھے کہ خلفاء نے اپنے ذاتی اور غلط اجتہاد کے ذریعہ جن اسلامی احکام کو تبدیل کردیا ہے امت مسلمہ کو دوبارہ ان کی طرف پلٹانا بہت سخت ہے۔ آپؑ جانتے تھے کہ وہ معاشرہ جوان غلط نظریوں کے درمیان پروان چڑھا ہے انھیں پر اڑا رہے گا اور حق کو قائم کرنے میں رکاوٹ پیدا کریگا۔ اور آپؑ اسلام میں اپنی سابقہ انفرادیت اور عظیم قیادت کی اہلیت کی وجہ سے اس انحراف کے مقابل خاموش نہیں بیٹھ سکتے تھے جو پورے معاشرے میں سرایت کر چکا تھا اور اس معاشرے کو سیدھے راستہ اور عدالت کی طرف واپس نہیں لا سکتے تھے کیونکہ منافقین، ذاتی مفادات والے افراد اور وہ لوگ کہ جو خدا اور رسول سے بغض رکھتے تھے سینکڑوں کی تعداد میں آپؑ کے سامنے موجود تھے چنانچہ آپؑ نے اس مسئلہ پر خطبہ شقشقیہ میں یہ تاکید بھی فرمائی تھی:

"فلما نهضت بالأمر نكثت(۱) طائفة ومرقت(۲) أخرىٰ وقسط(۳) آخرون كأنهم لم يسمعوا كلام الله سبحانه يقول "تِلْكَ الدَّارُ الآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوّاً فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَاداً وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ(۴) بلىٰ والله لقد سمعوها و وعوها ولكنهم حليت الدنيا في أعينهم واقهم زبرجها"(۵)

"......اور جب میں خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ دی اور دوسرا دین سے خارج ہوگیا اور تیسرے نے فسق اختیار کرلیا۔ جیسے کہ ان لوگوں نے یہ ارشاد الٰہی سنا ہی نہیں ہے کہ: "یہ دار آخرت تو ہم صرف ان لوگوں کے لئے قرار دیتے ہیں جو دنیا میں سربلندی اور فساد نہیں چاہتے اور عاقبت صرف اہل تقوی کے لئے ہے"۔ ہاں ہاں خدا کی قسم ان لوگوں نے یہ ارشاد سنا بھی ہے اور اس بات کو سمجھا بھی ہے لیکن دنیا ان کی آنکھوں میں آراستہ ہوگئی اور اس کی چمک دمک نے انھیں لبھالیا۔"

۱۔ اس سے مراد جنگ جمل میں شرکت کرنے والے ہیں۔
۲۔ اس سے خوارج اور اصحاب نہروان مراد ہیں۔
۳۔ اس سے معاویہ اور اسکا لشکر مراد ہے۔
۴۔ سورۂ قصص (۲۸): ۸۳۔
۵۔ نہج البلاغہ: خطبہ شقشقیہ۔

امام حسین علیہ السلام اصلاح امت میں اپنے والد بزرگوار ؑ کے ساتھ:

امام علیؑ نے امت مسلمہ کے درمیان سنت رسولؐ کے احیاء اور سیدھے راستہ کی ہدایت کرتے ہوئے حق اور عدالت کو معاشرہ میں واپس لانے میں تیز رفتاری سے کام لیا اور باطل طاقتوں نے بھی اتنی ہی تیزی سے مولائے کائناتؑ کے حکومتی امور، تقسیم اموال، فیصلوں میں عدالت اور رسالت اور مسلمانوں کے مفادات کی رعایت کے سلسلہ میں اصلاحی اقدامات کی خلاف ورزی شروع کردی۔

آپؑ نے منافقین کی رسوائی، فساد کے خلاف اقدام کرنے اور اسکی جڑوں کو کاٹ کر امت اسلامی کو اس سے محفوظ رکھنے میں تردد سے کام نہیں لیا یہاں تک کہ آپؑ اور آپ کے اہلبیتؑ نے اسلام کے دفاع کی خاطر رسول اسلامؐ کی پیروی کرتے ہوئے متعدد جنگوں کا سامنا کیا امام حسینؑ نے منافقین کے ذریعہ امام علیؑ پر مسلّط کی گئی تمام جنگوں میں شرکت کی اور جب بھی حالات کا تقاضہ ہوتا تھا اور آپ کے والد محترم اجازت دیتے تھے آپؑ بنفس نفیس جنگ کے لئے میدان میں آتے تھے۔ مورخین نے لشکر کوفہ سے امام حسینؑ کے اس خطاب کو قلم بند کیا ہے جب وہ لشکر، صفین کی طرف رواں دواں تھا۔ آپؑ نے حمد و ثناوئے الٰہی کے بعد فرمایا:

"یا أهل الکوفه! أنتم الأحبة الکرماء والشعار دون الدثار ،جدّوا فی إطفاء ما وتربینکم وتسهیل ما توعرّ علیکم ، ألا إن الحرب شرّها وریع و طعمها فظیع ، فمن أخذ لها أهبتها و استعد لها عدتها ، و لم یألم کلومها قبل حلولها فذاک صاحبها و من عاجلها قبل أوان فرصتها و استبصار سعیه فیها فذاک قمن أن لاینفع قومَه و إن یهلک نفسه نسأل الله بقوته أن یدعمکم بالفیئة"(۱)

"اے اہل کوفہ! تم اچھے دوست ہو اور تم اندرونی لباس کے مانند ہو (اس سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے ہو) اوپر سے اوڑھی جانے والی عبا کے مانند غیر نہیں ہو۔ لہٰذا وہ چیز جو تمہارے درمیان سے اٹھ گئی ہے (یعنی شجاعت

۱۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ۱/۲۸۴۔

وغیرہ) اس کے احیاء اور جو چیز تمہارے لئے سخت محسوس ہورہی (یعنی جہاد) اسے آسان کرنے کے لئے کوشش کرو۔

جان لو کہ جنگ کا شر، جان لیوا اور اسکا مزہ نہایت تلخ ہے مگر اس کے گھونٹ مجبوراً پینے پڑتے ہیں، لہٰذا جو اس کے لئے آمادہ ہوگیا ہے اور جس نے اپنی کمر اس کے لئے کس لی ہے اور جنگ کے دوران زخموں سے پریشان نہیں ہوتا وہی مرد میدان ہے۔ اور جو مناسب وقت آنے سے پہلے، غور وفکر کئے بغیر جلد بازی سے کام لے وہ اپنی قوم کو کچھ فائدہ نہیں پہونچا سکتا بلکہ خود اپنے آپ کو بھی ہلاکت کے حوالہ کردیتا ہے خدا سے اس کی قوت کا واسطہ دے کر دعا گو ہوں کہ وہ بہت سے گروہوں کے ذریعہ تمہاری پشت پناہی فرمائے"۔

مولائے کائنات علیہ السلام کی حسنین علیہما السلام کی سلامتی کی خواہش:

امام حسینؑ نے جنگ صفین میں شرکت کی اس سے پہلے آپ جنگ جمل میں بھی شرکت فرما چکے تھے جبکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولائے کائنات حسنینؑ کو میدان جنگ میں جانے سے روکتے تھے کہ کہیں رسول خداؐ کی نسل منقطع نہ ہوجائے، آپؑ فرماتے تھے:

"إملكوا عني هذا الغلام لايَهُدَّني فأنني نفس بهذين يعني الحسن و الحسين (عليهما السلام) على الموت لئلاّ ينقطع بهما نسل رسول اللّٰه" (۱)

دیکھو! اس فرزند کو روک لو کہیں اس کا صدمہ مجھے بے حال نہ کردے۔ میں ان دونوں (یعنی حسنؑ اور حسین) کو موت کے مقابلہ میں زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے مرجانے سے نسل رسول منقطع ہوجائے۔

دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ امیر لمومنین علیؑ اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو بار بار میدان جنگ میں بھیجتے تھے جبکہ حسنینؑ کو جنگ کی اجازت نہیں دیتے تھے جب محمد حنفیہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ: ۲۰۷ جنگ صفین کے موقع پر آپکا خطبہ۔

جواب دیا: ''یہ دونوں ان کی آنکھیں ہیں جبکہ میں انکا داہنا ہاتھ ہوں اور انسان ہمیشہ اپنے داہنے ہاتھ سے اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتا ہے۔(۱) محمد حنفیہؒ کے اس جواب سے مولائے کائناتؑ کی نظر میں حسنینؑ کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ جنگ صفین کے بعد بھی تمام حادثات، مثلاً حکمیت کے واقعہ اور جنگ نہروان میں مولائے کائنات کے ساتھ رہے۔

واضح رہے کہ وہ حادثات جن میں امام حسینؑ اپنے والد محترم کے ساتھ رہے، نہایت تلخ اور بہت کٹھن تھے، اور یہ مصیبت اپنی انتہا کو اس وقت پہونچی کہ جب خوارج نے رسول خداؐ کے بعد سب سے بہتر انسان کو قتل کرنے کی سازش کی اور ابن ملجم مرادی خارجی نے امیر المومنینؑ کے سر پر محراب عبادت میں ضربت لگائی۔

امام حسین علیہ السلام کے لئے امیر المومنینؑ کی وصیت:

مولائے کائنات نے امام حسینؑ کو جو وصیتیں کی ہیں ان سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ امام حسینؑ آپ کی نظر میں کتنے محبوب اور محترم تھے۔ نہج البلاغہ میں ہے کہ جب ابن ملجم مرادی (لعنۃ اللہ علیہ) نے امیر المومنینؑ کے سر پر ضربت لگائی تو آپ نے امام حسن اور امام حسینؑ کے لئے مندرجہ ذیل وصیت فرمائی:

''أوصیکما بتقویٰ اللّٰه ، و ان لا تبغیا الدنیا و أن بغتکما، و لا تأسفا علی شئ منها زوی عنکما ، و قولا بالحق و اعملا للاجر و کونا للظالم خصما ، و للمظلوم عونا ، أوصیکما و جمیع ولدي و أهلي و من بلغه کتابي بتقویٰ اللّٰه و نظم أمرکم و صلاح ذات بینکم ، فإني سمعت جدکما یقول : ''صلاح ذات البین أفضل من عامة الصلاة و الصیام'' اللّٰه اللّٰه فی الأیتام ! فلا تغبوا أفواههم و لا یضیعوا بحضرتکم . و اللّٰه اللّٰه فی جیرانکم ! فإنهم وصیة نبیکم ، ما زال یوصي بهم حتیٰ ظننا أنه سیورّثهم . و اللّٰه اللّٰه

۱۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ۱/۱۱۸۔

في القرآن ! لا يسبقكم بالعمل به غيركم ، و الله الله في الصلاة ! فإنها عمود دينكم ، و الله الله في بيت ربكم ! لا تخلوه ما بقيتم ، فإنه إن ترك لم تناظروا . و الله الله في الجهاد بأموالكم و أنفسكم و ألسنتكم في سبيل الله ! و عليكم بالتواصل و التباذل ، و إيّاكم و التدابر و التقاطع ، لا تتركوا الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر فيولىٰ عليكم شراركم ، ثم تدعون فلا يستجاب لكم ، ثم قال : يا بني عبد المطلب ! لا ألفينّكم تخوضون دماء المسلمين خوضا تقولون : قتل أمير المومنين . ألا لا تقتلن بي إلا قاتلي . أنظروا إذا أنا مت من ضربته هذه فاضربوه ضربة بضربة ، و لا تمثلوا بالرجل ؛ فإني سمعت رسول الله يقول : "إياكم و المثلة و لو بالكلب العقور". (۱)

میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ تقوائے الٰہی اختیار کئے رہنا اور خبر دار دنیا لاکھ تمہیں چاہے، تم اس سے دل نہ لگانا۔ اور اس کی کسی شی سے محروم ہو جانے پر افسوس نہ کرنا۔ ہمیشہ حرف حق کہنا اور ہمیشہ آخرت کے لئے عمل کرنا۔ اور دیکھو ظالم کے دشمن اور مظلوم کے ساتھی رہنا۔

میں تم دونوں کو اور اپنے تمام اہل وعیال کو اور جہاں تک میرا یہ پیغام پہونچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ تقوائے الٰہی اختیار کریں، اپنے امور کو منظّم رکھیں اپنے درمیان تعلقات کو سدھارے رکھیں کہ میں نے تمہارے جد بزرگوار سے سنا ہے کہ آپس کے معاملات کو سلجھا کر رکھنا، عام نماز اور روزہ سے بہتر ہے۔ دیکھو یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کہ ان کے یہاں فاقوں کی نوبت نہ آجائے۔ اور وہ تمہاری نگاہوں کے سامنے برباد نہ ہو جائیں۔ اور دیکھو ہمسایہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ کہ انکے بارے میں تمہارے نبیؐ کی وصیت ہے اور پیغمبرؐ برابر ان کے بارے میں نصیحت فرماتے رہتے تھے یہاں تک کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ شاید آپؐ انھیں ورثاء میں قرار دینے والے ہیں۔

اور اللہ سے ڈرو قرآن کے بارے میں۔ کہ اس پر عمل کرنے میں دوسرے لوگ تم سے آگے نہ نکل جائیں۔

ا۔ نہج البلاغہ: باب الکتب والرسائل (۴۷)۔

اور اللہ سے ڈرو نماز کے بارے میں ۔ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اور اللہ سے ڈرو خدا کے گھر کے بارے میں ۔ جب تک زندہ رہو اسے خالی نہ ہونے دو کہ اگر اسے چھوڑ دیا گیا تو تم دیکھنے کے لائق بھی نہ رہ جاؤ گے۔ اور اللہ سے ڈرو اپنی جان اپنے مال اور اپنی زبان سے جہاد کے بارے میں ۔ اور آپس میں ایک دوسرے سے تعلقات بنائے رکھو، ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور خبر دار ایک دوسرے سے منہ نہ پھر الینا اور تعلقات نہ توڑ لینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فراموش نہ کر دینا کہ نتیجہ میں تم پر برے لوگوں کی حکومت قائم ہو جائے گی اور پھر اگر تم فریاد بھی کرو گے تو سنی نہ جائے گی ۔ پھر آپؑ فرمایا:

اے اولاد عبد المطلب ! خبر دار میں یہ نہ دیکھوں کہ تم مسلمانوں کا خون بہانا شروع کر دو صرف اس نعرے پر کہ ''امیر المؤمنین مارے گئے'' میرے بدلے میں میرے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کیا جا سکتا، دیکھو! اگر میں اس ضربت سے جانبر نہ ہو سکا تو ایک ضربت کا جواب ایک ضربت ہے۔ اور دیکھو میرے قاتل کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا۔ کہ میں نے خود نبی اکرمؐ سے سنا ہے کہ: خبر دار کاٹنے والے کتے کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹنا۔

اسکے علاوہ امیر المؤمنینؑ کی دوسری اہم وصیت جو امام حسینؑ سے مخصوص ہے اس کو ابن شعبہ نے تحف العقول میں ذکر کیا ہے۔ اس کی اہمیت کی وجہ سے ہم اسے یہاں نقل کر رہے ہیں کیونکہ یہ وصیت اہم ترین حکمتوں اور اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ہے:

''یا بني أوصیک بتقویٰ اللّٰہ في الغنیٰ و الفقر و کلمة الحق في الرضیٰ و الغضب ،و القصد في الغنیٰ و الفقر، و بالعدل علیٰ الصدیق و العدو،وبالعمل في النشاط و الکسل،و الرضیٰ عن اللّٰہ في الشدة و الرخاء،أي بني ماشر بعده الجنة بشر،ولا خیر بعده النار بخیر، و کل نعیم دون الجنة محقور ، و کل بلاء دون النار عافیة.

و اعلم یا بني !أنه من أبصر عیب نفسه شغل عن عیب غیره ،ومن تعریٰ من لباس التقوی لم یستتر بشيءٍ من اللباس ،ومن رضي بقسم اللّٰہ لم یحزن علی ما فاته، ومن سل

سيف البغي قتل به، ومن حفر بئراً لأخيه وقع فيه، ومن هتك حجاب غيره انكشفت عورات بيته، ومن نَسي خطيئته استعظم خطيئة غيره، ومن كابد الأُمور عطب، ومن اقتحم الغمرات غرق، ومن أعجب برأيه ضل، ومن استغنىٰ بعقله زل، ومن تكبر على الناس ذل، ومن خالط العلماء وقر، ومن خالط الأنذال حقر، ومن سفه على الناس شتم، ومن دخل مداخل السوء اتهم، ومن مزح استخف به، ومن أكثر من شيء عرف به، ومن كثر كلامه كثر خطؤه، ومن كثر خطؤه قل حياؤه ،ومن قل حياؤه قل ورعه، ومن قل ورعه مات قلبه، ومن مات قلبه دخل النار.

أي بني!من نظر في عيوب الناس ورضى لنفسه بها فذاك الأحمق بعينه، ومن تفكراعتبر، ومن اعتبر اعتزل، ومن اعتزل سلم ،ومن ترك الشهوات كان حراً، ومن ترك الحسد كانت له المحبة عند الناس.

أي بني !عز المؤمن غناه عن الناس ،والقناعة مال لا ينفد ،ومن اكثر من ذكر الموت رضي من الدنيا باليسير، ومن علم ان كلامه من عمله قل كلامه الا فيما ينفعه.

أي بني!الفكرة تورث نوراً والغفلة ظلمة والجهالة ضلالة ،والسعيد من وعظ بغيره ،والأدب خير ميراث ،وحسن الخلق خير قرين، ليس مع قطيعة الرحم نماء ولامع الفجور غنى.أي بني!العافية عشرة اجزاء تسعة منها فى الصمت الا بذكر اللّٰه، و واحدة فى ترك مجالسة السفهاء.

أي بنّى!من تزيّا بمعاصى الله فى المجالس أورثه اللّٰه ذلّا، ومن طلب العلم علم. أي بني !رأس العلم الرفق ،وآفته الخرق ،ومن كنوز الايمان الصبر على المصائب .والعفاف زينة الفقر، والشكر زينة الغنى، كثرة الزيارة تورث الملالة، الطمأنينة قبل الخبرة ضد الحزم ،واعجاب المرءِ بنفسه يدل على ضعف عقله ، اي بني!كم نظرة

جلبت حسرة ،وكم من كلمة سلبت نعمة.

اي بني !لا شرف أعلى من الاسلام، ولا كرم أعز من التقوى، ولا معقل أحرز من الورع، ولاشفيع انجح من التوبة ،ولالباس أجمل من العافية ،ولامال أذهب بالفاقة من الرضى بالقوت ،ومن اقتصر على بلغة الكفاف تعجل الراحة وتبوّأ خفض الدعة.

اي بني !الحرص مفتاح التعب ومطية النصب وداع الى التقحم في الذنوب، والشره جامع لمساوي العيوب، وكفاك تأديبا لنفسك ما كرهته من غيرك ،لأخيك عليك مثل الذي لك عليه، ومن تورط في الامور بغير نظر في العواقب فقد تعرض للنوائب ،التدبير قبل العمل يؤمنك الندم، من استقبل وجوه الآراء عرف مواقع الخطأ، الصبر جنة من الفاقة، البخل جلباب المسكنة ،الحرص علامة الفقر، وصول معدم خير من جاف مكثر، لكل شيء قوت وابن آدم قوت الموت.

أي بني!لا تؤيّس مذنباً عم من عاكف على ذنبه ختم له بخير، وكم من مقبل علىٰ عمله مفسد في آخر عمره ،صائر الى النار.

أي بني !كم من عاصٍ نجا وكم من عامل هوىٰ، من تحرى الصدق خفّت عليه المؤن، في خلاف النفس رشدها ،الساعات تنتقص الأعمار ،ويلٌ للباغين من أحكم الحاكمين وعالم ضمير المضمرين.

يا بني!بئس الزادُ الى المعاد العدوان على العباد، فى كل جرعة شرق وفي كل أكلة غصص، لن تُنال نعمة الا بفراق أُخرى.

ما أقرب الراحة من النصب، والبؤس من النعيم ،والموت من الحياة ،والسقم من الصحة!فطوبى لمن أخلص لله عمله وحبه وبغضه وأخذه و تركه وكلامه وصمته و

فعله و قوله، وبخٍ بخٍ لعالم عمل فجدّ، وخاف البيات فأعد واستعد، ان سُئل نصح ،وان تُرك صمت ،كلامه صواب وسكوته من غير عيّ جواب.

والويل لمن بُلي بحرمان و خذلان و عصيان ،فاستحسن لنفسه ما يكرهه من غيره، وأزري على الناس بمثل ما يأتي.

واعلم أي بني!أنه من لانت كلمته وجبت محبتة، وفّقك الله لرشدك ،و جعلك من اهل طاعته بقدرته، انه جواد كريم.(۱)

''اے میرے فرزند ! میں تمہیں مالداری اور غربت کے عالم میں تقوی الٰہی، خوشی اور غصہ کے عالم میں حقگوئی، مالداری اور غربت کی صورت میں میانہ روی، دشمن اور دوست کے ساتھ عدالت کے ساتھ پیش آنے شادابی اور سستی کے وقت کام کرنے اور سختی وآسانی کے عالم میں خداوند عالم سے راضی رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔

اے میرے فرزند! وہ شر جس کے بعد جنت ہو اسے شر اور وہ خیر جسکے بعد دوزخ ہو اسے خیر نہیں کہا جاسکتا۔ جنت کے مقابل میں ہر نعمت حقیر وناچیز اور دوزخ کے مقابل میں ہر بلا سلامتی ہے۔

اے میرے دلبند ! جان لو جو کوئی بھی اپنے عیوب کے بارے میں غور وفکر کرتا ہے وہ دوسروں کے عیوب پر توجہ نہیں دیتا اور جو شخص تقوائے الٰہی کے لباس سے عاری ہو تو کوئی لباس اس کی پردہ پوشی نہیں کرسکتا۔ جو شخص خدا کے دیے ہوئے پر راضی ہو اسے کسی چیز کے نہ ہونے کا غم نہیں ہوتا اور جو بھی ظلم کے لئے تلوار کھینچتا ہے آخرکار خود اسی تلوار سے قتل ہو جاتا ہے۔ جو اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودتا ہے خود اس میں گر جاتا ہے۔ جو کوئی دوسروں کے عیوب کو بیان کرتا ہے خود اسکے اپنے عیوب ظاہر ہو جاتے ہیں۔

جو شخص اپنی غلطیوں کو فراموش کر دیتا ہے دوسروں کی غلطیاں اسکو بہت بڑی دکھائی دیتی ہیں جو کوئی جان لیوا کام کے چکر میں پڑتا ہے ہلاک ہو جاتا ہے۔ جو اپنے آپ کو بھنور کے حوالہ کرتا ہے وہ غرق ہوتا ہے۔ جو

۱۔تحف العقول: ۸۸ وصایا امیر المؤمنینؑ۔

صرف اپنی رائے کو بہترین رائے سمجھتا ہے گمراہ ہو جاتا ہے۔ جو اپنی عقل کو کامل سمجھ کر اسی کو کافی سمجھتا ہے لغزشیں اس کا مقدر بن جاتی ہیں۔ جو لوگوں کے سامنے تکبر سے کام لیتا ہے ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ جو علماء کے ساتھ نشست و برخاست کرتا ہے وہ باوقار ہو جاتا ہے اور جو پست لوگوں کے ساتھ رہتا ہے حقیر ہو جاتا ہے۔ جو لوگوں کے ساتھ عاقلانہ رویہ اختیار نہیں کرتا اس کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ جو بدنام جگہوں پر آمد و رفت رکھتا ہے متہم ہو جاتا ہے۔ جو زیادہ مذاق کرتا ہے اسکی عزت کم ہو جاتی ہے۔ جو کسی کام کو زیادہ انجام دیتا ہے اسی سے مشہور ہو جاتا ہے۔ جو زیادہ بولتا ہے اس کی خطائیں بھی زیادہ ہوتی ہیں اور جس کی خطائیں زیادہ ہوتی ہیں اس کی حیاء کم ہو جاتی ہے اور جس کی حیاء کم ہو جاتی ہے اس کی پاکدامنی کم ہو جاتی ہے اور جس کی پاکدامنی کم ہو جاتی ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے اور جس کا دل مردہ ہو جاتا ہے اس کا نصیب دوزخ ہے۔

اے میرے لخت جگر! جو دوسروں کے عیوب پر نظر رکھتا ہے اور ان کو برا سمجھتا ہے لیکن انھیں عیوب کو اپنے لئے برا نہیں سمجھتا وہ سراسر احمق ہے، جو تفکر کرتا ہے اسے عبرت حاصل ہوتی ہے، اور جسے عبرت حاصل ہو جاتی ہے وہ تنہائی پسند ہو جاتا ہے اور جو تنہائی پسند ہو جاتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے۔ جو شہوتوں کو ترک کر دیتا ہے وہ آزاد زندگی گذارتا ہے اور جو حسد کو ترک کر دیتا ہے لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

اے میرے دل کے چین! مومن کی عزت لوگوں سے بے نیازی میں ہے۔ قناعت کبھی نہ ختم ہونے والی دولت ہے۔ جو زیادہ موت کو یاد کرتا ہے وہ دنیا کی بہت کم نعمت پر بھی راضی رہتا ہے جو یہ جان لیتا ہے کہ اس کا قول اس کے عمل کا حصہ ہے وہ صرف اپنی ضرورت کے مطابق گفتگو کرتا ہے۔

اے میرے بیٹے! اس شخص پر تعجب ہے جو عاقبت سے ڈرتا ہے لیکن گناہ کرنے سے باز نہیں آتا اور ثواب کی امید لگائے بیٹھا ہے لیکن توبہ اور نیک عمل انجام نہیں دیتا۔

اے میرے فرزند! فکر، نور لاتی ہے۔ غفلت، ظلمت ہے اور جہالت گمراہی۔ خوش قسمت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔ ادب بہترین میراث ہے۔ اچھا اخلاق بہترین ساتھی ہے۔ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والوں کی زندگی میں کوئی ترقی نہیں ہو سکتی۔ اور حرام رزق میں برکت نہیں آ سکتی۔

اے نور نظر! عافیت (بھلائی) کے دس حصّے ہیں۔ نو حصّے ذکر خدا کرنے میں ہیں اور ایک حصہ بے وقوفوں کے ساتھ رہن سہن کو ترک کرنے میں ہے۔

اے عزیز دلبند! جو لوگوں کے درمیان خود نمائی کے لئے معصیت پروردگار کا سہارا لیتا ہے خدا اس کے نصیب میں ذلت لکھ دیتا ہے۔ جو علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اسے علم مل جاتا ہے۔ اے میرے فرزند! علم کی بنیاد نرمی ہے۔ اور اس کی آفت مزاج کی سختی۔ ایمان کے خزانوں میں سے ایک مصیبتوں پر صبر کرنا ہے۔ پاکدامنی، فقر اور شکر، مالداری کی زینت ہے۔ کسی کے ساتھ زیادہ میلجول غم کا سبب ہے۔ امتحان سے پہلے آرام سے بیٹھے رہنا دور اندیشی کے خلاف ہے۔ انسان کا اپنے اوپر اترانا اس کی کم عقلی کی دلیل ہے۔

اے میرے فرزند! بہت سی نگاہیں پشیمانی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اور بہت سی باتیں نعمت کو چھین لیتی ہیں۔

اے میرے بیٹے! اسلام سے بڑھکر کوئی شرف نہیں اور تقویٰ سے بڑھکر کوئی بزرگی نہیں۔ پاکدامنی سے مضبوط کوئی قلعہ نہیں اور توبہ سے زیادہ نجات دینے والی کوئی شفاعت نہیں پاکیزگی سے خوبصورت کوئی لباس نہیں۔ فاقہ کو دور کرنے کے لئے جو کچھ مل جائے اس پر صبر کرنے سے بہتر کوئی مال نہیں جو اسی دن کی روزی پر قناعت کرے وہ بہت جلد سکون حاصل کر لیتا ہے۔

اے میرے نور نظر! حرص، خستگی (تھکاوٹ) کی جڑ، دشواریوں کی سواری اور گناہ کے گڑھے میں گرنے کا سبب ہے۔ اور اس کا شر تمام برائیوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اپنے نفس کو مؤدب کرنے کے لئے تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جن چیزوں کو دوسروں کے لئے برا سمجھتے ہو ان سے دوری اختیار کرو۔ تمہارا بھائی تم پر وہی حق رکھتا ہے جو حق تم اس پر رکھتے ہو۔ جو انجام پر غور کئے بغیر کسی کام کو شروع کرتا ہے وہ حادثات کی نذر ہو جاتا ہے۔ کام سے پہلے غور و فکر کرنا تم کو بعد میں نادم ہونے سے محفوظ رکھے گا۔ جو مختلف نظریوں اور مشوروں سے فائدہ اٹھاتا ہے غلطیوں کی جگہوں کو پہچان لیتا ہے۔ صبر فاقہ سے حفاظت کی ڈھال ہے۔ بخل بدبختی کا سرپوش ہے۔ حرص فقر کی علامت ہے۔ غریب مہربان، ظالم ثروت مند سے بہتر

ہے۔ ہر چیز کی کچھ نہ کچھ خوراک ہوتی ہے اور موت کی خوراک انسان ہے

اے میرے نور نظر! گناہگار کو (خدا کی رحمت سے) مایوس نہ کرنا بہت سے گنہگار ایسے ہیں جو آخر عمر میں اچھے ہو گئے اور کتنے ہی اچھا عمل کرنے والے آخر عمر میں بدکار ہو گئے اور جہنم انکا مقدر بن گیا۔ ہم ایسی عاقبت سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔ اے فرزند عزیز! کتنے ہی گنہگار (توبہ کے ذریعہ) نجات پا گئے اور کتنے ہی نیک کردار گمراہ ہو گئے۔ جو سچائی کی تلاش میں نکلتا ہے سختیاں اس کے لئے آسان ہو جاتی ہیں۔ نفس کی خلاف ورزی اسکے کمال حاصل کر لینے کا ذریعہ ہے۔ ہر لمحہ عمر کو کم کر دیتا ہے۔ بدبخت ہیں وہ لوگ جو احکم الحاکمین (بہترین فیصلہ کرنے والے) اور دلوں کے راز کو جاننے والے سے بغاوت کرتے ہیں۔

اے میرے لخت جگر! بندوں پر ظلم و ستم، آخرت کے لئے بہت برا زادراہ ہے۔ ہر گھونٹ میں پھندہ لگنے (اچھو پڑنے) اور ہر لقمہ کے گلوگیر ہونے کا خطرہ ہے۔ ایک نعمت کے ہاتھ سے جائے بغیر دوسری نعمت حاصل نہیں ہو سکتی۔

آسانی سختی سے، تنگدستی، مالداری سے، موت زندگی سے اور بیماری صحت سے کتنی قریب ہے!! لہٰذا خوش قسمت ہے وہ کہ جو اپنے عمل، علم، محبت، دشمنی، لین، دین، گفتگو، خاموشی، قول اور عمل کو صرف اور صرف خدا کے لئے انجام دے۔ قابل مبارکباد ہے وہ عالم جو کوشش کرے اور اچانک موت کے آجانے سے ڈرتا رہے انجام کار اس کے لئے ہمیشہ آمادہ رہے۔ اگر اس سے کچھ پوچھا جائے تو وہ نصیحت کرے اور اگر سوال نہ کیا جائے تو خاموش رہے۔ اس کی گفتگو حقیقت پر مبنی ہو اور اس کی خاموشی جواب سے عاجزی کی وجہ سے نہ ہو۔

لعنت ہے ایسے شخص پر جو محرومی، ذلت اور نافرمانی سے دوچار ہو اور اپنے لئے اس چیز کو پسند کرے جسے دوسروں کے لئے ناپسند کرتا ہے۔ اور لوگوں کے ایسے امور کو عیب سمجھے جنھیں خود انجام دیتا ہو۔ اے میرے پیارے بیٹے جان لو! جس کا لہجہ نرم ہوتا ہے اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ضروری ہوتی ہے۔

خداوند عالم تمہیں تمہاری ترقی میں کامیابی کی توفیق دے۔ اور اپنی قدرت کے ذریعہ اپنے اطاعت گذاروں میں تمہارا شمار کرے۔ بے شک وہ احسان کرنے والا اور کریم ہے۔"

امام حسین علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے آخری لمحات میں ان کے ساتھ

وہ آخری جملہ جو، مولائے کائناتؑ کی زبان سے جاری ہوا یہ تھا "لمثل ھذا فلیعمل العاملون" عمل کرنے والوں کو ایسی جزا کے لئے عمل کرنا چاہئے۔

اس کے بعد آپ کی پاک وپاکیزہ روح ملأ اعلی کی جانب پرواز کرگئی جس کو ملائکہ رحمٰن اپنے دائرے میں لئے ہوئے تھے اور زمین سے ارکان عدالت منہدم ہو گئے اور چراغ ہدایت خاموش ہو گیا۔ مظلوموں اور محروموں کا مسیحا اٹھ گیا کہ جس نے اپنی پوری کوشش ظلم واستبداد کے خاتمہ اور لوگوں کے درمیان عدل اور حق کو رائج کرنے میں صرف کردی۔

رسولؐ کے دونوں نواسے اپنے بابا علی مرتضیٰؑ کی تجہیز وتکفین میں مشغول ہو گئے۔ غسل دیا، کفن پہنایا اور رات کے ابتدائی حصہ میں نجف اشرف کی طرف جنازہ کو لے کر چلے اور عدالت کی سب سے بڑی نشانی اور انسانی اقدار کے سب سے بڑے رکھوالے کو خاک میں چھپا دیا جس کا اعتراف دشمن نے بھی کیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جب معاویہ کو علیؑ کی شہادت کی خبر ملی تو اس نے دمشق میں عید کا اعلان کردیا۔ اس لئے کہ اس کی آرزو پوری ہو چکی تھی اور مسلمانوں پر مالکانہ تسلط اور انھیں ناپسندیدہ امور انجام دینے پر مجبور کرنے کی خواہش پایۂ تکمیل کو پہنچنے والی تھی۔ (۱)

امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کے زمانے میں

صلح حسنؑ سے قبل امت کی حالت

سب سے عظیم اور مقدس دین الٰہی سے وابستہ اسلامی سماج کے ارکان میں تزلزل معاویہ بن ابی سفیان کی حکومت میں نہیں آیا بلکہ اس کا آغاز تو سقیفہ سے ہو گیا تھا جہاں امت کی قیادت ان نااہل ہاتھوں میں چلی گئی تھی جو اسلامی حکومت کی سربراہی کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے اور فقط قومی اور قبیلائی تعصب کی بنا پر امت کے حکمراں بن گئے تھے (۱) چنانچہ خلیفۂ اول کا یہ جملہ اس بات کا واضح ثبوت ہے: ''ولیت أمرکم و لست بخیرکم'' مجھے تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہے جب کہ میں تم میں سب سے افضل نہیں ہوں۔ (۲)

اس کے بعد امت ایک اور پستی کا شکار ہو گئی جب خلیفۂ دوم نے مسلمانوں کے درمیان بیت المال کی تقسیم میں تفریق کی، یہ سنت رسولؐ کی مخالفت اور ایک نئے طبقاتی نظام کی تاسیس تھی۔

اور پھر عثمان کی حکومت میں تو سرکاری اداروں میں ظلم و فساد عام ہو گیا، ولید بن عقبہ، حکم بن عاص، عقبہ بن ابی معیط، سعید بن عاص اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جیسے فاسق و فاجر اور بدترین افراد لوگوں پر مسلط تھے اور امت میں فساد پھیلا رہے تھے۔ (۳)

اموی خاندان جس نے دراصل اسلام کبھی قبول نہیں کیا تھا اقتصادی اور مالی اعتبار سے مضبوط ہو رہا تھا اور جی کھول کر امت مسلمہ کی ثروت اور بیت المال کو لوٹ رہا تھا اور عثمان کے بے حساب و کتاب ہدیوں اور بخششوں سے مالا مال ہو رہا تھا۔

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱/۶ ۲۔ علی والحاکمون/۱۰۹؛ تاریخ الخلفاء/۷۱۔

۳۔ تاریخ یعقوبی ج۲/۴۱؛ عقد فرید ج۲/۲۶۱؛ انساب الاشراف ج۵/۳۸؛ شرح النہج ج۱/۶۷۔

بنی امیہ نے اپنی حکومت کافی مستحکم کرلی تھی، معاویہ بن ابی سفیان جوخلیفہ دوم کے زمانے سے شام کا والی تھا اس بات پر قادر ہوگیا کہ ایک ایسے معاشرے کی تشکیل دے جو اسلام اور نبی و آل نبیؐ کے مخالف اور اس کی خواہشات نفسانی کے مطابق ہو۔

اس نے اور اس کے باپ ابوسفیان نے فتح مکہ کے دن مجبور ہوکر اسلام قبول کیا تھا اور ان کا شمار ''طلقاء'' میں ہوتا تھا جب کہ فتح مکہ سے قبل اس کے نانا، ماموں اور بھائی اسلام کے خلاف جنگ کرتے ہوئے واصل جہنم ہو چکے تھے۔

پیغمبر اسلامؐ کی وفات سے عثمانی حکومت کے خاتمہ تک کی طویل مدت میں حکومتوں نے نہ تو اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کی اور نہ ہی سماج کی مشکلات اور بری عادتوں کا خاتمہ کیا بلکہ ان حکومتوں کا سارا ہم و غم کشور گشائی کر کے اپنی حکومت کے حدود اور مال و دولت کو بڑھاوا دینا تھا۔ وفات رسولؐ سے لیکر عثمانی حکومت تک حضرت علیؑ کی ساری کوشش یہی تھی کہ امت مسلمہ اپنی شخصیت اور عظمت کو نہ کھوئے اور انحراف کا شکار نہ ہو آپ کبھی نرم اور کبھی سخت لہجہ میں ان حکام کی مدد کر کے اسلام اور مسلمانوں کا تحفظ کرتے تھے، آپ اپنا شرعی حق یعنی خلافت حاصل کرنے کے لئے اسلام کی مصلحت کے پیش نظر براہ راست ان حکومتوں سے نہیں ٹکراتے تھے۔(۱)

حضرت علیؑ کی شہادت سے امت مسلمہ اپنے عظیم مصلح سے محروم ہوگئی اور اب ناکثین، قاسطین اور مارقین کے خلاف اصلاحی جنگوں سے نبرد آزما حکومت امام حسنؑ کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ حضرت علیؑ کو حکومت ملتے ہی منفعت طلب عناصر، منافقین اور مخالفین اسلام آپ کے مدمقابل آ گئے، انھیں نہ تو حکم خدا و رسولؐ کا لحاظ تھا اور نہ ہی امت کی مصلحت کا جب کہ حضرت علیؑ اسلام کی اس حقیقی قیادت کو مجسم کر رہے تھے جو حق اور عدالت الٰہی کی طرف دعوت دیتی ہے اور آپ کے مخالفین بھی آپ کی حقانیت سے اچھی طرح واقف تھے۔

۱۔شرح النہج لابن ابی الحدید ج ۱/۲۴۸۔

امام حسنؑ کی رائے یہی تھی کہ راہ اصلاح پر چلتے ہوئے امت کو لے کر منحرف حکومت (حکومت شام) سے جنگ جاری رکھیں لیکن امت نے سلامتی اور راحت طلبی کو حق کی راہ میں جہاد پر ترجیح دی۔(۱) لہٰذا امام حسنؑ معاویہ کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور ہوگئے جو کہ شام میں زبردست قدرت کا مالک تھا۔ امام حسنؑ نے صلح کے شرائط کے ذریعہ امت کے برگزیدہ افراد کی سلامتی اور ایک بیدار معاشرے کی تشکیل کا سامان فراہم کیا تا کہ دین اسلام کو تحریف اور اسلامی سماج کو فتنے سے بچایا جا سکے، اس لئے کہ اختلاف کے موقع پر ہمیشہ تلوار ہی فیصلہ کن نہیں ہوتی بلکہ کبھی کبھی خطرناک مراحل میں عہد و پیمان کا اثر تلوار سے زیادہ ہوتا ہے چونکہ اصل ہدف اسلام اور امت کا تحفظ ہے۔ صلح حسنؑ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ بنی امیہ کے نفاق اور اسلام دشمنی کا پردہ فاش ہو جائے۔

امام حسینؑ ان تمام مراحل میں اپنے بھائی امام حسنؑ کے شانہ بشانہ شریک رہے اور یہ دونوں بھائی فکر و عمل میں مکمل طور سے متفق تھے، آپؑ امت کی ہدایت اور نجات میں اپنے بھائی کے مددگار تھے، آپؑ دیکھ رہے تھے کہ اس دور میں سقیفہ کا انحراف کس طرح اپنی آخری حدوں تک پہونچ رہا ہے اور یہ انحراف کس قدر امت میں سرایت کر چکا ہے کہ اب امام حسنؑ کے احکام کی تعمیل نہیں ہوتی اور آپ کی تحریک کی حمایت نہیں ہوتی۔

امام حسنؑ معاویہ کے مکر و فریب اور شیطانی سازشوں سے اچھی طرح واقف تھے، عراقی لشکر کی اکثریت معاویہ کے قبضہ میں تھی جب کہ عراقی لشکر ہی علیؑ کی فوج کا سب سے اہم ستون تھا۔

ان حالات میں یہ بات امام حسینؑ سے پوشیدہ نہیں تھی کہ معاویہ کے ساتھ جنگ خود اسی کے نفع میں ہے اس لئے کہ یہ جنگ یا امام حسن اور امام حسین علیہما السلام، بنی ہاشم اور اس خاندان کے خالص شیعوں کے قتل پر ختم ہوگی یا ان کی اسیری پر جب کہ اس وقت امت اسلامیہ وجود امامؑ کی سخت محتاج ہے تا کہ امامؑ دین کی بچی ہوئی تعلیمات کا تحفظ کرے اور بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کرے اور چونکہ دین اسلام خدا کا آخری دین ہے لہٰذا پیغمبر اسلام اور حضرت علیؑ نے جو بنیاد رکھی ہے اسے ہر حال میں مرحلۂ تکمیل تک پہنچنا چاہئے۔

۱۔ الارشاد مفید ۸۔۹

اور یہیں سے بعض مورخین کی ان روایتوں کا بے بنیاد اور غلط ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے جن میں کہا گیا ہے کہ امام حسینؑ اپنے بھائی حسن مجتبیٰؑ کے فعل سے ناخوش تھے اور ان سے عرض کیا تھا کہ: میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ معاویہ کے مکر و فریب میں نہ آیئے اور (صلح کر کے) اپنے پدر بزرگوار کی تکذیب نہ کیجئے اور امام حسنؑ نے آپ سے فرمایا تھا: خاموشی سے کام لو! میں حالات کو خوب جانتا ہوں۔(۱)

امام حسینؑ اپنے زمانہ کے ان افراد سے یقیناً کہیں زیادہ دور اندیش اور باریک بیں تھے جنہوں نے امام حسنؑ کے اس حکیمانہ اقدام کی قدر دانی اور تائید کی تھی جس اقدام کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار نہیں تھا۔ امام حسینؑ کی شان اس سے کہیں بلند و برتر ہے کہ آپ صلح امام حسنؑ کی اس مصلحت کو نہ سمجھ سکیں جسے عام مومنین بھی بخوبی سمجھ رہے تھے۔

حسنین علیہما السلام کی امامت اور عصمت پر عقیدہ رکھنے والے ان روایتوں کے بے بنیاد اور نادرست ہونے میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں کر سکتے جن میں صلح کے مسئلہ کو لے کر حسنین علیہما السلام کے درمیان ٹکراؤ اور اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے۔

جب حسنین علیہما السلام واجب الطاعة امامؑ ہیں تو دونوں کی زندگی کا ہر اقدام حکم الٰہی اور مشیت پروردگار کے مطابق ہوگا جس کے بعد ان روایتوں کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔

اور ہماری اس بات کا ثبوت ان معتبر روایتوں سے بھی فراہم ہوتا ہے جو مذکورہ روایتوں سے متصادم ہیں، ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ہماری اطاعت اللہ نے واجب قرار دی ہے اور تم لوگ اس ذات کی پیروی کرتے ہو جس سے ناآشنائی کا عذر خدا کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔(۲)

۱۔ سیرۃ الائمۃ الاثنی عشر ج۲ /۲۳۔

۲۔ اصول کافی ج۱ /۱۴۳، باب فرض طاعۃ الائمۃ۔

۲۔ایک شخص نے امام رضاؑ سے پوچھا کیا آپ کی اطاعت ہم پر واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: بے شک اس نے کہا ویسے ہی جیسے حضرت علیؑ کی اطاعت واجب ہے؟ فرمایا: ہاں۔(۱)

۳۔حمران نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا میری جان آپ پر قربان حضرت علیؑ اور حسنین علیہما السلام کے ظالم حکومتوں کے خلاف قیام کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور پھر ظالموں کی طرف سے ان پر نازل شدہ مصیبتوں اور قتل و غارت گری کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟ امام نے فرمایا:

اے حمران! اللہ کی طرف سے ان کے لئے قضا و قدر کا فیصلہ یہی تھا اور اللہ نے اپنے فیصلہ کو نافذ بھی کیا اور ان شخصیتوں نے اس سابقہ علم کی بناء پر قیام کیا جو انھیں رسول اللہ کے ذریعہ حاصل ہوا تھا اور ہم میں سے جس نے خاموشی اختیار کی اس نے بھی اسی علم کی بناء پر خاموشی اختیار کی ہے۔(۲)

۴۔امام حسین علیہ السلام کے عظیم اخلاق اور بھائی کے احترام کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ما تکلم الحسینؑ بین یدي الحسنؑ إعظاما له'' امام حسن علیہ السلام کی تعظیم کے پیش نظر آپ کے سامنے امام حسینؑ کبھی کلام نہیں کرتے تھے۔(۳)

۵۔امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: معاویہ نے امام حسنؑ کے پاس خط لکھا کہ آپ اپنے بھائی حسینؑ اور اصحاب علیؑ کو لے کر شام آجایئے۔اس سفر میں حسنین علیہما السلام کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری بھی تھے جب یہ لوگ شام پہونچے تو معاویہ نے قیس سے کہا اٹھو اور بیعت کرو آپ نے امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ امام حسینؑ نے (امام حسنؑ کی طرف اشارہ کر کے) کہا:'' إنه إمامي '' یہ میرے بھی امام ہیں۔(۱)

۱۔سابق ۲۔اصول کافی ج۱/۲۲۱۔۲۲۲۔باب ''ان الائمة لم یفعلوا شیئاً و لا یفعلون الا بعهد من الله عز و جل و امر منه لا یتجاوزونه '' ۳۔حیاۃ الامام الحسینؑ ج۲/۲۵۲۔

امام حسین علیہ السلام اور صلح حسن علیہ السلام کی شرطوں کا احترام

امام حسنؑ ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں شہید ہوئے اور معاویہ ۶۰ھ میں اس دنیا سے چل بسا اس دس یا گیارہ سال کی مدت میں خود امام حسینؑ امام اور قائد تھے اور آپ پر کسی کی اطاعت واجب نہیں تھی لیکن پھر بھی آپ صلح کی شرطوں کے پابند رہے اور ایسا کوئی اقدام نہیں کیا جس سے صلح کا معاہدے ٹوٹے، بلکہ بعض شیعوں نے جب آپ سے معاویہ کے خلاف قیام اور انقلاب کی درخواست کی تو آپ نے انہیں معاہدوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھیں معاویہ کی زندگی تک صبر اور تقیہ کی تلقین کی۔

امام حسین علیہ السلام کے لئے جعدہ بن ہبیرہ کا خط

جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب امام حسینؑ کے نہایت مخلص اور چاہنے والے ساتھیوں میں سے تھے، شیعوں نے آپ کے پاس جمع ہو کر اصرار کیا کہ آپ امام حسینؑ کے پاس کوفہ آ کر معاویہ کے خلاف قیام کرنے کے سلسلے میں خط لکھئے تو جعدہ نے امامؑ کے پاس اس مضمون کا خط تحریر کیا: یہاں کوفہ میں آپ کے شیعہ آپ کے لئے آمادۂ جنگ ہیں یہ آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے، جنگ کے بارے میں یہ امام حسنؑ کی رائے سے واقف تھے، یہ آپ کے دوستوں کے لئے نرم، دشمنوں کے لئے سخت اور امر خدا کے نفاذ میں شدید تر ہیں، اگر آپ خلافت کے خواہاں ہیں تو کوفہ تشریف لائیے، ہم لوگ آپ کی رکاب میں موت کے لئے آمادہ ہیں۔(۱)

امام علیہ السلام نے ان الفاظ میں اس خط کا جواب دیا:

"أما أخي فإنّي أرجو أن يكون الله قد وفقه و سدده و أما أنا فليس رأيي اليوم ذاك، فالصقوا رحمكم الله بالأرض و اكمنوا في البيوت، و احترسوا من الظنة ما دام معاوية حياً، فإن يحدث الله به حدثاً وأنا حي كتبت إليكم برأيي والسلام"

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴/۶۱۔

''میں امیدوار ہوں کے اللہ نے میرے بھائی کو کامیابی اور جزائے خیر سے نوازا ہوگا اور جنگ کے سلسلے میں فی الحال میری رای بھی منفی ہے، تم لوگ اپنے گھروں میں گوشہ نشین اور سکوت اختیار کیے رہو اور جب تک معاویہ زندہ ہے ایسا کوئی اقدام نہ کرو جس سے تمہارے بارے میں بدگمانی ہو، اگر اس کی موت کے بعد میں زندہ رہا تو تم لوگوں کو اپنی رای سے آگاہ کروں گا۔ والسلام''

اس سے واضح ہو گیا کہ اپنی شرعی ذمہ داری کے تحت امام حسینؑ نے بھی صلح کے مسئلہ میں امام حسنؑ کی پیروی کی۔ بلکہ دسیوں شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ حسنین علیہما السلام باہم تمام سیاسی اور سماجی مسائل میں فکری اور عملی اعتبار سے مکمل طور سے متحد تھے۔

جو جھوٹی نسبت امام حسینؑ کی طرف دی گئی ہے وہی نسبت حضرت علیؑ کے ساتھ امام حسنؑ کے بارے میں بھی دی گئی ہے کہ حضرت علیؑ کی خلافت سے قبل اور خلافت کے دوران بہت سے سیاسی مسائل میں امام حسن (معاذ اللہ) حضرت علیؑ کے مخالف تھے اور ظاہر ہے ان تہمتوں کا مقصد ائمہ ہدیٰ حضرات حسنین علیہما السلام کے بارے میں امت کے درمیان شک وشبہ کے بیج بو کر مسلمانوں میں تفرقہ اور اختلاف پھیلانا اور ان ائمہؑ سے امت مسلمہ کو بیزار کرنا ہے۔

امام حسن علیہ السلام کی شہادت

معاویہ سے صلح کے بعد امام حسنؑ کچھ دنوں تک کوفہ میں رہے پھر اپنے بھائی امام حسینؑ اور تمام اہل بیت کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے، آپ صبر وتحمل کے ساتھ مدینہ میں قیام کے دوران گھر میں گوشہ نشین اور امر پروردگار کے منتظر تھے۔ (۲) اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام حسینؑ نے بھی صلح حسن کے معاہدوں پر عمل کرتے ہوئے معاویہ کی حیات تک اس کے خلاف کوئی اقدام اور قیام نہیں کیا۔

۱۔ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۲/۲۲۹۔ ۲۳۰۔

۲۔ الارشاد ج ۲/۱۵

صلح کے بعد امام حسن اور امام حسین علیہما السلام لوگوں کے دلوں میں عبادت خدا اور اسلامی عقائد کے راسخ کرنے ، اسلامی احکام کی وضاحت ، لوگوں کی ہدایت اور امت میں رائج ظلم وستم اور فساد و انحراف کے بارے میں ذمہ داری کا احساس کرنے والی بیدار نسل کی تربیت میں مصروف ہو گئے اور تاریخی منابع کے مطابق ان دس سالوں کے دوران بھی حسنین علیہما السلام خاموش نہیں رہے بلکہ معاویہ اور اس کے فاسد عناصر کی عہد شکنی اور ظالمانہ اقدامات کے خلاف برابر معاویہ کی ملامت اور اس کی توبیخ کرتے رہے۔

تیسرا باب

پہلی فصل

امام حسین علیہ السلام کا زمانہ

دوسری فصل

امام حسین علیہ السلام کے اقدامات

تیسری فصل

انقلاب حسینی کے نتائج واثرات

چوتھی فصل

میراث حسینی

پہلی فصل

امام حسین علیہ السلام کا زمانہ

پہلی بحث: معاویہ کی حکومت اور اسلام کی تباہی میں اس کا کردار

معاویہ اور بنی امیہ کے دیگر حکمرانوں نے زمام حکومت سنبھال کر سقیفہ سے پیدا ہونے والے انحراف کو بے انتہا بڑھاوا دیا۔ معاویہ نے خلافت کو ایک ظالمانہ حکومت میں تبدیل کر دیا تھا اور امت مسلمہ سے صریحی دشمنی و کھلم کھلا ظلم کا اعلان کر دیا تھا اور خود اس بات کا معترف تھا کہ امت مسلمہ میری حکومت سے قطعاً ناخوش ہے۔ یہ اس کے جملے ہیں کہ "خدا کی قسم میں نے اس حکومت کو تمھاری محبت یا خوشی کے ذریعہ حاصل نہیں کیا ہے بلکہ اپنی تلوار کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔(۱)

لیکن معاویہ اور اسکے پیروکار ایک بڑی رکاوٹ سے دوچار ہوئے کیوں کہ دوسری طرف سے حضرت علیؑ احکام شرعیہ کو صحیح طور پر لوگوں کے درمیان نافذ کر رہے تھے اور عقائد کو امت کے دلوں میں راسخ فرما رہے تھے جس کے نتیجہ میں تمام لوگ بالخصوص اہل عراق حضرت علیؑ کو دل و جان سے دوست رکھتے تھے حضرت امت مسلمہ کی ہدایت کے خاطر بھرپور کوشش کرتے ہوئے اہل سقیفہ کے ارادوں کو خاک میں ملا رہے تھے اور اس کے علاوہ خود ابو بکر بھی اپنی عاجزی کے معترف تھے جب کہ وہ کہتے تھے: "کثیر الخطاء ہونے کے

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۷۱۔

باوجود بھی میں تمہارے اوپر حاکم تو بن گیا ہوں لیکن اس میں تمہارے لئے خیر و بھلائی نہیں ہے" (۱)

اس اعتراف سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اس کے اندر احکام شریعت کے مطابق حکومت کرنے کی صلاحیت نہیں تھی۔ لیکن اس کے برخلاف حضرت علیؑ نے بہت سے زندہ نمونے پیش کر دیئے تھے کہ رسول خداؐ کے بعد صرف انھیں کی ذات امت کی صحیح قیادت کر سکتی ہے اور ہر خطاء و لغزش سے محفوظ رکھ سکتی ہے لہٰذا امت کو علیؑ ہی جیسے قائد کی ضرورت تھی۔ مگر ہوا یہ کہ معاویہ نے شریعت کو مسخ کرنا شروع کر دیا، اہلبیتؑ کے طرفدار افراد کی آواز کو دبانے لگا اور اسلامی اقتدار کی عمارت جو مولائے متقیانؑ نے تعمیر کی تھی اس کو منہدم کرنے لگا تا کہ امت کے اندر اتنی ہمّت ہی نہ رہے کہ وہ حکام کی ہوا و ہوس اور انکی من مانیوں کا مقابلہ کر سکے۔

اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی بلکہ اس کا اعلان تو معاویہ نے پہلے ہی دن کر دیا تھا کہ اس کا مقصد صرف حکومت حاصل کرنا ہے چاہے جتنی ناحق جانیں ہی کیوں نہ چلی جائیں، چاہے جتنے بے گناہوں کا خون بہہ جائے۔ اس کا مشہور و معروف جملہ یہ ہے "خدا کی قسم میں نے تم سے اس لئے جنگ نہیں کی کہ تم نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج بجالاؤ یا زکوٰۃ ادا کرو بلکہ میرا مقصد صرف تمہارے اوپر حکومت کرنا ہے۔ (۲)

اسلام سے نبرد آزمائی میں معاویہ کی حکمت عملی :

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اجمالاً ان شیطانی روشوں پر بھی نظر ڈالیں جنکی بنیاد معاویہ نے رکھی تھی کیونکہ امام حسینؑ کے قیام کا یہ بھی ایک اہم سبب تھا امام حسینؑ دیکھ رہے تھے کہ مسلمان اعتقادی، اخلاقی، اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے کتنی پستی میں پہونچ چکے ہیں اور یہ سب کچھ سیاسی حربوں کے تحت ہو رہا ہے جس کے نتیجہ میں امت اسلام حقائق سے دور ہو چکی ہے۔ معاویہ کی یہ حرکتیں عروج تک پہونچیں اور اس نے اپنے بعد یزید کو خلیفۃ المسلمین منتخب کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فرزند رسولؐ سے اسلام کی یہ پائمالی نہ دیکھی گئی اور

۱۔ تاریخ الخلفاء۔
۲۔ شرح نہج البلاغہ۔

معاویہ کی ہلاکت کے بعد آپ نے ایک عظیم انقلاب کی طرف قدم بڑھایا کہ جس نے لوگوں کے قلوب کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا اور امت مسلمہ بیدار ہوگئی۔

ہم یہاں پر بنی امیّہ کی بعض ناہنجار سیاسی چالوں کو پیش کر رہے ہیں جن کو معاویہ نے فروغ دے رکھا تھا۔

ا۔اقتصادی سیاست:

معاویہ کے پاس اموال کے بارے میں قطعاً کوئی اقتصادی سیاست نہیں تھی بلکہ اس کا کام یہ تھا کہ اموال کو جمع کرتا تھا اور اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرتا تھا۔اپنے حمایت کرنے والوں کو دل کھول کر عطا کرتا تھا اور مخالفین کو محروم رکھتا تھا بلکہ ان کے اموال بھی غصب کر لیتا تھا اور ان پر مختلف طرح کے ٹیکس لگا دیتا تھا۔ معاویہ کے دور میں اکثر مسلمانوں پر فقر وفاقہ چھایا ہوا تھا جبکہ بعض افراد کے پاس ہر طرح کی آسائش تھی اور کثیر مقدار میں ثروتیں جمع تھیں جو کہ صرف تحکم،تسلط،ظلم اور زبردستی کا لازمی نتیجہ تھا۔

اب ہم معاویہ کی اقتصادی سیاست کے بعض نمایاں نمونے پیش کرتے ہیں:

الف۔اقتصادی محرومیت:

مدینہ: معاویہ مدینہ والوں کو مالی اعتبار سے کچھ بھی عطا نہیں کیا کرتا تھا کیونکہ مدینہ میں اکثر افراد اموی خاندان کی حکومت کے خلاف تھے۔مورخین لکھتے ہیں کہ معاویہ نے پہلے اہل مدینہ کو ان کے املاک بیچنے پر مجبور کیا اور پھر نہایت کم قیمت پر خود ہی خرید لیا اور سپاہیوں کو بھیجا تاکہ ان سے ٹیکس وصول کریں۔لوگوں نے ادائیگی سے منع کیا اور لوگ حاکم مدینہ عثمان بن محمد کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ سارے اموال ہماری ملکیت ہیں۔ایک طرف تو معاویہ نے ہم کو آج تک ایک درہم بھی نہیں دیا جس کی وجہ سے ہم بھوکے مر رہے ہیں دوسری جانب نہایت کم قیمت پر ہمارے اموال خرید رہا ہے۔حاکم مدینہ نے بھی ان کی بات نہ سنی اور سخت وسست جواب دیکر انھیں واپس کر دیا۔(۱)

۱۔حیاۃ الامام الحسین ج ۲ ص ۱۲۳۔

حجاز میں کبھی معاویہ مروان بن حکم کو حاکم بنا کر بھیجتا تھا اور کبھی سعید بن عاص کو اور بار بار ایک دوسرے کو بدلتا رہتا تھا اور یہ دونوں اہل مدینہ کو فقیری اور پستی کی طرف لے جانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے تھے۔

عراق: معاویہ نے عراق والوں پر بھی بہت سے ٹیکس لگا رکھے تھے تا کہ ان سے ٹکّر لے سکے اور ان کو ستا سکے۔ وہاں کا والی مغیرہ بن شعبہ بھی اہل کوفہ کو کچھ فائدہ نہ پہنچنے دیتا تھا معاویہ کے بعد تمام اموی حکام نے اس روش پر عمل کیا اور اہل عراق کو تمام سہولیات سے محروم کرتے رہے (۱) کیونکہ اہل عراق حضرت علیؑ کے مکتب کا ایک اہم جز تھے۔

ب۔ حکومت کے استحکام کے لئے دولت کا سہارا:

اپنے نظام حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے اور لوگوں پر تسلط حاصل کرنے کے لئے معاویہ بیت المال کو ذریعہ بناتا تھا اور یہ اموی سیاست کا ایک اہم عنصر تھا کہ حکّام جو لوگوں کو ڈرانے یا دوسرے لوگوں کے اذہان کو خریدنے اور انکو سیاست بنی امیہ سے نزدیک کرنے کے لئے مال و دولت سے استفادہ کرتے تھے۔ بعض کو یکسر محروم اور بعض کو مالا مال کر دیتے تھے اور اس طرح ان کے ضمیر اور ان کی زبان کو خرید لیا کرتے تھے۔ (۲) معاویہ نے مصر کا تمام ٹیکس عمرو بن عاص کو دے رکھا تھا اور اسی کی لالچمیں عمرو بن عاص ساری زندگی معاویہ کا غلام بنا رہا معاویہ نے یہ قدم اس لئے اٹھایا تھا کیوں عمرو بن عاص حضرت علیؑ کی مخالفت میں معاویہ کا پورا تعاون کرتا تھا۔ (۳)

ج۔ شراء الذمم (افراد کو خریدنا):

معاویہ نے اس کے ذریعہ سے اپنی اقتصادی سیاست میں ایک نیا باب کھولا اور نہایت ہی بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ ''خدا کی قسم میں علی کے چاہنے والوں کو مال کے ذریعہ اپنی طرف کھینچ

۱۔ حیاۃ الامام الحسین ج ۲ ص ۱۲۵۔

۲۔ حیاۃ الامام حسینؑ ج ۲ ص ۱۲۷ بحوالہ اتجاحات الشعراء العربی ص ۲۷ محمد مصطفیٰ۔

۳۔ حیاۃ الامام حسین ج ۲ ص ۱۲۷ بحوالہ اتجاحات ص ۲۷ محمد مصطفیٰ۔

لوں گا یہاں تک کہ میری دنیا علی کی آخرت پر غالب آجائے گی۔(۱)

مروی ہے کہ معاویہ کے پاس اشراف عرب کا ایک قبیلہ آیا تو معاویہ نے ان میں سے ہر فرد کو ایک ایک لاکھ درہم عطا کئے لیکن فرزدق کے چچا ''حتات'' کو ۷۰ ہزار ہی دئے جب حتات کو معلوم ہوا تو اس نے معاویہ سے غصہ میں آکر اس سلسلہ میں شکایت کی معاویہ نے جواب دیا کہ تجھے شرم نہیں آتی میں نے ان لوگوں سے ان کے دین کو خریدا ہے لیکن تجھ سے تیرا دین نہیں خریدا تو حتات نے کہا کہ اس میں کون سی بڑی بات ہے میں بیچ دیتا ہوں جب معاویہ نے یہ کیفیت دیکھی تو کہا کہ اس کو بھی ایک لاکھ درہم دے دو۔(۲)

د۔نوروز کا ٹیکس:

معاویہ نے مسلمانوں پر نوروز کا بھی ٹیکس لگا رکھا تھا اور یہ ایک ایسی بدعت تھی جو اس نے بغیر کسی شرعی دلیل کے خود سے ایجاد کی تھی تا کہ اس طرح سے مسلمانوں کو کمزور بنایا جائے اور اس کی ادائیگی کے سلسلے میں لوگوں کو بیحد ڈرایا کرتا تھا مورخین لکھتے ہیں کہ یہ ٹیکس لاکھوں میں ہوا کرتا تھا یہ ایک ایسا ٹیکس تھا جس سے مسلمان مانوس ہو چکے تھے لہٰذا معاویہ کے بعد دیگر حکام بھی اسے وصولتے رہے اور مسلمانوں کو ادا کرنے پر مجبور کرتے رہے۔(۳)

۲۔تفرقہ اندازی کی سیاست:

معاویہ کی سیاست ہی یہ تھی کہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالا جائے کیوں کہ ان کا عقیدہ اور نظریہ یہ تھا کہ جب تک امت مسلمہ میں اختلاف اور تفرقہ نہیں ڈالا جائے حکومت مستحکم نہیں ہوسکتی۔معاویہ کا یہ سب سے اہم حربہ تھا جس میں وہ استاد تھا اور ہمیشہ اس کو بروئے کار لایا کرتا تھا اور اپنے دشمنوں کے لئے چاہے وہ

۱۔وقعۃ صفین ص ۴۹۵، شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۹۳۔

۲۔حیاۃ الامام حسینؑ ج ۲ ص ۱۲۸۔۱۲۹۔

۳۔حیاۃ الامام حسینؑ ج ۲ ص ۱۳۱، الحیاۃ الفکریہ فی الاسلام ص ۴۲۔

مسلمان ہوں یا نہ ہوں اسی حیلہ کو استعمال کرتا تھا اس حیلے کی اصل و اساس یہ تھی کہ وہ لوگوں کے درمیان ایسے شبہات ایجاد کرتا اور اس طرح ان کے جذبات کو بھڑکاتا تھا کہ جس کے نتیجہ میں انکے درمیان پھوٹ پڑ جاتی تھی چاہے وہ اس کے رشتہ دار اور قریبی ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ کبھی بھی دو ایسے افراد کو متفق اور متحد نہیں دیکھ سکتا تھا جو اس کے لئے خطرہ بن سکتے ہوں اور یہی چیز اس کو تفرقہ پھیلانے پر مجبور کرتی تھی۔ (۱)

الف۔ دوستداران اہلبیتؑ پر تشدد اور زیادتی:

معاویہ دوستداران اہلبیتؑ کو ستانے میں حد سے آگے نکل چکا تھا وہ ان کو مکمل طور سے نابود کرنا چاہ رہا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے احنف بن قیس اور سمرہ بن جندب کو بلایا اور کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ لوگ بہت زیادہ ہو چکے ہیں اور اب یہ لوگ پہلے والوں کی طرح بات نہیں سنتے ہیں لہذا میں ان میں سے کچھ کو قتل کر دوں گا اور کچھ کو زندہ چھوڑ دوں گا تاکہ راستے اور بازار آباد رہیں۔ (۲)

ب۔ خاندانی تعصب:

معاویہ نے لوگوں کے دلوں میں خاندانی تعصب کو دوبارہ زندہ کر دیا اور بنی امیہ نے مختلف اشعار میں انکی منظر کشی کر کے لوگوں کے درمیان پھیلا دیا تاکہ لوگ سیاسی میدان میں داخل ہی نہ ہو سکیں اور اسی میں الجھ کر رہ جائیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ معاویہ نے پرانی عداوتوں کو اوس و خزرج کے درمیان زندہ کر دیا تاکہ عالم اسلام میں انکی اہمیت و منزلت کم ہو جائے بالکل ویسے ہی اہل یمن اور اہل بصرہ کے درمیان تعصب پیدا کروا دیا اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دی تاکہ وہ کسی ایسے مسئلے پر متفق نہ ہو سکیں جو اس کی حکومت کے لئے مضر ہو۔

۱۔ حیاۃ الامام حسینؑ ج ۲ ص ۱۳۵، معاویہ فی المیزان ص ۶۴۔

۲۔ العقد الفرید ۲/۲۶۰۔

۳۔ پکڑ دھکڑ کی سیاست :

معاویہ نے امت پر پکڑ واور مار ڈالو کے طریقہ پر حکومت کی ان کے مقدسات واقدار کی توہین کرتا رہا اور صلح کے بعد یوں اعلان کیا کہ ''ہم نے مسلمانوں سے اس لئے جنگ کی اوران کا خون اس لئے بہایا تا کہ ان پر حکومت کی جا سکے اور دوسری جگہ اپنی سرکشی اور تکبر کا اعلان کرتے ہوئے یوں کہتا ہے کہ 'یہ ہمارا زمانہ ہے ہم جس کو چاہیں گے سر بلند اور جس کو چاہیں گے سرنگون کر دیں گے۔(۱)

اس کے تمام کارکنان اور والی اسی روش پر چلتے رہے۔ عتبہ بن ابی سفیان اہل مصر سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ ''خدا کی قسم تمھاری پشت پر بے حساب کوڑے برساؤں گا'' خالد قسری اہل مکہ سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ جو بھی اپنے قائد ورہبر یعنی معاویہ پر انگلی اٹھائے گا اس کو حرم کے اندر سولی پر چڑھا دوں گا۔

۴۔ معاویہ کی ہوس رانی اور دینی اقدار کی توہین :

معاویہ مطلق العنان و بے لگام کے نام سے مشہور ہو چکا تھا۔ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے: معاویہ عثمان کے زمانے میں اسلامی تعلیمات کو پیروں تلے روندرہا تھا اور طرح طرح کی برائیاں انجام دیتا تھا البتہ عمر کے دور میں عمر کے خوف کی وجہ سے کسی حد تک اس کے یہ کارنامے مخفی تھے لیکن پھر بھی ریشم کا لباس پہننا سونے چاندی کے برتن میں پانی پینا اور ایسے خچروں پر سوار ہونا جن کی زین سونے سے مزین ہوتی تھی وغیرہ اس کا معمول تھا۔ لوگوں نے اس کے بارے میں یہاں تک نقل کیا ہے کہ وہ عثمان کے دور میں شراب پیتا تھا۔(۲)

عبد اللہ بن بریرہ سے مروی ہے کہ ایک دن میں اپنے باپ کے ساتھ معاویہ کے پاس پہنچا ہم دونوں اس کی بزم میں بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد کھانا حاضر کیا گیا ہم نے کھانا کھایا پھر شراب لائی گئی جس میں سے پہلے معاویہ نے پی پھر میرے باپ نے پی اور کہا کہ جب سے رسول خدا نے اس کو حرام قرار دیا تھا میں نے

۱۔ حیاۃ الامام حسینؑ ج ۲ ص ۱۳۸۔۱۳۹۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۱۵۹۔

۲۔ حیاۃ الامام الحسین۔ ۲ر۱۴۴۔۱۴۵۔

شراب نہیں پی تھی۔(۱)اس کے علاوہ ایسی بھی روایات ہیں جن میں معاویہ کے سود کھانے کا بھی ذکر ملتا ہے مثلاً ایک مرتبہ معاویہ نے سونے کے برتن یا ایک سکہ کو اس سے زیادہ وزن کے ساتھ بیچا۔تو ابوالدرداء نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ؐ سے سنا ہے کہ آپ نے اس طرح کی خرید و فروش سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ مثل کا مثل کے ساتھ معاملہ کیا جائے تو معاویہ نے کہا کہ میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے ابوالدرداء نے کہا کہ مجھے معاویہ سے نجات دینے والا کون ہے میں اس کو رسول اللہ ؐ کی بات سناتا ہوں تو وہ مجھے اپنی رائے بتاتا ہے میں اس زمین پر تیرے ساتھ نہیں رہ سکتا جہاں تو موجود ہے اس کے بعد ابوالدرداء عمر بن خطاب کے پاس آئے اور سارا ماجرا بیان کیا تو عمر بن خطاب نے معاویہ کے نام ایک نامہ لکھا جس میں اس کو اسطرح کی خرید و فروخت کرنے سے منع کیا۔

اقدار اسلامی کی توہین کے ثبوتوں میں سے معاویہ کا ایک وہ عمل ہے جس میں اس نے زیاد ابن عتبہ رومی کو بغیر کسی شرعی بنیاد کے اپنے نسب سے ملحق کر لیا اور ابی مریم جیسے شرابی کی گواہی کو کافی سمجھا اور اس طرح رسول اکرم ؐ کے اس قول کی صراحتاً مخالفت کی۔ ﴿**الولد للفراش وللعاهر الحجر**﴾(۲)

۵۔ نبیؐ سے کینہ اور آل نبیؐ سے کھلم کھلا دشمنی کا اظہار

معاویہ کا دل نبی اکرم ؐ کے لئے حسد سے بھرا ہوا تھا یہاں تک کہ اس نے اپنے دور خلافت میں چالیس جمعہ تک رسول اکرم ؐ پر صلوات تک نہیں بھیجی۔بعض اصحاب نے اسکا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے ایسا صرف اس لئے کیا ہے تاکہ ان لوگوں کے غرور اور عزت و شرافت کو خاک میں ملا دوں۔(۳)

۱۔مسند احمد بن حنبل ۵/۳۴۷۔

۲۔حیاۃ الامام الحسنؑ بن علی (قصة الاستلحاق و اسبابها و اثارها) ج ۲،ص ۱۷۴۔۱۹۰۔

۳۔حیاۃ الامام الحسینؑ ۲/۱۵۱، النصائح الکافیة ۹۷۔

ایک مرتبہ معاویہ نے موذن کی صدا سنی جو کہہ رہا تھا کہ ''اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ'' تو معاویہ نے برجستہ کہا اے عبداللہ کے بیٹے تم بڑے بلند ہمت تھے جب تک اپنے نام کو رب العالمین کے نام کے ساتھ نہ لے آئے چین سے نہیں بیٹھے۔(۱) معاویہ نے اہل بیتؑ (جو کہ رسول کی امانت تھے) کی عظمت و اہمیت کو ختم کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت وقوت کا استعمال کیا بلکہ ان ذوات مقدسہ سے نبرد آزمائی اور انکو اسلام سے لاتعلق ثابت کرنے کے لئے خطرناک ترین وسائل کا استعمال کیا مثلاً:

۱) مقررین وخطباء کو اپنی گرفت میں لے لیا تاکہ وہ لوگوں کے دلوں کو اہل بیت اطہار کی طرف سے موڑیں۔

۲) رسول اکرم کی طرف نسبت دے کر حدیثیں گڑھی گئیں تاکہ اہل بیت کی عظمت کو پائمال کیا جاسکے اور اس سلسلہ میں ابو ہریرہ دوسی، حمزہ بن جندب، عمرو بن عاص، مغیرہ ابن شعبہ جیسے افراد کو سہارا بنایا اور انھوں نے سیکڑوں احادیث اہل بیتؑ کی منقصت میں تیار کردیں۔

۳) معاویہ نے مدارس و اساتید اور کتابوں کو بھی لوگوں کے دلوں میں بغض اہل بیتؑ ایجاد کرنے کا ذریعہ بنایا اس طرح کہ نسل درنسل یہ سلسلہ جاری رہے۔

لیکن حضرت علیؑ کے سلسلہ میں تو معاویہ کی دشمنی حد سے گذرگئی وہ کھلم کھلا اپنی خاص و عام ہر تقریر میں آپ پر لعنت بھیجا کرتا تھا (العیاذ باللہ) اور اسکے علاوہ اپنے تمام حکام و والیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ لوگوں کے درمیان اس رسم کو پھیلائیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت پر سب وشتم کی بدعت اطراف عالم اسلام تک پہنچ گئی۔

ایک مرتبہ معاویہ اہل شام کے درمیان پہنچا اور انکو خطاب کر کے یوں کہا ''ایھا الناس رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تم میرے بعد خلیفہ بنو گے لہذا اپنی خلافت کے لئے سرزمین شام کو اختیار کرنا پس میں نے تم لوگوں کو منتخب کیا ہے لہذا ابوتراب پر لعنت کیا کرو'' (۲)

۱۔ شرح نہج البلاغہ، ابن حدید، ج ۱۰، ص ۱۰۱۔

۲۔ حیاۃ الامام الحسینؑ، ۲/۱۶۰، شرح نہج البلاغہ ۳/۳۶۱۔

۶۔شیعیان اہل بیتؑ سے دشمنی:

معاویہ کے دور میں شیعہ نہایت ہی مغلوب و مقہور زندگی گزار رہے تھے اوران کے ساتھ سخت برتاؤ کیا جاتا تھاامام محمد باقرؑ اس اموی ظلم کی عکاسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿و قتلت شیعتنا بکل......﴾ ہر شہر میں شیعوں کا قتل عام ہورہا تھااور صرف گمان کی بنیاد پر انکے ہاتھ پیر کاٹ دیئے جاتے تھے۔اور جس شخص کے بارے میں ہماری محبت کا پتہ چلتا تھااس کو زندان میں ڈال دیا جاتا تھایااس کا مال واسباب لوٹ لیا جاتا تھایااس کے گھر کومنہدم کردیا جاتا تھا۔(۱)

معاویہ نے ایسے افراد کوقتل کرنے کی ٹھان لی تھی جنکا شمار شیعہ مفکرین میں ہوتا تھااور وہ شیعیت کی اصل و اساس تھے لہذااس نے ایسی ایک بڑی تعداد کوموت کے گھاٹ اتار دیا مثلاً حجر بن عدی، رشید ہجری، عمرو بن الحمق خزاعی اوراوفی بن حسن۔

معاویہ نے صرف مردوں پر اکتفانہیں کیا بلکہ اس کاظلم وستم ان کی ناموس تک بھی پہنچ گیا تاریخ میں زرقاء بنت عدی، سودہ بنت عمارہ اورام الخیر البارقیہ جیسی خواتین پر ہوئے مظالم محفوظ ہیں۔

معاویہ نے اپنے تمام حکام کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ ان کے تمام منصوبوں کونقش برآب کردیا جائے ان کے نام دیوان سے مٹادیئے جائیں، بیت المال سے ان کا عطیہ بند کردیا جائے اورکسی بھی فیصلہ میں ان کی گواہی قبول نہ کی جائے تا کہ ان کی زیادہ سے زیادہ تحقیر وتوہین ہوسکے۔

اس مختصرسی کتاب میں معاویہ کے جرائم کونہیں سمیٹا جاسکتا کیونکہ وہ اسقدرزیادہ ہیں کہ ایک مکمل کتاب کی ضرورت ہے لیکن ہم اس کے سنگین جرم کے لئے تمہیداً بعض جرائم کی طرف بھی اشارہ کریں گےاس کاعظیم و سنگین جرم وہی تھا کہ جویزید جیسے فاسق وفاجر کی ولیعہدی کی صورت میں ظاہر ہوااورجس نے امام حسینؑ کو قیام کرنے پرمجبور کردیا۔

۱۔شرح نہج البلاغہ ۱۵/۳، طبقات الکبریٰ ۹۵/۵۔

۷۔طاقت کے زور پر یزید فاسق کی بیعت:

خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں خلافت برائے نام ہی سہی لیکن بہرحال بنام اسلام تھی اور یہ خلفاء ایک حد تک خلافت رسول کے شعار کے تحت حکومت کرتے تھے اور ان کے بعد معاویہ بھی جب تخت حکومت پر بیٹھا تو شروع میں صراحتاً اور علی الاعلان رسول اکرمؐ کے مدمقابل نہیں آیا اور ظاہر میں اسلامی احکام پر عمل کرتا رہا تاکہ امت مسلمہ پر اس کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی رہے اور معاویہ کی یہی وہ چال تھی جس کو آج تک معاویہ کے اوصاف میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس طرح اس نے باطل کو اسلامی لباس میں چھپا رکھا تھا لیکن اس کا یزید جیسے فاسق و فاجر کو امت پر مسلط کرنا گویا اسلامی اقدار کی علی الاعلان پائمالی تھی کیونکہ مسلمان جانتے تھے خلافت اسلامی کوئی قیصری یا کسروی حکومت نہیں ہے کہ جو نسل در نسل وراثت کے ذریعہ منتقل ہوتی رہے بلکہ اسکا حقدار وہ شخص ہوسکتا ہے جو کتاب وسنت کا عالم اور اس پر عامل ہو نیز اسلامی احکام و تعلیمات کو اس کے ذریعہ نافذ کرسکتا ہو۔علاوہ ازایں یزید جیسے شخص کی بیعت کو امت مسلمہ کے اوپر مسلط کرنا ہی ایک عظیم جرم تھا اور اجتماعی اور سیاسی اعتبار سے بہت زیادہ خطرناک تھا۔اور اگر امام حسینؑ نے قیام کر کے دین محمدی کو نہ بچایا ہوتا تو اسلام کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔

اس جرم کی سنگینی اور شدت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم پہلے یزید کی شخصیت کو پہچانیں کہ آخر یزید تھا کون؟ کیوں اس کے اندر خلافت کی اہلیت نہیں تھی؟ اس کی بیعت کرنا اسلام کی نابودی اور دور جاہلیت کی طرف پلٹ جانے کے مترادف تھا؟

دوسری بحث

یزید بن معاویہ کون تھا؟

یزید کی حکومت اور اس کے مقابل امام حسینؑ کے موقف کو بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم یہ دیکھیں اسلام و مسلمین کی نظر میں یزید کی شخصیت کیسی ہے اور اموی گھرانے کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے۔

کسی بھی بحث کرنے والے یا مورخ کے لئے اس بات میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ بنی امیہ شروع سے لے کر آخر تک اسلام کے سخت اور شدید ترین دشمنوں میں سے رہے ہیں۔ اور یہ لوگ اسلام کے اندر اس وقت داخل ہوئے جب اسلام کے خلاف اپنے تمام حربے استعمال کر چکے اور ان کے پاس کوئی چارہ نہیں رہ گیا۔ لہذا ان لوگوں نے اسلام کا لباس پہن کر، تعلیمات اسلامی کو مٹانا شروع کر دیا اور دور جاہلیت کو پلٹانے کے لئے ہر طرح کے وسائل کو بروئے کار لائے۔

جب معاویہ اذان میں نام محمدؐ ابن عبداللہ سنتا تھا اور دیکھتا تھا کہ اس طرح تمام عالم اسلام میں اس نام کی ہر روز گلدستہ اذان سے تبلیغ ہوتی ہے تو اندر ہی اندر پیچ وتاب کھاتا تھا۔ اور اسی طرح اس گھرانے کے دوسرے حکام کی بھی یہی کیفیت تھی جو بنام اسلام حکومت تو کرتے لیکن در حقیقت اس کے قوانین، تعلیمات، احکام کو جڑ سے ختم کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔

محققین اور مورخین کے مطابق یزید بن معاویہ جسکے خلاف امام حسینؑ نے یہ موقف اختیار فرمایا حرمت اسلام کو پائمال کرنے اور فحشاء ومنکرات کو فروغ دینے میں حد سے تجاوز کر چکا تھا۔(۱)

۱۔ سیرۃ الائمہ ۲/۱۴۱۔

یزید کی ولادت ،نشونما اور اس کے صفات رذیلہ

یزید ۲۵ھ یا ۲۶ھ میں پیدا ہوا (۱)۔ اس کی ماں کا نام میسون تھا جو جدل کلبیہ کی بیٹی تھی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ میسون بنت جدل کلبیہ نے خود کو اپنے باپ کے غلام کے اختیار میں دے دیا تھا جس کے نتیجہ میں یزید پیدا ہوا۔ نسابہ کلبی نے اپنے اشعار میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

اشعار کا ترجمہ:

حرام زادے اور کلب کے غلام نے زمین کربلا پر اولاد نبی کو قتل کر دیا حرام زادے سے عبیداللہ بن زیاد اور غلام کلب سے یزید بن معاویہ مراد ہے کیونکہ وہ جدل کلبی کے غلام کے نطفہ سے وجود میں آیا تھا۔ (۲)

یزید کی جسمانی ہیئت کے بارے میں ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ وہ پر گوشت اور عظیم الجثہ تھا اور اس کے سر پر بال زیادہ تھے (۳) اس کے علاوہ باطنی صفات میں اس نے غداری، نفاق، ہتک حرمت، قلت عقل وغیرہ کو میراث میں پایا تھا۔ یہاں تک کہ مورخین نے لکھا ہے کہ یزید اپنے باپ کی طرح قسی القلب اور غدار تھا البتہ معاویہ کی طرح چالاک نہیں تھا اور اپنے اندرونی احساسات وجذبات کو معاویہ کی طرح خوبصورتی کے ساتھ چھپا لینے پر مہارت نہیں رکھتا تھا۔ اس کی پست وذلیل طبیعت سے عدالت وشفقت کی بو بھی نہیں آتی تھی۔

صرف اپنی لذت کے لئے دوسروں کو قتل کرتا اور انہیں اذیت دیا کرتا تھا۔ گویا یزید تمام برائیوں کا سرچشمہ تھا جس کی ایک دلیل اس کے اطراف میں رہنے والے افراد بھی ہیں جو عورتوں اور مردوں پر مشتمل تھے اور معاشرے کے بدترین لوگ شمار ہوتے تھے۔ (۴)

یزید اپنے ماموں جو (قبیلہ بنی کلاب سے تھا) کے ساتھ پروان چڑھا تھا جو کہ مسلمان ہونے سے پہلے مسیحی تھا اور ان کے ساتھ بالکل آزادانہ زندگی گذارتا تھا جسکے نتیجہ میں ان کے ماحول میں رنگ گیا تھا اور شراب پینا کتوں سے کھیلنا اس کا مشغلہ بن چکا تھا۔

۱۔ حیاۃ الامام الحسین -،۲/۱۷۹۔
۲۔ بحار الانوار، ۴۴/۳۰۹۔
۳۔ سیرۃ الائمہ اثنی عشر، ۲/۴۲۔
۴۔ حیاۃ الامام الحسینؑ، ۲/۱۸۱۔۱۸۲۔

شکار کی لت

یزید کے صفات عادات میں سے ایک عادت یہ بھی تھی کہ شکار کا رسیا تھا اور اکثر اوقات اسی میں گذارتا تھا۔ مورخین کے مطابق یزید بن معاویہ شکار کا بڑا شوقین تھا اور اس طرح لہو ولعب میں زندگی گذارتا تھا۔ شکاری کتوں کو سونے کے ہار یا سونے سے مزین لباس پہناتا تھا اس نے ہر کتے کی خدمت کے لئے ایک غلام معین کر رکھا تھا۔(۱)

بندروں سے دلی لگاؤ:

مورخین کا اجماع ہے کہ یزید بندروں سے کھیلتا تھا اس کے پاس ایک بندر تھا جسے وہ ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا اس کا نام بھی اس نے ابوقیس رکھ رکھا تھا۔ اپنے گلاس کا بچا ہوا مشروب اس کو پلاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ بنی اسرائیل کی ایک بزرگ شخصیت تھی جو ایک خطا کے نتیجہ میں مسخ ہوگئی۔ وہ اس بندر کو گدھے پر سوار کر کے گھوڑسواری کے مقابلہ میں شرکت کے لئے بھیجتا تھا ایک دن وہ بندر گھوڑسواری کے مقابلے میں بازی لے گیا تو یزید نے خوش ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

اے ابوقیس! گھوڑے کی لگام کو مضبوطی سے پکڑے رہو کیونکہ اگر تم گر پڑے تو گھوڑے کی خیر نہیں ہے تم نے تمام گھوڑوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

ایک مرتبہ جب اس کو مقابلہ میں بھیجا تو ہوا کے جھونکوں سے گر پڑا اور مر گیا جس کا اس کو بہت دکھ ہوا اور اس کی تکفین وتدفین کا حکم دیا اور اہل شام کو اس عظیم حادثہ پر غم منانے کا حکم دیا۔ اور یہ مرثیہ پڑھا:

ہائے کیسے کیسے صاحبان کرامت اور بزرگان ہم کو ابوقیس کی موت پر تعزیت پیش کرنے آئے ہیں اور ہم نے ان کی تعزیت کو قبول کرلیا۔

خدا مجھ کو اس قبر سے دور نہ کرے جس میں تم دفن ہو۔ اس قبر میں ایک حسن وجمال پوشیدہ ہے۔(۲)

۱۔ الفخر بن طقطقی ۴۵، تاریخ یعقوبی ۲/۲۳۰، تاریخ طبری ۴/۳۶۸، البدایہ والنہایہ ۸/۲۳۶۔۲۳۹۔

۲۔ حیاۃ الامام الحسینؑ ۲/۱۸۲ (بحوالہ جواہر المطالب ۱۴۳۔

لوگوں کے درمیان یزید کا بندروں سے کھیلنے والا یہ عمل اتنا مشہور ہو گیا تھا کہ لوگ اس کو اسی مشغلہ سے یاد کیا کرتے تھے۔ایک شخص اس کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے:

اے بندر کے دوست یزید ہم تجھ سے تھک چکے ہیں لیکن اسے کیا کہیئے کہ یزید ہے کہ نبدروں کی طرف راغب ہے۔خدا ایسے خلیفہ کو ہلاک کرے جو اس عالم میں شام کرے کہ اس کے حواری و صحابہ بندر ہیں۔(۲۱)

شراب کا بے دریغ استعمال

شراب نوشی میں یزید حد سے گذر چکا تھا ہمیشہ مستی کے عالم میں رہتا تھا اور نشہ کی شدت سے اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا ایک بار اس نے نشہ کے عالم میں یہ اشعار پڑھے:''میرے حواریین کو شراب نے جمع کر رکھا ہے اپنی اپنی لذتوں کا حصہ لے لو لیکن یہ سب کچھ ایک دن گذر جانے والا ہے''(۲)

مورخین لکھتے ہیں امام حسینؑ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن حنظلہ نے یزید کے خلاف خروج کیا اور مدینہ سے ایک گروہ لے کر شام پہنچا وہ یزید کی مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے: خدا کی قسم ہم نے یزید کے خلاف اس وقت خروج کیا جب ہمیں خوف ہونے لگا کہ کہیں ہمارے اوپر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہونے لگے کیونکہ یزید اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے زنا کرتا ہے، شراب پیتا ہے نماز کو بالائے طاق رکھ چکا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں اکیلا ہوتا تو اسے قتل کر دیتا۔(۳)

اس گروہ کے افراد بیان کرتے ہیں کہ ہم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہیں جس کا کوئی دین نہیں ہے شراب نوشی اس کا مشغلہ ہے۔(نفس مصدر) منذر بن زبیر یزید کی مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے: خدا کی قسم وہ شرابی ہے اور اتنا مست ہوتا ہے کہ نماز بھی ترک کر دیتا ہے۔(۴)

۱۔الانساب الاشراف ۲/۲۔ ۲۔حیاۃ الامام الحسینؑ ۱۸۳/۲ بحوالہ تاریخ المظفری۔

۳۔تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۳۷۲ و تاریخ خلفاء السیوطی ۸۱۔

۴۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۲۱۶/۸ و الکامل ابن اثیر ۴۵/۴۔

ابو عمر بن حفص کہتا ہے کہ خدا کی قسم یزید مستی کی حالت میں نماز چھوڑ دیا کرتا تھا۔ (۱)

اس نے شراب کی مدح میں جو اشعار کہے ہیں ان سے اس کا کفر ظاہر ہو جاتا ہے۔

اگر دین محمد میں شراب حرام ہے تو دین مسیح میں رہ کر پیو۔ (۲)

مسعودی لکھتے ہیں کہ یزید کے پاس گانے بجانے والے افراد، کتے، بندر، اور طرح طرح کے جانور تھے۔ ایک دن شہادت امام حسینؑ کے بعد شراب کی محفل سجی ہوئی تھی اس کی دائیں جانب ابن زیاد بیٹھا ہوا تھا اس نے شراب پلانے والے کو حکم دیا کہ مجھے شراب کا پیالہ دو یہاں تک کہ میں سیر ہو جاؤں۔ پھر ابن زیاد کو پلاؤ جو میرا ہمراز اور میرا امین ہے اور جہاد و مال غنیمت جمع کرنے میں میری مدد کرتا ہے۔ پھر اس نے گانے بجانے کا حکم دیا یہاں تک کہ یزید اور اس کے حواریین پر فسق و فجور غالب ہو گیا۔ بہر حال یہی وہ دور تھا کہ جب مکہ اور مدینہ میں گانا اور بجانا عام ہو چکا تھا، لوگ علی الاعلان شراب پیتے اور لہو ولعب کے آلات استعمال کرتے تھے۔ (۳)

دوسری جگہ تاکید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یزید شرابی اور مست جیسے ناموں سے مشہور ہو چکا تھا۔ (۴) یزید کے پاس کچھ مخصوص لوگ تھے جن کا کام ہی ہوس رانی اور لہو ولعب تھا۔ یزید ان کے ساتھ شراب نوشی اور غنا کے عالم میں راتیں گذارتا تھا۔ جن میں سرفہرست ایک مسیحی شاعر تھا جس کا نام اخطل تھا یہ دونوں مل کر شراب پیتے اور پھر رقص و سرود میں غرق ہو جاتے۔ یزید جب کبھی سفر پر جاتا تو اسے ساتھ رکھتا تھا۔ یزید کی ہلاکت کے بعد جب خلافت عبد الملک بن مروان کے ہاتھوں میں آئی تو یہ اس کے مقربین میں آ گیا اور اتنا قریب ہو گیا تھا کہ بغیر اجازت لئے وارد ہو جاتا تھا۔ اس کے جسم پر ریشمی جبہ اور گردن میں سونے کی چین ہوتی اور اس کی داڑھی سے شراب ٹپکتی رہتی تھی۔ (۵) معاویہ کی موجودگی میں ہی یزید کی آزادانہ اور

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ۲۱۶/۸ والکامل ۴۵/۴۔
۲۔ تتمۃ المنتھیٰ، ص ۴۳۔
۳۔ مروج الذھب ۹۴/۲۔
۴۔ مروج الذھب ۹۴/۲۔
۵۔ الآغانی ۱۷۰/۷۔

بے لگام زندگی کی وجہ سے ہی تمام صحابہ اور تابعین اس کی بیعت کرنے اور اس کے خلافت کی باگ دوڑ سنبھالنے کے مخالف تھے یزید کے اہداف و مقاصد اور منحرف اور گمراہ کن خیالات اس کے دور حکومت میں واضح ہو چکے تھے۔ یہاں تک کہ نواسہ رسول حضرت امام حسینؑ کو شہید کرنے کے بعد رسول اکرمؐ سے بھی کینہ وحسد کا اظہار کیا کرتا تھا جبکہ مسلمانوں پر آپ ہی کے نام سے حکومت کر رہا تھا۔

یزید کا کفر اور رسول اکرمؐ سے اس کا کینہ:

یزید کے دل میں رسول اکرمؐ کی طرف سے بیحد بغض وحسد پایا جاتا تھا۔ جب اس نے عترت نبی کو قتل کر دیا تو خوشی کے عالم میں تخت حکومت پر بیٹھا اور اپنے زعم ناقص میں رسول اکرمؐ سے انتقام لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس وقت اس نے کہا کہ اے کاش! آج میرے اجداد موجود ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے آل محمدؐ سے کیسے انتقام لیا ہے۔ اور پھر چند اشعار پڑھے۔ ''بنی ہاشم نے حکومت حاصل کرنے کے لئے ایک ڈھونگ رچا تھا ورنہ نہ کبھی وحی آئی اور نہ کوئی خبر، میں خندف (قبیلہ کا نام ہے) سے نہیں ہوں اگر آل محمدؐ سے انتقام نہ لے لوں''۔ (۱) بلکہ یزید نے کھلم کھلا اپنے کفر والحاد کا اس وقت اظہار کر دیا جب عبداللہ بن زبیر نے مکہ میں اس کے خلاف قیام کیا۔ یزید نے ابن زبیر کو روکنے کے لئے ایک لشکر بھیجا اور ایک خط ابن زبیر کے نام لکھا جس میں یہ شعر موجود تھا۔ ''تم آسمان سے اپنے خدا کو بلاؤ اور میں مکہ اور مشعر سے اپنے لوگوں کو بلاتا ہوں۔'' (۲)

حکومت یزید کے بعض جرائم:

مورخین لکھتے ہیں کہ یزید نے اپنی ساڑھے تین سال کی مختصر حکومت میں تین ایسے سنگین جرائم کا ارتکاب کیا کہ جنکی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

۱۔ حیاۃ الامام الحسینؑ ۲/ ۱۸۷ بہ حوالہ البدایۃ والنہایۃ ۸/ ۱۹۲۔

۲۔ مروج الذہب ۲/ ۹۵۔

۱) امام حسینؑ، آپ کے کنبہ اور اصحاب کو قتل کر کے بچوں اور بیواؤں کو اسیر کر کے اور ان کو دیار بہ دیار پھرا کر اہلبیت اطہارؑ کی حرمت پامال کی ہے۔ جبکہ یہ ہستیاں ذریت رسولؐ تھیں لاکھوں مسلمان ان کا احترام کرتے ہیں۔

۲) یزید کا دوسرا سنگین ترین جرم یہ ہے کہ اس نے واقعہ عاشورا کے بعد مدینہ رسولؐ کی حرمت کو پامال کیا، لوگوں کا قتل عام کیا اور ان کی عزت و آبرو کو لشکر شام کے لئے مباح کر دیا کیونکہ ان کا جرم یہ تھا کہ قتل حسینؑ پر راضی نہ تھے اور اس کو گناہ عظیم شمار کرتے تھے۔

۳) تیسرا جرم یہ ہے کہ اس نے مکہ کو گھیر کر کعبہ کو منہدم کیا اور اسی کعبہ میں ہزاروں بے گناہوں کو قتل کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جس کو خداوند عالم نے جائے امن قرار دیا تھا۔

یزید کی شیطانی حرکتوں کا راز:

مورخین لکھتے ہیں کہ یزید کی تعلیم و تربیت نصاریٰ کے ذریعہ ہوئی ہے لہذا اس کی سرشت میں ہی سختی، ظلم و جور اور خشونت جیسے صفات موجود تھے۔ مورخین کہتے ہیں کہ یہ اس کی مسیحی تربیت ہی کا اثر تھا جس کی وجہ سے اکثر مسیحیوں کو اپنے نزدیکی افراد میں جگہ دیتا تھا بلکہ مسیحیوں پر اس کو اس قدر اطمینان تھا کہ اپنے بیٹے کی تربیت و پرورش کی ذمہ داری بھی ایک مسیحی کے ہاتھ میں دے رکھی تھی۔(۱)

بعض مورخین نے یزید کے ان جرائم اور شاعر اخطل وغیرہ سے گہرے تعلق کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ مسیحیت کے سایہ میں پروان چڑھا تھا اور صحرائی تربیت کا حامل تھا جبکہ اس علت کو اس وقت صحیح مانا جاسکتا ہے جب یزید کی جوانی سے لے کر ولیعہدی تک اور پھر پورے دوران حکومت کی زندگی میں صحرائی زندگی اور مسیحی تربیت کے تمام آثار پائے جاتے ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو ہم کو ایسا محسوس ہی نہیں ہوتا کیونکہ عرب میں بہرحال چند ایسی اچھی خصلتیں ملتی تھیں جن کا خود اسلام نے اقرار کیا ہے مثلاً وفاداری، کرم،

۱۔ سیرۃ الائمہ الاثنی عشر ۲/۴۲، حیاۃ الامام الحسین ۲/۱۸۰ بحوالہ مناقب ۱/۷، سمو المعنی لسمو الذات ۵۹۔

ہمسایہ کا خیال اور عزت و آبرو کی حفاظت وغیرہ لیکن یزید کے یہاں ایسی کوئی چیز نہیں ملتی۔ تاریخ نے عرب کے بارے میں کہیں نہیں لکھا کہ انھوں نے کبھی اپنی بہنوں سے نکاح کیا ہو لیکن یزید کے بارے میں بہر حال ملتا ہے۔

اس کے علاوہ نصرانیت پر پیدا ہونے والے اور اپنے عادات و خصائل کے ساتھ زندگی گذارنے والے افراد جب اسلام میں داخل ہوئے تو اسلامی تعلیمات ان کی پرانی عادات و رسومات پر غالب آ گئیں، لہذا ماننا پڑے گا کہ یزید کی ذات میں پائی جانے والی شدید گمراہی کا سبب تربیت مسیحی کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا۔ یہاں تک ہم نے یزید جیسے فاسق و فاجر کی ذات کو بیان کیا جو اسلام سے مکمل طور سے برگشتہ تھا کہ جس کی قیادت میں کوئی مسلمان آگے نہیں بڑھ سکتا تھا، اور جب تک اسلام فسق و فجور کا مخالف اور عدل و تقوی کا علمبردار، سالم معاشرہ کا متمنی اور مسلمانوں کے لئے ایک مثالی قیادت وجود میں لانے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے اس وقت تک ایسے ماحول میں کسی مسلمان کو خاموش رہنے کا حق نہیں ہے۔

لہذا ضروری ہے کہ ہم امام حسینؑ کے تمام نظریوں اور فیصلوں کا غور سے مطالعہ کریں کیونکہ آپؑ ایک ایسے قائد و رہبر تھے جس کو امت مسلمہ اور رسالت الٰہیہ کی مصلحتوں کا احساس تھا۔ اور ضروری ہے کہ ہم آپ کی اس حکمت عملی کو دقیق نگاہوں سے دیکھیں۔ جس کے ذریعہ آپ اس ہولناک انحراف کی روک تھام کر رہے تھے جو لوگوں میں برق رفتاری کے ساتھ جگہ بنا رہا تھا۔

دوسری فصل

امام حسین علیہ السلام کے اقدامات

پہلی بحث

بیعت یزید کے مقابلے میں آپ کا موقف

ا۔شیطانی راہ کو قبول نہ کرنا

جب حق کا پرچم مکہ کے افق پر لہرانے لگا اور اسلام کامیاب ہونے لگا تو ابوسفیان اور معاویہ اسلام میں داخل ہو گئے لیکن ان کے دلوں میں حسد اور محمد اور آل محمدؐ سے انتقام کی آگ بھڑکی ہوئی تھی لیکن یہ لوگ اس کو چھپائے ہوئے تھے اور کافر رہنے کے بجائے بظاہر مسلمان ہو گئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ دل میں چھپا ہوا راز چیز ابوسفیان کی زبان پر جاری ہو گیا اور اس نے عثمان بن عفان سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ حکومت تیم وعدی کے بعد تم تک پہونچی ہے لہذا اس کو گیند کی مانند گھماؤ۔ میں نہ کوئی جنت جانتا ہوں نہ جہنم۔(۱)

ابوسفیان نے دوبارہ بنی امیہ کو مخاطب کر کے کہا: اے بنی امیہ اس حکومت سے گیند کی طرح کھیلو قسم اس چیز کی جس کی ابوسفیان قسم کھاتا ہے تمہارے لئے یہ میری دیرینہ تمنا تھی اور اب یہ چیز میراث میں منتقل ہوتی رہے گی۔

ا۔الاستیعاب،۲/۶۹۰

جب معاویہ نے سقیفہ کے دریچہ سے حکومت کی کرسی کو دیکھا تو اسی وقت انحراف کی بنیاد رکھی گئی اور اسلام پر خطرات کے بادل منڈلانے لگے معاویہ نے دیکھا کہ اس سے پہلے ابوبکر وعثمان تخت خلافت پر بیٹھے لیکن ان کو حالات نے اتنا موقع نہیں دیا کہ وہ معاشرے کو دور جاہلیت کی طرف پلٹاتے جبکہ حق کی آواز توحید ورسالت محمد بن عبداللہ کے ساتھ ہر روز اطراف عالم میں پھیل رہی تھی۔(۱)

وہ سیاسی انحراف جو سقیفہ سے وجود میں آیا تھا اور بہت سے لوگوں کی اس نے پرورش کی تھی معاویہ نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا اس نے لوگوں پر اس طرح استدلال کیا کہ ابوبکر کی بیعت میں نہ آسمانی نص کا دخل تھا اور نہ حکم رسولؐ کا اور اس نے اپنے بعد عمر کو خلیفہ بنا کر سیرت رسولؐ کی مخالفت کی اور عمر نے اپنے پہلے والوں کے برخلاف عمل کیا لہذا اس نے رسولؐ کی بھی مخالفت کی اور ابوبکر کی بھی۔اس منطق کے تحت معاویہ نے سوچا کہ امت مسلمہ اور رسالت کی سنت اب معاویہ کا کھلونا بن جائے گی اور یہ ویسے ہی حرکت کرے گی جیسے معاویہ چاہے گا اسی وجہ سے اس نے فیصلہ کیا کہ اپنے بعد یزید کی بیعت کروالے۔اس وقت بنی امیہ کے لئے سیاست کا میدان بالکل خالی تھا۔کیونکہ معاویہ نے جاہل وناسمجھ طبقہ کے درمیان تعصب اور فتنہ وفساد کی آگ بڑھکا رکھی تھی تاکہ وہ اسی میں الجھ کے رہ جائیں، دوسری طرف ان تمام افراد سے اپنے مصالح کی خاطر بھرپور فائدہ اٹھایا کیا جو حضرت علیؑ کے مخالف تھے، معاویہ اپنی حکومت کو مستحکم کرنے میں مہارت رکھتا تھا، اس لئے اس نے اپنے بعد یزید کی خلافت کی پلاننگ کو آشکار کرنے سے گریز کیا، کیونکہ امام حسنؑ اور آپ کے بعد امام حسینؑ امت کے درمیان خلافت کے حقیقی وارث کی صورت میں موجود تھے، دوسری بات یہ کہ معاویہ جانتا تھا، کہ خلفاء ثلاثہ میں سے کسی نے بھی اپنے بعد اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بنایا، اور پھر معاویہ ویزید کی کمزوریوں اور لہو ولعب وغیرہ سے بھی واقف تھا لہذا اس نے پہلے پوری کوشش کر کے معاملہ کو مستحکم بنایا، اور اپنی تدبیر کے ذریعہ امت کو دھوکا دیا بلکہ امت کو یزید کی بیعت قبول کرنے پر مجبور کر دیا، اس کے بعد، اس پلاننگ کو نافذ کرنے کی راہ میں موجود رکاوٹوں کو ختم کرنے کا اقدام کیا، اور

۱۔ الامامہ والسیاسۃ ۱/۱۸۹۔

نواسہ رسول امام حسنؑ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا، اس کے علاوہ کچھ ذلیل و پست افراد نے بھی اپنے مادی اغراض تک پہنچنے کے لئے ہر طرح کے وسیلہ سے استفادہ کیا، مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ (جو معاویہ کی طرف سے کوفہ کا حاکم تھا) کو معلوم ہوا کہ معاویہ اسے معزول کرنا چاہتا ہے، لہذا اس نے فوراً ایک منصوبہ تیار کیا، اور ایک ایسی چال چلی جو امت کے لئے مصائب کا پیش خیمہ تھی، وہ یزید کے پاس آیا اور اس کے کان میں چپکے سے بولا کہ معاویہ کے بعد آپ ہی خلیفہ بنیں گے، اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، معاویہ نے جب یہ دیکھا تو سوچنے لگا کہ مغیرہ اس کام میں کافی مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔ (۱)

اس نے اپنی مکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سوال کیا کہ اس معاملہ میں میری کون مدد کرے گا، مغیرہ نے جواب دیا: کہ اہل کوفہ کو سنبھالنا میری ذمہ داری ہے اور اہل بصرہ کو ابن زیاد سنبھال لے گا اور ان دوشہروں کے ہاتھ میں آجانے کے بعد پھر آپ کی کوئی مخالفت نہیں کرے گا، لہذا اس طرح مغیرہ کی حکومت کوفہ میں دوبارہ مستحکم ہوگئی وہ اس منصوبہ کو عملی شکل دینے کے لئے کوفہ واپس آیا، وہ یہ کہہ رہا تھا: کہ میں نے معاویہ کا قدم ایسی جگہ رکھ دیا کہ امت محمدیؐ جس کے نتیجہ میں اپنی منزل سے بہت دور ہوجائے گی۔ (۲)

لیکن زیاد بن ابی نے اس شیطانی منصوبہ کی مخالفت کی اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ یزید کی ذات میں پائی جانے والی خباثتوں سے واقف تھا، اور سمجھ رہا تھا کہ یہ امت مسلمہ کی قیادت نہیں کرسکتا، اسی طرح بنی امیہ کے بعض دوسرے افراد مثلاً مروان بن حکم، سعید بن عثمان بن عفان، وغیرہ بھی اپنے ارادوں کے پایہ تکمیل تک نہ پہنچنے اور لقمہ تر نہ ملنے کی وجہ سے مخالفت پر اتر آئے اور یہ لوگ بھی سر اٹھانے لگے لہذا معاویہ نے اپنے اس منصوبہ کو کچھ وقت کے لئے روک دیا اور ایک مناسب فرصت کا انتظار کرنے لگا۔ (۳)

۱۔ الکامل فی التاریخ، ج ۳، ص ۲۵۹۔ تاریخ یعقوبی ۲/ ۱۹۵۔ الامام والسیاسۃ، ۲/ ۲۶۲۔

۲۔ الکامل فی التاریخ، ۳/ ۲۴۹۔

۳۔ وفیات الاعیان، ۵/ ۳۸۹۔ الامامۃ والسیاسۃ، ۱/ ۱۸۲۔ تاریخ یعقوبی، ۲/ ۱۹۶۔

بیعت یزید کے لئے معاویہ کی سازشیں

جب معاویہ نے محسوس کیا کہ بنی امیہ کے ہی بعض افراد یزید کو خلیفہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں تو پھر اس کے حقیقی وارث امام حسنؑ اور آپ کے بعد امام حسینؑ اور بعض دیگر صحابہ کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں، لہذا اس نے امت کو فریب دینے کے لئے نئی نئی راہوں کا انتخاب کیا۔

۱۔ شعراء کو خریدنا شروع کیا تا کہ وہ یزید کی فضیلت اور قدرت وغیرہ میں اشعار کہیں اور تمام حکام و خطباء کو حکم دیا کہ وہ ان فضائل کو نشر کریں تا کہ امت یزید کی خلافت کے سامنے جھک جائے۔ (۱)

۲۔ مال و دولت کی لالچ دے کر یزید نے ان مخالفین کو خریدنا شروع کر دیا جو عقیدہ و اسلام کی خاطر یزید کے خلاف نہیں تھے بلکہ ذاتی مفادات کی بنا پر اس کے خلاف تھے۔ (۲)

۳۔ انصار کے بزرگ افراد اور رہبروں کو بلا کر ان کے سامنے خلافت یزید کے مسئلہ پر بحث کرتا تھا تا کہ ان کے درمیان موافقین و مخالفین کو پہچان سکے۔ (۳) اور ان کی کمزوریوں کو سمجھ کر ان سے غلط فائدے اٹھا سکے۔

۴۔ بنی امیہ کے ان افراد کے درمیان پھوٹ ڈالنا شروع کر دی جو خلافت کے متمنی تھے تا کہ وہ کمزور پڑ جائیں، چنانچہ مدینہ کے حاکم سعید بن عاص کو معزول کیا اور اس کی جگہ مروان بن حکم کو بھیجا اس کے بعد مروان کو معزول کر کے سعید کو بھیجا۔ (۴)

۱۔ الاغانی، ۱۷/۸۔ شعراء النصرانیہ بعد الاسلام ۲۳۴۔ ویس شیخو الیسوعی۔

۲۔ الکامل فی التاریخ، ۲۵۰/۳۔

۳۔ الکامل فی التاریخ، ۲۵۰/۳۔

۴۔ تاریخ طبری، ۱۸/۴۔

۵۔ اسلام کی نمایاں اور معاشرہ کے نزدیک محترم و مکرم سمجھی جانے والی شخصیتوں کو راستہ سے ہٹانا شروع کر دیا لہٰذا امام حسنؑ، سعد ابن ابی وقاص، عبد الرحمٰن ابن خالد، اور عبد الرحمٰن ابن ابی بکر کو شہید کروا دیا۔(۱)

۶۔ بنی ہاشم کو دبانے اور ان کے منصوبوں کو ختم کرنے کے لئے اقتصادی بحران کو ذریعہ بنایا اور یہ بھی ملتا ہے کہ ان کو مکمل ایک سال تک بیت المال سے کچھ نہ دیا کیونکہ وہ امام حسینؑ کے حامی اور بیعت یزید کے مخالف تھے۔(۲)

بیداری امت کے لئے امام حسین علیہ السلام کی کوششیں

امام حسینؑ معاویہ کے ساتھ صلح پر باقی ضرور تھے لیکن ایسا نہیں تھا کہ خاموش اور گوشہ نشین ہو کر رہ جائیں یہی وجہ تھی کہ امام حسنؑ کی شہادت کے بعد آپ حالات کے تقاضوں کا خیال رکھتے ہوئے امت کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ اس وقت آپؑ امت اور شریعت کے مقابلہ میں اپنی ذمہ داری محسوس کر رہے تھے یہی وجہ ہے کہ جب تک معاویہ کی حکومت رہی آپ امت کو منتشر اور پراگندہ ہونے سے بچاتے رہے، بلکہ زیادہ سے زیادہ ان کو معنوی قوت بخشتے رہے تا کہ امت مصیبتوں کے آگے صبر و استقامت کا دامن نہ چھوڑ دے۔

آپؑ کے چند کارنامے

۱۔ معاویہ اور بیعت یزید کی مخالفت

۲۔ امت مسلمہ کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی کوشش

۳۔ معاویہ کے جرائم کو بے نقاب کرنا

۴۔ ضائع ہو جانے والے حق کو واپس پلٹانا

۵۔ امت کو اس کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرنا۔

۱۔ مقاتل الطالبین، ۲۹۔ تاریخ طبری ۲۵۳/۵۔ الکامل فی التاریخ، ۳۵۲/۳۔

۲۔ الکامل فی التاریخ ۳۵۲/۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ۲۰۰/۱۔

معاویہ اور یزید کی بیعت کی مخالفت

امام حسینؑ نے یزید کی بیعت سے صاف انکار کر دیا، یہی کام یثرب کے دوسرے بزرگوں نے بھی کیا لہٰذا معاویہ نے طے کیا کہ خود یثرب جائے اور انکار کرنے والوں کو راضی کرے وہ ابن عباس اور امام حسینؑ کے پاس آیا نبی اکرمؐ کی تعریف و ثنا کرنے کے بعد ان دونوں سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا اور یزید کی تعریف میں بہت کچھ بیان کیا۔ امام حسینؑ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

أمّا بعد یا معاویه فلن یؤ دّي المادح و ان اطنب فی صفة الرسولؐ وقد فهمتُ ما لبست به الخلف بعد رسولؐ الله من إیجاز الصفة ، و التنکّب عن استبلاغ النعت ، و هیهات هیهات یا معاویه! ! فضح الصبح ُفحمةَ الدجیٰ ، و بهرت الشمسُ أنوار السرج ، ولقد فضّلت حتیٰ أفرطت ، و استأ ثرت حتیٰ أجحفت ، و منعت حتیٰ بخلت ، و جرت حتیٰ تجاوزت، ما بذلت لذي حق من اسم حقه من نصیب ، حتیٰ أخذ الشیطان حظّه الأوفر و نصیبه الأ کمل.

و فهمتُ ما ذکرته عن یزید من إکتماله ، و سیاسته لأمة محمدؐ ترید ان توهم الناس فی یزید کانک تصف محجوبا أو تنعت غائبا أو تخبر عما کان مما احتویته بعلم خاص ، و قد دل یزید من نفسه علی موقع رأیه ، فخذ لیزید فیما أخذ به من استفرائه الکلاب المهارشة عند النحارش ، و الحمام السبق لأترابهنّ ، و القیان ذوات المعازف ، و ضروب الملاهي ، تجده ناصراً.

ودع عنک ما تحاول ، فما أغناک أن تلقیٰ الله بوزر هذا الخلق بأکثر مما أنت لاقیه ! فو الله ما برحتَ تقدح باطلاً في جور و حنقا في ظلم حتیٰ ملأت الأسقیة ، و ما بینک و بین الموت إلا غمضة ، فتقدم علیٰ عمل محفوظ في یوم مشهود ، و لات حین مناص ، و رأیتک عرضت بنا بعد هذا الأمر ، و منعتنا عن آبائنا تراثا و لعمر اللّٰه

لقد أورثنا الرسولؐ ولادة و جئت لنا بما حججتم به القائم عند موت الرسولؐ فأذعنَ للحجة بذلک وردّه الإیمان إلیٰ النصف .

فرکبتم الأعالیل و فعلتم الأفاعیل ، و قلتم کان و یکون حتیٰ أتاک الأمر یا معاویة من طریق کان قصدها لغیرک ، فهناک فاعتبروا یا أولي الابصار .

و ذکرت قیادة الرجل القوم بعهد رسولؐ الله و تأمیره له ، وقد کان ذلک لعمرو ابن العاص یومئذ فضیلة بصحبة الرسول و ببعثه له و ما صار لعمرو یومئذ حتیٰ أنف القوم إمرته و کرهوا تقدیمه و عدوا علیه أفعاله ، فقالؐ لا جرم یا معشر المهاجرین لا یعمل علیکم بعد الیوم غیري ، فکیف تحتج بالمنسوخ س فعل الرسول في أوکد الأحکام و أولاها بالمجتمع علیه من الصواب ؟ أم کیف ضاهیت بصاحب تابعا و حولک من یؤمن فی صحبته ، و یعتمد في دینه و قرابته ، و تتخطاهم الیٰ مسرف مفتون ؟ ترید أن تلبس الناس شبهة یسعد بها الباقي في دنیاه و تشقیٰ بها في آخرتک ، إن هذا لهو الخسران المبین ، و استغفر الله لي و لکم."(۱)

امابعد؛اے معاویہ رسول خداؐ کی مدح میں ان کے صفات بیان کرنے والا چاہے جتنا مبالغہ سے کام لے آنحضرتؐ کی مدح کا حق ادا نہیں کرسکتا اور آپ کے فضائل کا ایک حصہ بھی بیان نہیں ہوسکتا۔ میں ان اجمالی صفات کا مقصد جو تونے بیان کئے ہیں اور بیعت کی کوشش کہ جس کا سہرا تو نے خلفاء ثلاثہ کے سر باندھنے کی کوشش کی ہے خوب سمجھ چکا ہوں۔اے معاویہ! افسوس اور نہایت افسوس، صبح کا نور، رات کی تاریکی پر غالب آچکا ہے اور سورج کی کرنوں نے چراغ کی ٹمٹاتی لو کو بالکل مدہم کردیا ہے۔تونے ان کی فضیلت بیان کرنے میں بہت افراط سے کام لیا ہے اور ان کو اتنا خاص بنا کر پیش کیا کہ تیری بات کا ہلکاپن خود بخود ظاہر ہوگیا۔تونے داد و دہش میں اتنی کمی کی کہ بخیل ہوگیا، اتنی جرأت کی کہ اپنی حد سے تجاوز کر بیٹھا،

۱۔حیاۃ الامام الحسین: ج۲ص۲۱۹۔۲۲۰۔

حقدار کو ذرہ برابر بھی اس کا حق نہیں دیا یہاں تک کہ شیطان نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھالیا۔

اور یزید کے بارے میں جو تو نے اس کے کمال اور امت محمدؐ پر حکومت کرنے کی بہترین صلاحیت کا تذکرہ کیا ہے اس کو بھی خوب اچھی طرح جانتا ہوں، تو لوگوں کو یزید کے بارے میں ایسے دھوکا دینا چاہتا ہے کہ گویا ان کے سامنے ایسے شخص کی تعریف کر رہا ہے جس کو وہ جانتے ہی نہ ہوں اور جس کی عادات و اطوار کو پہچانتے ہی نہ ہوں!! کیا تو کسی ایسے شخص کو پہچنوا رہا ہے جس کو صرف تو ہی جانتا ہے۔ یزید اپنے کردار کے ذریعہ اپنا تعارف خود کرا چکا ہے اگر تو یزید کو پہچنوانا چاہ رہا ہے تو اس کو آوارہ کتوں کے ساتھ وقت گزارنے، کبوتر بازی کرنے، گانا گانے، کنیزوں کے ساتھ بدمستیوں اور ساز و آواز میں مشغولیت کے ذریعہ پہچنواؤ جن کے ذریعہ خود یزید اپنی پہچان کرا چکا ہے۔

اپنی ان کوششوں سے باز آجا، تیرے گناہوں کا بوجھ کیا کم ہے جو تو لوگوں کے گناہ بھی اپنی پشت پر لیکر خدا سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ خدا کی قسم تو ہمیشہ باطل کو ظلم اور کینہ توزی کو ستمگری کے ساتھ ملا کر اختیار کرتا یہاں تک کہ لوگوں پر عام پر ہو جاتے۔ اب تیرے اور موت کے درمیان پلک جھپکنے کا بھی فاصلہ نہیں رہ گیا ہے۔ اسکے بعد تجھے خدا کی بارگاہ میں اپنے اعمال کے ساتھ حاضر ہونا ہے اور اس دن فرار کی کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم تیرے بعد (بطور میراث) یزید کی بیعت کریں اور ہمیں ہمارے باپ کی میراث سے محروم کر رہا ہے جبکہ خدا کی قسم ہم نسبی اعتبار سے بھی رسول خداؐ کے وارث ہیں۔ اور آج تو وہی دلیل لیکر ہمارے پاس بیعت مانگنے آیا ہے جو دلیل رسول خداؐ کی وفات کے بعد ہمارے پاس تھی لیکن تم لوگوں نے اس کو نہیں مانا اور آج تو اسی کے حق ہونے اور انصاف سے نزدیک ہونے کا یقین رکھتا ہے۔ اس وقت تو تم لوگوں نے بہانے کئے اور جو مرضی میں آیا وہ کیا۔ اور ادھر اُدھر کی باتیں کیں کہ یہ ہو جائے گا اور وہ ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ خلافت تیرے ہاتھوں میں چلی گئی وہ بھی اس طرح کہ کسی اور تک پہونچنے والی تھی کہ اچانک ایسا ہو گیا لہٰذا اس بات سے اے صاحبان بصیرت عبرت حاصل کرو۔

اور تو نے رسول خداؐ کے زمانے میں اس شخص (مراد عمرو عاص ہے کہ رسول خداؐ نے اسے جنگ ذات

سلاسل میں فوج کا سربراہ بنایا تھا) کی سپہ سالاری کا تذکرہ کیا ہے تو عمرو عاص کی اس وقت پیغمبرؐ کی ہمنشینی کی وجہ سے فضیلت تھی لیکن پھر بھی لوگوں کو یہ بات پسند نہیں آئی اور اس کی سپہ سالاری کو قبول نہیں کیا اور اسکی قیادت پر راضی نہیں ہوئے اور اسکی برائیوں کو ظاہر کر دیا۔ لہٰذا رسول خداؐ نے فرمایا: اے گروہ مہاجرین! آئندہ تمہاری سپہ سالاری صرف میں کروں گا۔ تو آج جہاں اسلام کے لئے ایسے سخت ترین حالات میں رسول اکرمؐ کے خود اپنے ذریعہ منسوخ کردہ اس فعل سے کیسے استدلال کر رہا ہے؟ یا کس طرح اس کی پیروی کرتے ہوئے اس کے ہمراہ ہو رہا ہے۔ جبکہ یہاں ایسی شخصیت موجود ہے کہ رسولؐ کے ساتھ جس کی مصاحبت سے اطمینان حاصل ہو چکا ہے، اور وہ اور اس کی قرابت قابل اعتماد ہے لیکن تو پھر بھی اسراف کرنے والے اور فتنوں میں پڑے ہوئے شخص کے لئے لوگوں سے بیعت مانگ رہا ہے۔ تو لوگوں کو شبہ میں ڈالنا چاہتا ہے کہ جس کا فائدہ تیرے بعد باقی رہنے والا (یزید) اٹھائے اور تو اپنی آخرت برباد کر لے۔ یہ کھلا ہوا گھاٹا ہے۔ میں اپنے اور تیرے لئے خدا سے مغفرت چاہتا ہوں''۔

معاویہ یہ سن کر بوکھلا گیا اور اس پر تمام راستے بند ہو گئے۔ اس نے ابن عباس سے کہا: ابن عباس یہ کیا ہے؟ ابن عباس نے کہا: میری جان کی قسم یہ ذریت رسولؐ، اصحاب کساء کی ایک فرد اور ان کا تعلق پاک و پاکیزہ خاندان سے ہے۔ میں ان سے تیری خواہش کے بارے میں سوال کروں گا اس وقت تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تو دوسرے لوگوں کی بیعت پر راضی رہ۔ اس بات کا فیصلہ خدا کرے گا کہ وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

یہیں سے امام حسینؑ کا معاویہ کے مقابلہ میں نظریہ بالکل واضح ہو گیا اور آپؑ نے کھلم کھلا لوگوں کو معاویہ سے مقابلہ کی دعوت دینے کا آغاز کر دیا اور ان کو اس کی دھوکہ باز سیاست سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔

امت کے اتحاد اور رائے عامہ کا ساتھ دینے کی کوشش:

اسلامی حکومت کے اطراف و جوانب سے لوگ گروہ در گروہ امام حسینؑ کے پاس آنے لگے۔ وہ سب معاویہ کے ظلم و جور سے تنگ آ کر فریاد کرتے ہوئے آپ کے پاس شکایت لے کر آتے تھے۔ اور آپ سے امت

کو اس پریشانی سے نکالنے کے لئے قیام کا مطالبہ کر رہے تھے۔

یہ ساری خبریں جاسوسوں کے ذریعہ یثرب (مدینہ) کے حاکم تک پہونچ رہی تھیں اس وقت مدینہ کا حاکم مروان بن حکم تھا اسے ان حالات سے خطرہ، محسوس ہونے لگا اور وہ اس کے نتائج سے بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا لہٰذا اس نے معاویہ کے پاس اس مضمون پر مشتمل خط لکھا: اما بعد: حسینؑ کے پاس لوگوں کا آنا جانا بہت زیادہ ہو گیا ہے خدا کی قسم اس میں میں تمہاری بھلائی نہیں دیکھ رہا ہوں۔(۱)

معاویہ امام حسینؑ کی سرگرمیوں سے پریشان ہو گیا اور آپؑ کے پاس خط لکھا: اما بعد: آپ کے بارے میں مجھے کچھ خبریں ملی ہیں اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو مجھے آپ سے ایسی امید نہیں تھی اور اگر غلط ہیں تو آپ سعید ترین فرد ہیں اپنے حصے پر قناعت کرتے ہوئے خدا کے عہد کو پورا کرتے رہیئے۔ مجھے مجبور نہ کیجئیے کہ میں آپ سے قطع تعلق کروں اور آپ کے بارے میں برائی سوچوں۔ اگر آپ میرے ساتھ برائی کیجئے گا تو میں بھی آپ کے ساتھ برا سلوک کروں گا، اگر آپ میرے خلاف سازش کریں گے تو میں بھی آپ کے خلاف چالبازی سے کام لوں گا، اے حسین: امت کے درمیان اختلاف اندازی اور اس کو فتنہ پر ابھارنے کے بارے میں خدا سے ڈریئے۔(۲)

معاویہ کے جرائم کو برملا کیا

امام حسینؑ نے معاویہ کے اس خط کے جواب میں بہت عظیم خط تحریر فرمایا جس میں آپؑ نے اسلامی حکومت میں ہونے والی تمام خونریزیوں، بے امنی اور امت اسلامیہ کی بے حرمتی کا ذمہ دار معاویہ کو ٹھہرایا اور اس میں بعض ایسے جرائم کا ذکر کیا جو معاویہ نے کھلم کھلا انجام دیئے تھے۔ خط کا مضمون یہ ہے:

أمّا بعد ، بلغني كتابك تذكر فيه أنه انتهت إليك عني أمور أنت عنها راغب و أنا بغيرها عندك جدير ، و أن الحسنات لا يهدي لها و لا يسدد إليها إلا الله تعالیٰ .

۱۔ حیاۃ الامام حسین؛ ج ۲ ص ۲۲۳۔ ۲۔ حوالہ سابق؛ ج ۲ ص ۲۲۴۔

أما ما ذكرت أنه رقىٰ إليک عني فإنه إنما رقاه إليک الملّاقون المشّاؤون بالنميمة ، المفرِّقون بينَ الجمع ، و كذب الغاوون ، ما أردت لک حربا و لا عليک خلافا ، و إني لأخشىٰ اللّه في ترک ذلک منک ، و من الإغدار فيه إليک و إلىٰ أوليائک القاسطين حزب الظلمة.

ألست قاتل حجر بن عدي أخا كندة و أصحابه المصلّين العابدين الذين كانوا ينكرون الظلم ، و يستعظمون البدع ، و يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر ، و لا يخافون في الله لومة لائم ؟ قتلتهم ظلما و عدوانا من بعد ما أعطيتهم الأيمان المغلّظة و المواثيق الموكّدة ، جرأة علىٰ الله و إستخفافا بعهده .

أولست قاتل عمرو بن الحمق الخزاعى صاحب رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم العبد الصالح الذي أنلته العبادة فنحل جسمه و أصفر لونه ؟ فقتلته بعد ما أمنته و اعطيته ما لو فهمته العصم لنزلت من رؤوس الجبال .

أولست بمدعي زياد بن سمية المولود على فراش عبيد ثقيف ، فزعمت أنه أبن أبيک ؟ و قد قال رسول اللّه صلىٰ الله عليه و آله وسلم" الولد للفراش و للعاهر الحجر" فتركت سنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم تعمدا ، و تبعت هواک بغير هدىً من اللّٰه ثم سلطته علىٰ أهل الإسلام يقتلهم و يقطع أيديهم و أرجلهم و يسمل أعينهم و يصلبهم علىٰ جذوع النخل ،كأنک لست من هذه الأمّة و ليسوا منک .

أوَلست قاتل الحضرمي الذي كتب فيه إليک زياد أنه علىٰ دين علي كرم اللّٰه وجهه ، فكتبت إليه أن اقتل كل من كان علىٰ دين علي؟ فقتلهم و مثل بهم بأمرک ، و دين علي هو دين ابن عمّه صلىٰ اللّٰه عليه و آله وسلم الذى أجلسک مجلسک الذي أنت فيه ، و لو لا ذلک لكان شرفک و شرف آبائک تجشم الرحلتين رحلة الشتاء و رحلة الصيف

و قلت فيما قلت : أنظر لنفسک و دينک و لأمّة محمد صلى اللّه عليه و آله وسلم و اتّق شقّ عصا هذه الأمّة و أن تردّهم إلىٰ فتنةٍ ، و إنّي لا أعلم فتنةً أعظم علىٰ هذه الأمّة من ولايتک عليها ، و لا أعظم لنفسي ولديني و لأمة محمد صلىٰ اللّه عليه و آله وسلم أفضل من أن أجاهرک ، فإن فعلت فإنّه قربة الىٰ اللّه ، و إن تركته فإني أستغفر اللّه لديني و أساله توفيقه لإرشاد امري .

و قلت فيما قلت: إني إن أنكرتک تنكرني ، و إن أكدک تكدني ، فكدني ما بدا لک ، فإني أرجو أن لا يضرني كيدک ، و أن لا يكون علىٰ أحدٍ أضرّ منه علىٰ نفسک ، لأنک قد ركبت جهلک و تحرصت علىٰ نقض عهدک ، و لعمري ما وفيت بشرط ، و لقد نقضت عهدک بقتل هؤلاء النفر الذين قتلتهم بعد الصلح و الأيمان و العهود و المواثيق ، فقتلتهم من غير أن يكونوا قاتلوا أو قتلوا ، ولم تفعل ذلک بهم إلا لذكرهم فضلنا و تعظيمهم حقنا، مخافة أمر لعلک إن لم تقتلهم مت قبل أن يفعلوا ، أو ماتوا قبل أن يدركوا .

فأبشر يا معاوية بالقصاص ، و استيقن بالحساب ، و اعلم أن لِلّه تعالىٰ كتاباً لا يغادر صغيرةً و لا كبيرةً إلا أحصاها ، و ليس اللّه بناس لأخذک بالظنة ، و قتلک أولياءه علىٰ التهم ، و نفيک إياهم من دورهم إلىٰ دار الغربة ، و أخذک النّاس ببيعة إبنک الغلام الحدث يشرب الشراب ، و يلعب بالكلاب ، ما أراک الا قد خسرت نفسک ، و بترت دينک ، و غششت رعيتک ، و سمعت مقالة السفيه الجاهل ، و أخفت الورع التقي"(۱)

"امابعد! تیرا خط ملا جس میں تو نے تذکرہ کیا ہے کہ تجھے میرے بارے میں ایسے امور کی خبر ملی ہے کہ جس کی تجھے مجھ سے امید نہیں تھی۔ اور تیرے نزدیک میرا ان امور کو انجام نہ دینا بہتر تھا اور نیکیوں کی طرف ہدایت

کرنا صرف خدا کی ذمہ داری ہے۔

جو باتیں تو نے میرے بارے میں سنی ہیں وہ ایسے لوگوں نے پہونچائی ہیں جو چاپلوس، چغلخور، تفرقہ پھیلانے والے اور دین سے پھر جانے والے اور جھوٹے ہیں۔ میرا تجھ سے نہ تو جنگ کا ارادہ ہے اور نہ ہی اختلاف کی آواز اٹھانے کا۔ اگر چہ میں تجھ سے اور تیرے پیمان شکن اور ظالم ساتھیوں سے جنگ نہ کرنے کے سلسلہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

کیا تو حجر بن عدی کندی اور ان کے ساتھیوں کا قاتل نہیں ہے کہ جو نمازی، عبادت گزار، ظلم و جور کا انکار کرنے والے تھے اور بدعتوں کو دین کے لئے مہلک خطرناک جانتے تھے یہ لوگ نیکیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے تھے اور خدا کے سلسلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔ تو نے انکو امان دینے کا پکا وعدہ کیا پھر بڑی بڑی قسمیں کھانے کے باوجود ظالمانہ انداز سے انہیں قتل کر دیا اور خدا کی عظیم قسم اور پکے وعدے کو اپنے ہی پیروں تلے روند ڈالا۔

کیا تو صحابی رسولؐ اور عبد صالح عمرو بن حمق خزاعی کا قاتل نہیں، کہ جن کا جسم عبادت خدا کی وجہ سے گھل گیا تھا اور رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ تو نے ان سے بھی ایسے وعدے کئے تھے اور انہیں امان دی تھی کہ اگر ہرنوں سے ایسے وعدے کیئے جاتے تو وہ پہاڑ کی چوٹیوں کو چھوڑ کر بے خوف و خطر نیچے اتر آتے۔ کیا تو ہی وہ نہیں ہے کہ جو زیاد بن ابیہ کہ جو غلام ثقیف کے بستر پر پیدا ہوا تھا اور تو نے اسے اپنے باپ کا بیٹا قرار دیا جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کہ ''بیٹا صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے'' تو نے جان بوجھ کر سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترک کر کے اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی پھر تو نے اس کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا اور اس نے مسلمانوں کو قتل کرنا ان کے ہاتھ پیر کاٹنا ان کی آنکھیں نکالنا اور ان کو سولی پر چڑھانا شروع کر دیا جیسے کہ تو اس امت میں نہیں ہے اور وہ لوگ مسلمان ہی نہیں ہیں۔

۱۔ حیاۃ الامام الحسینؑ: ۲/۲۳۵، نقل از الامامۃ والسیاسۃ: ۱/۲۸۴؛ الدرجات الرفیعہ/۳۳۴؛ الغدیر: ۱۰/۱۶۱۔

کیا تو حضرمی کا قاتل نہیں؟ کہ جس کے بارے میں زیاد نے لکھا کہ وہ علی علیہ السلام کے دین پر ہیں تو تو نے اس کے پاس لکھا کہ جو بھی علیؑ کے دین پر ہو اسے قتل کر دو اور اس نے بھی علیؑ کے پیروکاروں کو قتل کیا اور ان کی لاشوں کا مثلہ کر دیا۔ جب کہ علیؑ کا دین ان کے چچازاد بھائی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہے کہ جن کی وجہ سے آج تو تخت خلافت پر بیٹھا ہے اگر وہ نہ ہوتے تو تیرا اور تیرے آباء واجداد کا شرف سردی اور گرمی کے سفر تک ہی محدود رہتا۔

تو نے لکھا ہے: ''اپنے دین کی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی فکر کیجئے اور امت میں اختلاف پھیلانے اور انھیں فتنہ میں ڈالنے سے پرہیز کیجئے'' میں اس امت کے لئے تیری حکومت سے بڑا فتنہ کچھ نہیں سمجھتا اور اپنی، اپنے دین اور امت اسلامی کی بھلائی کے سلسلہ میں تجھ سے جنگ کرنے سے بہتر کچھ نہیں سمجھتا اور میں یہ اگر کر سکا تو یہ میرے لئے قربت خدا کا باعث ہے اور نہ کر سکا تو اپنے دین کے بارے میں خدا سے مغفرت کا طلبگار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ مجھے میری ذمہ داری کے سلسلہ میں توفیق عنایت فرمائے۔

تو نے لکھا ہے: اگر آپ میرے ساتھ برا کریں گے تو میں بھی آپ کے ساتھ برا سلوک کروں گا اور اگر میرے خلاف سازش کیجئے گا تو میں بھی آپ کے خلاف چالبازی سے کام لوں گا''۔ تو اے معاویہ! جو تجھ سے ہو سکے کر کے دیکھ لے تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ تیری مکاری کا نقصان تجھے ہی ہوگا کیونکہ تو اپنے جہل کی سواری پر سوار ہے۔ اور وعدہ خلافی تیری طینت بن چکا ہے خدا کی قسم تو نے کبھی وعدہ وفائی نہیں کی بلکہ ان افراد کو قتل کر کے اپنے عہد و پیمان اور قسم کو توڑ دیا اور ان افراد کو تو نے بے خطا قتل کیا ہے ان کا جرم یہ تھا کہ یہ ہماری افضلیت کے قائل تھے اور ہمارے حق کی تعظیم کرتے تھے۔

پس اے معاویہ اب قصاص کے لئے تیار ہو جا اور حساب و کتاب کی تیاری کر لے۔ اور جان لے خدا کے پاس ایسا نامۂ اعمال ہے کہ جس میں ہر چھوٹا بڑا عمل موجود ہے اور خداوند عالم تیرے جرائم مثلاً صرف گمان کی بنیاد پر قتل کر دینے، اس کے اولیاء کو تہمت کی وجہ سے تہ تیغ کرنے، ان کو اپنے گھروں سے نکال کر شہر بدر کرنے اور اپنے شرابخوار اور سگ باز بیٹے کی لوگوں سے بیعت لینے کو معاف نہیں کرے گا۔

میں نے صرف یہی دیکھا ہے کہ تو نے اپنے آپ کو نقصان میں رکھا، اپنے دین کو برباد کیا اپنی رعایا کو دھوکا دیا جاہل اور بے وقوف کی باتوں کو مانا اور متقی اور پاکیزہ انسان کی باتوں کو بہت حقیر سمجھا ہے۔

اس زمانے میں اس خط کے علاوہ اور کوئی ایسی سیاسی دستاویز نہیں ملتی کہ جس نے اس طرح معاویہ کے جرائم کو سر عام ظاہر کیا ہو یہ خط ظلم اور استبداد کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔

ضائع شدہ حق کا پلٹانا:

معاویہ بیت المال کی زیادہ تر دولت اپنی حکومت کی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے خرچ کرتا تھا اسی طرح بنی امیہ کے سیاسی اور اجتماعی مرکز (شام) کی تقویت کے لئے وافر مقدار میں دولت بنی امیہ کے افراد کے حوالہ کرتا تھا امام حسین علیہ السلام اس سیاست سے پریشان تھے اور ضرورت محسوس کرتے تھے کہ کسی طرح یہ بیت المال معاویہ کے غاصب پنجوں سے نکالا جائے۔ کیونکہ معاویہ کی حکومت کسی بھی طرح سے شرعی نہیں تھی اور صرف قتل و غارت اور فریب و مکاری کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی چنانچہ ایک مرتبہ یمن سے کچھ مال یثرب کے راستے سے شام کے خزانہ کے لئے جا رہا تھا امام حسین علیہ السلام نے یہ مال ضبط کر کے ضرورت مند لوگوں میں تقسیم کر دیا اور معاویہ کے پاس مندرجہ ذیل مضمون کا خط لکھا:

”من الحسين بن علي الیٰ معاوية بن أبی سفيان ، أما بعد فإن عيرا مرت بنا من اليمن تحمل مالا و حللا و عنبرا و طيبا إليک لتودعها خزائن دمشق و تعل بها بعد النهل بني أبيک و إني أحتجتُ أليها فأخذتها ، و السلام“.

”یہ خط حسین بن علی کی جانب سے معاویہ بن ابی سفیان کے لے ہے؛ اما بعد!“ یمن کا ایک قافلہ یہاں سے گذرا جو مال و دولت، لباس، عنبر اور مختلف قسم کے عطر لے کر جا رہا تھا تاکہ یہ ساری چیزیں شام کے خزانہ میں ڈال دی جائیں اور تو اس کے ذریعہ اپنے خاندان والوں کا پیٹ بھرتا رہے۔ مجھے

(غریبوں میں تقسیم کرنے کے لئے) اس مال کی ضرورت تھی لہٰذا میں نے اسے ضبط کرلیا ہے۔ والسلام"۔(۱)

تو معاویہ نے جواب میں لکھا: یہ خط بندۂ خدا، امیر المومنین معاویہ کی طرف سے حسینؑ بن علیؑ کے نام ہے۔ آپ پر سلام، اما بعد: مجھے آپ کا خط ملا جس میں آپ نے یمن کے قافلہ کا واقعہ لکھا ہے اور تحریر کیا ہے کہ چونکہ آپ کو اس کی ضرورت تھی لہٰذا آپ نے اسے ضبط کرلیا آپ کو اسے ضبط کرنے کا حق نہیں تھا کیونکہ وہ مجھ سے منسوب تھا اور والی اس مال کا زیادہ حقدار ہوتا ہے اور اس کو خرچ کرنا اسی کی ذمہ داری ہے۔ خدا کی قسم اگر آپ اس مال کو میرے پاس آنے دیتے تو میں آپ کا حصہ آپ تک پہونچانے میں بخل نہیں کرتا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ کے ذہن میں کچھ کرنے کی فکر ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ کام میری زندگی ہی میں ہو جائے میں آپ کے ارادوں کو جانتا ہوں لیکن پھر بھی آپ کے خلاف کچھ کرنے سے گریز کر رہا ہوں۔ لیکن خدا کی قسم میں ڈرتا ہوں کہ آپ کا واسطہ کسی ایسے شخص سے پڑے کہ جو آپ کو ذرہ برابر بھی مہلت نہ دے۔(۲)

امام حسین علیہ السلام نے اپنے اس عمل کے ذریعہ بتا دیا کہ غیر شرعی خلیفہ کو مسلمانوں کے بیت المال میں تصرف کا حق نہیں بلکہ یہ حق حقیقی حاکم شرع کو ہے اور حاکم شرع امام حسین علیہ السلام خود ہیں کہ جن کو اسلامی معیار کے مطابق بیت المال سے خرچ کرنے کا حق ہے۔ آپ نے اپنے خط کے ذریعہ بتا دیا کہ آپؑ معاویہ کو قانونی اور شرعی خلیفہ نہیں مانتے ہیں کیونکہ آپ نے دیگر افراد کی طرح اس کو امیر المومنین کہہ کر خطاب نہیں فرمایا اسی وجہ سے معاویہ نے امام حسین علیہ السلام کے اقدام کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی اور امام حسین علیہ السلام کے جوابی خط میں اپنے آپ کو امیر المومنین اور والی مسلمین جیسے القاب سے موصوف کیا۔ لیکن وہ اپنی اس کوشش میں ناکام ہو گیا اور امام حسینؑ کا انقلاب رہتی دنیا تک تمام مسلمانوں کے لئے

۱۔ نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج۴ص ۳۲۷۔ طبع اول؛ ناسخ التواریخ: ج۱ص ۱۹۵۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ۳۲۷/۴؛ ناسخ التواریخ: ۱۹۵/۱۔

اسلامی معیار اور حق و باطل کے درمیان حد فاصل معین کرنے والا ہو گیا جب کہ مسلمانوں نے معاویہ کے اقدام کو کوئی اہمیت نہیں دی اور اسے حقیقت کی پردہ پوشی اور رائے عامہ کی گمراہی کا ذریعہ قرار دیا۔
امام کا یہ موقف واضح اشارہ ہے کہ آپ معاویہ کی حکومت اور اس کے تصرفات پر معترض تھے اور حق و عدالت الٰہی پر قائم حکومت کے خواہاں تھے۔

امت کو اپنی ذمہ داری کا احساس دلانا:

امام حسین علیہ السلام نے حج کے موسم میں مکہ میں عوامی سطح پر ایک سیاسی جلسہ رکھا اور اس میں مہاجرین، انصار، تابعین اور دور دراز سے حج کے لئے آئے ہوئے تمام مسلمانوں کو دعوت دی۔ اس جلسہ میں آپؑ نے خطبہ دیا اور اس میں معاویہ کی طرف سے عترت پیغمبر علیہم السلام اور شیعیان اہلبیتؑ پر ڈھائے جانے والے ظلم و ستم کا تذکرہ کیا اور اہل بیت علیہم السلام کے فضائل کی پردہ پوشی میں شدت اور انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ عطا کردہ حق سے محروم رکھے جانے کی طرف اشارہ کیا اور تمام حاضرین کے اوپر لازم قرار دیا کہ یہ باتیں تمام مسلمانوں تک پہونچائیں اس جلسہ کی پوری تفصیل اور امام حسین علیہ السلام کے اس خطبہ کا تذکرہ سلیم بن قیس نے اپنی روایت میں اس طرح کیا ہے:

معاویہ کی موت سے ایک سال پہلے حسین بن علیؑ، عبد اللہ بن عباسؓ اور عبد اللہ بن جعفرؓ حج کے لئے گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے تمام بنی ہاشم، ان کی خواتین، غلام اور انصار میں سے جو لوگ حج کے لئے آئے تھے اور جو بھی آپؑ اور آپؑ کے اہل بیت ان کو جانتے تھے، سب کو جمع کیا پھر اپنے بہت سے نمائندوں کو بھیجا اور ان سے کہا: جتنے بھی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں موجود ہیں اور اصلاح نفس اور زہد و تقویٰ میں معروف ہیں، سب کو اکٹھا کرو چنانچہ سات سو سے زیادہ تابعین اور دو سو اصحاب ایک بڑے خیمہ میں جمع ہو گئے آپ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اور فرمایا:

أمّا بعد ؛ فإن هذا الطاغية –يعني معاوية –قد فعل بنا و بشيعتنا ما قد رأيتم و علمتم و

شهدتم ، و إني أريد أن أسألكم عن شئ فإن صدقت فصدقوني ، و إن كذبت فكذبوني ، إسمعوا مقالتي و اكتموا قولي ، ثم ارجعوا إلىٰ أمصاركم و قبائلكم فمن أمنتم من الناس ، و وثقتم به فادعوهم إلىٰ ما تعلمون ، فإني أخاف أن يندرس هذا الحق و يذهب، و الله متم نوره و لو كره الكافرون .

اس باغی شخص (معاویہ) نے جو کچھ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے ساتھ برا سلوک کیا اسے تم لوگوں نے دیکھا اور اس کے گواہ ہو۔ اب میں تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں اگر میں تمہارے نزدیک سچ کہوں تو اس کی تصدیق کرنا اور اگر تمہاری دانست میں غلط بیانی سے کام لوں تو اس کی تکذیب کرنا میری بات سنو اور اسے محفوظ کرلو پھر جب تم اپنے وطن لوٹ کے جاؤ تو اپنے قابل اطمینان افراد کو اس چیز کی طرف دعوت دینا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ حق نیست و نابود نہ ہو جائے اگر چہ اللہ اپنے نور کو کامل کر کے رہے گا چاہے کافرین پر گراں ہی کیوں نہ گذرے"۔

راوی کہتا ہے: جو کچھ اہل بیتؑ کی شان میں خداوند عالم نے نازل کیا تھا امام حسینؑ نے سب کی تلاوت کی اور تفسیر بیان فرمائی۔ اور جو کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کے والد بزرگوار، برادر گرامی، والدۂ ماجدہ اور خود آپؑ کے بارے میں بیان فرمایا تھا سب کچھ بیان فرمایا اور ہر ہر بات پر اصحاب کہتے تھے: ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے یہ سب کچھ سنا ہے اور ہم اس کے گواہ ہیں۔ جن چیزوں کے بارے میں امام حسین علیہ السلام نے لوگوں سے قسم دیگر اقرار کرایا وہ یہ ہے:

" أنشدكم اللّه ، أتعلمون أن علي بن أبي طالب كان أخا رسول اللّه حين آخىٰ بين أصحابه فآخىٰ بينه و بين نفسه ، و قال : أنت أخي و أنا أخوک في الدنيا و الآخرة ؟ قالوا: أللّهم نعم ، قال: أنشدكم اللّه هل تعلمون أنّ رسول اللّه اشترىٰ موضع مسجده و منازله فابتناه ثم إبتني فيه عشرة منازل تسعة له ، و جعل عاشرها فی وسطها لأبي ، ثم سد كل باب شارع إلىٰ المسجد غير بابه ؟ فتكلم في ذلک من تكلم ، فقال : ما أنا

سددت أبوابكم و فتحت بابه ، ولكن الله أمرني بسد أبوابكم و فتح بابه ، ثم نهى الناس أن يناموا في المسجد غيره ، و كان يجنب في المسجد و منزله في منزل رسول الله ، فولد لرسول الله و له فيه أولاد، قالوا: أللّهم نعم ، قال: أفتعلمون أنّ عمر بن الخطاب حرص علىٰ كوة قدر عينه يدعها في منزله إلىٰ المسجد فأبىٰ عليه ، ثم خطب فقال : إن الله أمرني أن أبني مسجدا طاهرا لا يسكنه غيري و غير أخي و بنيه ؟ قالوا :أللّهم نعم ، قال : أنشدكم الله أتعلمون أن رسول الله قال في غزوة تبوك: أنت مني بمنزلة هارون من موسىٰ ، و أنت ولي كل مومن بعدي ؟ قالوا: اللّهم نعم ، قال : أنشدكم الله أتعلمون أن رسول الله (صلى الله عليه و آله وسلم) حين دعا النصارىٰ من أهل نجران إلىٰ المباهلة لم يات إلا به و بصاحبته و ابنيه ؟ قالوا: اللّهم نعم ، قال أنشدكم الله أتعلمون أن رسول الله دفع إليه اللواء يوم خيبر ، ثم قال : لأدفعه إلىٰ رجل يحبه الله و رسوله و يحب الله و رسوله الله (صلى الله عليه و آله وسلم) وبعثه ببرائة و قال: لا يبلغ عني إلا أنا أو رجل مني ؟ قالوا : اللّهم نعم ، قال :أتعلمون أن رسول الله لم تنزل به شدة قط إلا قدمه لها ثقة به و أنه لم يدعه باسمه قط ، إلا يقول يا أخي ؟ قالوا : اللهم نعم ، قال :

أتعلمون أن رسول الله قضىٰ بينه و بين جعفر و زيد فقال : يا علي أنت مني و أنا منك و أنت ولي كل مومن بعدي ؟ قالوا اللّهم نعم ، قال : أتعلمون أنه كانت له من رسول الله (صلى الله عليه و آله وسلم) كل يوم خلوة ، و كل ليلة دخلة ، إذا سأله أعطاه ، و إذا سكت أبداه؟ قالوا : اللّهم نعم ، قال: أتعلمون أن رسول الله فضله علىٰ جعفر و حمزة حين قال لفاطمة (عليها السلام) : زوجتک خير أهل بيتي أقدمهم سلما و أعظمهم حلما و أكثرهم علما؟ قالوا: اللهم نعم ، قال:

أتعلمون أن رسول الله (صلى الله عليه و آله وسلم) قال : أنا سيد ولدٓ آدم، و أخي

علي سيد العرب و فاطمة سيدة نساء أهل الجنة ؟ و الحسن و الحسين إبناي سيدا شباب أهل الجنة ، قالوا : اللّهم نعم ، قال:

أتعلمون أن رسول اللّه (صلى اللّه عليه و آله وسلم) أمره بغسله ، و أخبره أن جبرئيل يعينه عليه ؟ قالوا : اللهم نعم ، قال :

أتعلمون أن رسول اللّه (صلى اللّه عليه و آله وسلم) قال في آخر خطبة خطبها : أيها الناس ! إني تركت فيكم الثقلين كتاب اللّه و أهل بيتي فتمسكوا بهما لن تضلوا ؟ قالوا: اللهم نعم .

میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں؛ کیا تم جانتے ہو کہ حضرت علی بن ابی طالب رسول اللہ کے بھائی تھے جس وقت پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان عقد اخوت پڑھوایا اور اپنے اور حضرت علیؑ کے درمیان صیغہ اخوت جاری کیا اور فرمایا اے علیؑ دنیا وآخرت میں تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں سب نے کہا ہاں خدا کی قسم۔

آپؑ نے فرمایا تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد اور اپنے گھر کے لئے جگہ خرید کر مسجد اور گھر بنائے اور پھر اس میں دس کمرے بنائے جس میں نو کمرے اپنے لئے اور ان کے درمیان ایک کمرہ میرے بابا کے لئے بنایا۔ پھر مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کر دیا سوائے میرے بابا کے دروازے کے جس پر اعتراض کرنے والوں نے اعتراض کیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے خود سے تمہارے گھر کے دروازے کو بند کر کے علیؑ کے گھر کے دروازے کو نہیں کھولا ہے بلکہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے گھروں کے دروازے بند کر دوں اور علیؑ کے دروازے کو کھلا رہنے دوں پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں جنابت کی حالت میں سوائے میرے بابا کے تمام لوگوں کو مسجد میں سونے سے منع کیا وہ مسجد میں رہتے رہے اور ان کا گھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں تھا پھر اسی گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ کے فرزند متولد ہوئے سب

نے کہا ہاں خدا کی قسم۔ آپؑ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ عمر بن خطاب اپنے گھر سے مسجد کی طرف ایک چھوٹا سا سوراخ کھولنا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بھی اجازت نہیں دی اور ان کو منع کر دیا اور فرمایا کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ایک ایسی پاکیزہ مسجد بناؤں جس میں میرے، علیؑ اور ان کی اولاد کے علاوہ کسی اور کو ہر حالت میں قیام کا حق نہ ہو سب نے کہا ہاں خدا کی قسم۔ آپ نے فرمایا تم کو خدا کی قسم کیا تم جانتے ہو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ تبوک میں علیؑ سے فرمایا تھا کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی اور تم میرے بعد ہر مومن کے رہبر اور پیشوا ہو سب نے کہا ہاں خدا کی قسم۔

آپؑ نے فرمایا: تم کو خدا کی قسم کیا تم جانتے ہو کہ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ کو مباہلہ کے لئے دعوت دی تھی تو آپؑ علیؑ، ان کی زوجہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور ان کے فرزند (حسن و حسین علیہما السلام) کے علاوہ کسی اور کو نہیں لائے۔ سب نے کہا ہاں خدا کی قسم۔

آپؑ نے فرمایا: تم کو خدا کی قسم کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خیبر میں علم، علیؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ میں علم اس کو دے رہا ہوں جس کو خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں وہ بھی خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے جو مسلسل دشمن پر حملے کرتا ہو اور فرار نہ کرتا ہو اور خدا جنگ خیبر کو اس کے ذریعہ فتح کرے گا سب نے کہا ہاں خدا کی قسم! آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سورۂ برأت کی تبلیغکے لئے بھیجا اور فرمایا کہ میری جانب سے کوئی پیام نہیں پہونچا تا مگر یہ کہ خود میں یا جو مجھ سے ہو سب نے کہا ہاں خدا کی قسم۔

آپؑ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کوئی مشکل اور سختی پیش نہیں آتی مگر یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ کو اس کے لئے بھیجتے تھے اس لئے کہ ان پر اطمینان رکھتے تھے اور کبھی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کا نام لے کر نہیں پکارا بلکہ ہمیشہ کہا: (یا اخی) اے میرے بھائی سب نے کہا ہاں خدا کی قسم۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ، جعفر اور زید کے درمیان فیصلہ کیا

تھا اور فرمایا تھا اے علیؑ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور تم میرے بعد ہر مومن کے رہبر ہو سب نے کہا ہاں خدا کی قسم۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ علیؑ ہر روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کرتے تھے اور ہر شب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر جاتے تھے اور جو بھی سوال کرتے تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا جواب دیتے تھے اور جب علیؑ خاموش بیٹھ جاتے تھے تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کلام کرنا شروع کر دیتے تھے سب نے کہا ہاں خدا کی قسم۔

آپؑ نے فرمایا: جانتے ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کو جعفر اور حمزہ پر فضیلت و برتری دی جس وقت حضرت فاطمہ زہراؑ سے فرمایا تھا اے فاطمہ میں نے تیری شادی اپنے خاندان کے سب سے بہتر فرد سے کی ہے جو ان میں سب سے پہلے اسلام لایا، جس کا صبر سب سے زیادہ اور علم سب سے زیادہ ہے سب نے کہا ہاں جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمام انسانوں کا سردار ہوں اور میرا بھائی علیؑ تمام عربوں کا سردار ہے اور فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بہشت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں اور میرے دو فرزند حسنؑ اور حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں سب نے کہا ہاں جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کو حکم دیا تھا کہ وہ آنحضرت کو غسل دیں اور ان کو بتایا تھا کہ جبرئیل غسل دینے میں ان کی مدد کریں گے۔ سب نے کہا ہاں جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا تھا میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کتاب خدا اور میری عترت ان دونوں سے متمسک رہنا تاکہ کبھی گمراہ نہ ہو جاؤ۔ سب نے کہا ہاں جانتے ہیں۔

اس طرح آپؑ نے، جو کچھ بھی قرآن میں علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے بارے میں خاص طور سے اور بہ طور عموم اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوا تھا یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا

تھا اس میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا اور ایک ایک کر کے سب کچھ بیان فرمادیا اور اصحاب کہتے رہے: خدا کی قسم یہ سب ہم نے سنا ہے اور تابعین کہتے تھے: یہ سب ہم سے فلاں اور فلاں نے کہ جو ہمارے نزدیک موثق ہیں بیان کیا ہے۔

پھر آپؑ نے ان کو قسم دی کہ کیا انھوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے:

من زعم أنه يحبني و يبغض علياً فقد كذب ، ليس يحبني و هو يبغض عليا، فقال له قائل : يا رسول الله و كيف ذلک ؟ قال : لأنه مني و أنا منه ، من أحبه فقد أحبني و من أحبني فقد أحب الله ، و من أبغضه فقد أبغضني ، و من أبغضني فقد أبغض الله ؟ فقالوا: اللهم نعم ، قد سمعناه ، و تفرقوا علیٰ ذلک (۱)

جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے درحالیکہ وہ علیؑ سے بغض رکھتا ہے یقیناً وہ جھوٹا ہے۔ جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ علیؑ سے بغض نہیں رکھ سکتا: کسی نے سوال کیا: یارسولؐ اللہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟۔ آپؐ نے فرمایا کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جو اس کو دوست رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس سے اللہ محبت کرتا ہے اور جو اس سے دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے دشمنی رکھتا ہے اور جو مجھ سے دشمنی رکھتا ہے اس سے اللہ دشمنی رکھتا ہے۔'' سب نے کہا: ہاں۔ خدا کی قسم ہم نے سنا ہے۔ اور پھر سب لوگ واپس چلے گئے۔

۱۔ کتاب سلیم بن قیس: ۳۲۳ ۳۲۳ تحقیق: محمد باقر انصاری۔

معاویہ کی ہلاکت:

معاویہ ۶۰ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔

معاویہ اپنی موت کے وقت مطمئن نہیں تھا وہ درد سے تڑپ رہا تھا۔ رمسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگنے اور ان کے مال کو لوٹنے کے بارے میں جزع وفزع کر رہا تھا، اسے دمشق میں موت آئی اور آخری وقت میں اپنے اس بیٹے کے دیدار سے محروم رہا کہ جس کے لئے اس نے خلافت کو غصب کیا تھا اور اسے مسلمانوں کے اوپر مسلط کیا تھا۔ مورخین کے بقول یزید اس وقت اپنے باپ کو مرض الموت میں چھوڑ کر شکار، شراب کے سرور اور گانا گانے والیوں کے نغموں میں مست تھا۔

دوسری بحث

حکومت یزید اور انقلاب امام حسین علیہ السلام

انقلاب کی ابتدا:

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان کی تمام تر حکومتی بدعنوانیوں (کہ جن میں سے بعض کا تذکرہ ہو چکا ہے) کے باوجود امام حسین علیہ السلام نے اس کو حکومت سے ہٹانے کے لئے قیام نہیں کیا کیونکہ آپ امام حسن علیہ السلام کے ذریعہ معاویہ کے ساتھ کی گئی صلح کے پابند تھے۔

امام حسین علیہ السلام کے اختیار کردہ موقف کے بارے میں مؤرخین لکھتے ہیں:
امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد عراق کے شیعوں نے سرگرمیاں شروع کیں اور امام حسین علیہ السلام کے پاس معاویہ کو معزول کرنے اور آپؑ کی بیعت کرنے کے بارے میں خطوط لکھے لیکن آپؑ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے اور معاویہ کے درمیان ایک عہد ہے اس کی مدت تمام ہونے سے پہلے اس کا توڑنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن جب معاویہ کا انتقال ہو گیا تو آپؑ نے اس مسئلہ پر غور کیا۔(۱)

یہیں سے شیعوں اور حکومت کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ معاویہ کی موت کے بعد امام حسین ہر طرح کی ذمہ داری سے بری ہو جائیں گے اور پھر حکومتی نظام کے خلاف آپ کا انقلاب شروع ہو جائے گا جس کو یزید نے (ولیعہدی کی صورت میں) غصب کر رکھا ہے۔ اسی وجہ سے اس پست حکومت کی نظر میں امام حسین علیہ السلام سب سے بڑے خطرے کی شکل اختیار کر گئے تھے۔

۱۔ الارشاد: ۳۲/۲۔

حاکم مدینہ کے نام یزید کا خط

مؤرخین لکھتے ہیں: یزید نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کے نام خط لکھا کہ حسین علیہ السلام سے بغیر کسی تاخیر کے فورا بیعت لے لو۔ دوسری تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ خط کا مضمون یہ تھا: جیسے ہی میرا خط تمہارے پاس پہونچے حسینؑ بن علیؑ اور عبداللہ بن زبیر کو بلاؤ اور ان سے بیعت لے لو۔ اگر وہ انکار کریں تو ان کی گردن اڑا دو اور ان کے سروں کو میرے پاس بھیج دو اور دیگر تمام افراد سے بھی بیعت لے لو جو بھی انکار کرے اس کے سلسلہ میں (سر کاٹنے کا) میرا حکم جاری کرو۔(۱)

ولید کا مروان بن حکم سے مشورہ

ولید، یزید کے حکم پر عمل کرنے کے سلسلہ میں پریشان ہوگیا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ نتیجہ چاہے جو بھی ہو امام حسین علیہ السلام یزید کی بیعت نہیں کرسکتے۔ لہٰذا اس کو ضرورت محسوس ہوئی کہ خاندان اموی کے بزرگ، مروان بن حکم سے مشورہ کرے لہٰذا اس نے مروان کو بلا بھیجا۔ مروان نے اسے مشورہ دیا کہ: انھیں (۲) ابھی بلاؤ اور یزید کی بیعت اور اس کی اطاعت کی دعوت دو۔ اگر وہ قبول کرلیں تو ٹھیک ہے اور اگر انکار کریں تو معاویہ کی موت کی خبر پہونچنے سے پہلے انھیں قتل کر ڈالو کیونکہ ان لوگوں کو معاویہ کے مرنے کی خبر مل گئی تو ان میں سے ہر ایک ہاتھ سے نکل جائے گا جھگڑا کرے گا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دے گا اور مجھے ڈر ہے کہ اس وقت تمہارے لئے ایسے حالات پیدا ہو جائیں جو کبھی تمہارے سامنے پیش نہیں آتے۔ ہاں! ان میں سے عبداللہ بن عمر اس سلسلہ میں جھگڑا نہیں کریں گے۔

۱۔ تاریخ یعقوبی؛ ۲/۲۱۵۔

۲۔ یہاں پر ''انھیں'' سے مراد امام حسین علیہ السلام، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر ہیں کیونکہ بعض تاریخی مصادر سے پتہ چلتا ہے کہ یزید کے خط میں ان کے نام کی صراحت تھی مثلاً تاریخ طبری: ۶/۸۴۔

اور حسینؑ بن علیؑ یزید کی بیعت کے سلسلہ میں تمہاری بات نہیں مان سکتے اور نہ ہی اس کی اطاعت پر راضی ہوسکتے ہیں خدا کی قسم اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو حسینؑ کو ایک کلمہ کی بھی مہلت نہ دیتا بلکہ ان کی گردن اڑا دیتا بعد میں چاہے جو بھی ہوتا۔(۱)

ولید (جو کہ بنی امیہ میں تجربہ کار شخص تھا) کو یہ بات بہت گراں گذری اس نے مروان سے کہا: اے کاش! ولید پیدا نہ ہوا ہوتا اور کوئی قابل ذکر شئے نہ ہوتا۔(۲)

مروان نے اس بات پر اس کا مذاق اڑایا اور بولا: جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر فریاد مت کرو آل ابوتراب قدیم زمانہ سے ہمارے دشمن ہیں۔ ولید نے اس کو غصہ میں ڈانٹتے ہوئے کہا: اے مروان تجھ پر لعنت ہو۔ اپنی زبان کو لگام دے اور فرزند فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے سلسلہ میں زبان سنبھال کر بات کر، اس لئے کہ وہ نبوت کی یادگار ہیں۔(۳)

آخر کار دونوں میں یہ طے پایا کہ امام حسین علیہ السلام کو بلا کر پوری بات ان کے سامنے رکھ دی جائے تا کہ اس سلسلہ میں ان کا ردعمل معلوم ہوسکے۔

امام حسین علیہ السلام ولید کے دربار میں:

ولید نے امام حسین علیہ السلام کو رات میں بلوایا۔ آپؑ اس وقت مسجد میں تھے کہ ولید کا قاصد آپہونچا۔ اس وقت تک مرگ معاویہ کی خبر لوگوں کے درمیان مشہور نہیں ہوئی تھی۔ امام حسین علیہ السلام سمجھ گئے کہ ولید نے یہی خبر دینے اور شام سے آئے ہوئے حکم کے تحت نئے حاکم کے لئے بیعت لینے کے لئے بلایا ہے۔ حسین علیہ السلام نے اپنے چاہنے والوں بھائیوں اور بھتیجوں کو بلایا اور انہیں صورتحال سے آگاہ کیا اور ان

۱۔ حیاۃ الامام الحسین علیہ السلام: ۲/۲۵۔

۲۔ سابق حوالہ: ۲/۲۵۱۔

۳۔ گذشتہ حوالہ: ۲/۲۵۱۔

سے کہا کہ: یقیناً وہ مجھے ایسے کام کی دعوت دے گا کہ میں اس کو انجام نہیں دے سکتا۔(۱) پھر آپ نے سب کو اسلحہ ساتھ لے کر چلنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: میرے ساتھ رہنا، جب میں دربار میں داخل ہو جاؤں تو تم دروازے پر رک جانا۔ اگر میری آواز کو بلند ہوتے ہوئے سنو تو اندر داخل ہو جانا۔(۲)

آپ ولید کے دربار میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں مروان بھی موجود ہے جب کہ ان دونوں کے درمیان تعلقات منقطع تھے۔ آپؑ نے فرمایا: ''الصلة خير من القطيعة ، و الصلح خير من الفساد ، و قد آن لكما أن تجتمعا ، أصلح الله ذات بينكما''(۳)

مل کر رہنا، قطع تعلق اور صلح، فساد سے بہتر ہے آخر تم لوگوں کے مل بیٹھنے کا وقت آ ہی گیا، خدا تمہارے درمیان صلح کرائے۔

پھر ولید نے آپ کو معاویہ کے مرنے کی خبر سنائی آپ نے کلمۂ استرجاع (انّا للّه وانّا اليه راجعون) جاری کیا۔ اس کے بعد ولید نے یزید کا خط آپ کو پڑھ کر سنایا بیعت کا تذکرہ کیا۔ آپؑ نے فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ میری پوشیدہ بیعت تیرے لئے کافی ہوگی۔

ولید نے کہا: آپؑ درست فرماتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: تو ٹھیک ہے صبح ہونے دو پھر دیکھتے ہیں اس سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ ولید نے کہا: پس آپؑ خدا کا نام لے کر چلے جایئے اور صبح لوگوں کے ساتھ تشریف لایئے گا۔ اتنے میں مروان بول اٹھا: خدا کی قسم اگر حسینؑ اس وقت تیرے ہاتھ سے نکل گئے اور تو نے بیعت نہ لی تو بہت زیادہ خون خرابے کے بغیر تیرے ہاتھ آنے والے نہیں ہیں لہٰذا انھیں روک لو کہ یہ بیعت کئے بغیر یہاں سے جانے نہ پائیں یا ان کی گردن اڑا دو۔

یہ سنتے ہی امام علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

'' أنت يا ابن الزرقاء تقتلني أم هو؟ كذبت و اللّه و أثمت ''

۱۔ اعلام الوریٰ: ۱/۴۳۴۔ روضۃ الواعظین ۱۷۱؛ مقتل ابو مخنف: ۱۲۷ور تذکرہ الخواص: ۲۱۳۔

۲۔ الارشاد: ۲/۳۳۔ ۳۔ حیاۃ الامام الحسین علیہ السلام: ۲/۲۵۴۔

''اے نیلگوں چشم عورت کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا یا یہ خدا کی قسم تو جھوٹ بولتا ہے اور معصیت کار ہے'' یہ کہہ کر آپؑ اپنے چاہنے والوں کے جھرمٹ میں واپس آ گئے۔

مروان نے ولید سے کہا: تو نے میری بات نہیں مانی۔ خدا کی قسم اب تجھے ایسا موقع نہیں ملنے والا ہے۔ ولید نے اس سے کہا: اے مروان تجھ پر لعنت ہو، تو مجھے ایسا کام کرنے کو کہہ رہا ہے جس سے میرا دین برباد ہو جائے گا۔ خدا کی قسم اگر مشرق سے مغرب تک پوری دنیا حسینؑ کے قتل کے بدلہ میں مجھے دی جائے تو میں اسے قبول نہیں کر سکتا۔ سبحان اللہ! میں حسینؑ کو صرف اس بات پر قتل کر ڈالوں کہ انہوں نے بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ خدا کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ حسینؑ کو قتل کرنے والے سے زیادہ روز قیامت خدا کے نزدیک کسی کا نامۂ اعمال سیاہ ہو سکتا ہے۔(۱)

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بعد میں امام حسین علیہ السلام اور مروان کے درمیان گفتگو میں سخت گرما گرمی ہوئی اور حسین علیہ السلام نے صراحت کے ساتھ اپنا نقطۂ نظریہ کہتے ہوئے بیان فرمادیا:

''إنا أهل بيت النبوة و معدن الرّسالة و مختلف الملائكة و محل الرحمة ، بنا فتح اللّه و بنا ختم و يزيد رجل فاسق شارب الخمر قاتل النفس المحترمة معلن بالفسق و مثلي لا يبايع مثله ، و لكن نصبح و تصبحون و ننظر و تنظرون أينا أحق بالخلافة و البيعة ''(۲)

ہم نبوت کے اہل بیت، رسالت کی کان، ملائکہ کے آمد و رفت اور نزول رحمت پروردگار کا مرکز ہیں۔ خدا کی نعمتوں کی ابتدا بھی ہم ہی سے ہے اور انتہا بھی ہم ہی پر ہے۔ جب کہ یزید، فاسق، شرابی، بے گناہوں کا قاتل اور کھلم کھلا فسق و فجور کرنے والا آدمی ہے یاد رکھ مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا لیکن صبح تک تو

۱۔ الارشاد: ۲/۳۳۔۳۴۔

۲۔ مقتل الحسینؑ (مقرم): ۱۴۴، اور اعلام الوریٰ: ۱/۴۳۵۔

بھی صبر کر ہم بھی صبر کرتے ہیں پھر تو بھی دیکھنا اور ہم دیکھیں گے کہ خلافت اور بیعت کا حقدار میں ہوں یا یزید۔

امام حسین علیہ السلام مروان کے ساتھ

جس رات امام حسینؑ نے یزید کی بیعت کا انکار کیا تھا اس کے دوسرے دن صبح کو راستہ میں آپ کی ملاقات مروان بن حکم سے ہوئی مروان بولا: میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں اگر آپ نے میری بات غور سے سنی اور اس پر عمل کیا اسی میں آپ کے لئے خیر ہے اور یہی آپ کے حق میں بہتر ہے امامؑ نے فرمایا: ''مروان تو کیا کہنا چاہتا ہے؟

مروان بولا: میں آپ کو امیر المومنین یزید کی بیعت کا مشورہ دیتا ہوں یہ آپ کے دین اور دنیا دونوں کے لئے بہتر ہے۔ امام حسینؑ نے اس کے اس مشورہ کو اپنے اس فصیح و بلیغ اور منطقی جملہ کے ذریعہ ٹھکرا دیا'' **علی الاسلام السلام اذ قد بليت الامة براع مثل يزيد.... سمعت جدی رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم یقول: الخلافة محرمة على آل ابی سفيان و على الطلقاء و ابناء الطلقاء فاذا رأيتم معاوية على منبری فابقروا بطنه، فو الله لقد رآه اهل المدينة على منبر جدی فلم يفعلوا ما امروا به''(۱)**

اگر اسلام کا رہبر یزید جیسا فاسق و فاجر ہو جائے تو ایسے اسلام کو ہمارا سلام ... میں نے اپنے جد بزرگوار رسول اکرمؐ کو کہتے ہوئے سنا ہے: خلافت آل ابوسفیان اور آزاد شدہ فرد اور اس کے فرزندوں پر حرام ہے۔ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اس کا پیٹ چاک کر دینا۔ خدا کی قسم اہل مدینہ نے اس کو میرے جد کے منبر پر دیکھا لیکن رسولؐ کے اس فرمان پر عمل نہیں کیا۔

۱۔ الفتوح (ابن اعثم): ۵/۱۷؛ اور مقتل حسینؑ، خوارزمی: ۱/۱۸۴۔

دوسری رات امامؑ کا مدینہ سے کوچ

مورخین نے ذکر کیا ہے کہ امام حسینؑ نے وہ رات اپنے گھر پر گذاری۔ وہ شب شنبہ ۲۷ ررجب ۶۰ھ کی شب تھی۔ ولید بن عتبہ نے یزید کی بیعت کے لئے عبداللہ بن زبیر کو قاصد بھیج کر بلوایا مگر وہ نہیں آیا اور اسی رات مدینہ سے مکہ کی طرف راہ فرار اختیار کرلی۔ جب صبح ہوئی تو ولید نے بنی امیہ کی غلامی کا دم بھرنے والے اَسّی گھڑسواروں کو اس کے سراغ میں بھیجا لیکن وہ اسے نہ پاسکے اور واپس پلٹ آئے۔ اسی دن یعنی روز شنبہ مغرب کے وقت ولید نے امام حسینؑ کے پاس اپنے قاصد بھیجے تا کہ آپ دربار میں حاضر ہوں اور یزید بن معاویہ کی بیعت کریں امامؑ نے ان لوگوں سے کہا صبح ہوجانے دو پھر اس مسئلہ کے بارے میں ہم اپنی رائے کا اعلان کریں گے۔ امامؑ کے اس جملہ کے بعد ولید اور اس کے ساتھی اس رات امامؑ سے دستبردار ہوگئے اور بیعت یزید پر اصرار نہیں کیا۔

امام حسینؑ اسی رات کی صبح میں ۲۸ ررجب کو مدینے سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے، آپ کے ہمراہ آپ کی اولاد، بھتیجے، بھائی اور محمد بن حنیفہ کے علاوہ تمام اہل بیت تھے، جب محمد بن حنیفہ کو معلوم ہوا کہ آپ مدینے سے کہیں جارہے ہیں تو آپ نے امامؑ سے کہا: اے بھائی آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور عزیز ہیں اور میں پوری کائنات میں سب سے زیادہ آپ کا خیر خواہ ہوں اور آپ اس کے مستحق بھی ہیں، میری رائے یہ ہے کہ آپ یزید بن معاویہ کی بیعت نہ کیجئے اور حتی الامکان جن شہروں میں یزید کا زیادہ اثر ہے ان سے بھی دور رہئے اور اپنے قاصدوں اور نمائندوں کو بھیج کر لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیجئے اگر لوگ آپؑ کی بیعت کرلیتے ہیں تو اس پر خدا کی حمد کیجئے اور اگر لوگوں نے آپ کے علاوہ کسی اور کی بیعت کرلی تو اس سے آپؑ کے دین اور عقل وخرد کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور نہ ہی آپ کے فضل وکمال میں کمی ہوگی، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپؑ ان شہروں میں سے کسی شہر میں داخل ہوں تو لوگوں کے درمیان اختلاف ہوجائے اور کچھ لوگ آپؑ کے حامی اور کچھ لوگ مخالف ہوجائیں پھر آپس میں کشت وخون کریں اور آپؑ سب سے پہلے ان نیزوں کا نشانہ بنیں جس کے نتیجہ میں ماں باپ اور ذاتی کمالات کے لحاظ سے

امت کے سب سے افضل انسان کا خون رائگاں چلا جائے اور اس کے اہل و عیال ذلیل ہو جائیں۔

امام حسینؑ نے آپ سے فرمایا: اے بھائی پھر میں کہاں جاؤں؟ تو محمد حنیفہ نے کہا: آپؑ مکہ میں ٹھہرئیے اگر آپؑ کو مکہ میں چین وسکون ہو اور وہاں آپؑ محفوظ ہوں تو ٹھیک ہے وہیں رہئے ورنہ آپؑ پہاڑوں اور صحراؤں کا رخ کیجئے اور ایک شہر سے دوسرے کسی شہر جاتے رہئے یہاں تک کہ لوگوں کی رائے معلوم ہو جائے اور خلافت کا مسئلہ قطعی حل ہو جائے کسی اور مہم کے درپیش ہونے پر بے شک آپ کی رای سب سے صحیح اور پختہ ہوتی ہے۔

امامؑ نے آپ سے کہا ''یا أخي قد نصحت و اشفقت و ارجو ان یکون رأیک سد یدا موفقاً'' اے بھائی تم نے میری بھلائی چاہی اور میرے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کیا اور مجھے توقع ہے کہ تمہاری رائے صحیح اور سبب کامیابی ہوگی۔(۱)

پھر امام حسینؑ اس آیۂ مبارکہ کی تلاوت کرتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے ''فخرج منها خائفا یترقب قال رب نجني من القوم الظالمین'' پس (جناب) موسیٰ خوف و وحشت کے عالم میں مصر سے نکلے اور کہا پروردگارا! مجھے ظالموں کی قوم سے نجات عطا کر!(۲)

امام حسین علیہ السلام کی وصیتیں

مدینے سے روانگی سے پہلے امامؑ نے کئی وصیتیں لکھیں، ان میں سے ایک محمد بن حنیفہ کے نام بھی تحریر فرمائی جس کا مضمون یہ ہے:

''هذا ما أوصیٰ به الحسین بن علي إلي أخیه محمد بن الحنفیة ، أن الحسین یشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شریک له ، و أن محمدا عبده و رسوله جاء بالحق من عنده ،

۱۔ الارشاد/۳۵۔

۲۔ قصص: ۲۱/۲۸۔

وأن الجنة حق و النار حق ، و الساعة آتية لا ريب فيها ، و أن اللّه يبعث من في القبور و إني لم أخرج أشرا و لا بطرا و لا مفسدا و لا ظالما ، و إنما خرجت لطلب الإصلاح في أمة جدي ، أريد أن آمر بالمعروف و أنهىٰ عن المنكر و أسير بسيرة جدي و أبي علي بن أبي طالب ، فمن قبلني بقبول الحق فاللّه أولىٰ بالحق ، و من رد علي هذا أصبر حتىٰ يقضي اللّه بيني و بين القوم و هو خير الحاكمين".

یہ اپنے بھائی محمد حنیفہ کے نام حسین بن علیؑ کی وصیت ہے حسین گواہی دیتے ہیں کہ سوائے خدائے وحدہ لاشریک کے کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول برحق ہیں، اور جنت و جہنم حق ہیں اور قیامت بلاشک وشبہ آنے والی ہے اور اللہ یقیناً مردوں کو قبروں سے اٹھائے گا میرے قیام کا مقصد بغاوت، ریاکاری اور ظلم وفساد نہیں ہے میں فقط اصلاح امت رسول کے لئے نکل رہا ہوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں اور اپنے نانا اور بابا علیؑ بن ابی طالب کی سیرت پر چلنا چاہتا ہوں، جو کوئی مجھے میرے حق کے ساتھ قبول کرے تو حق اللہ اور اس کے نبیؐ کے ساتھ ہے اور اگر کوئی میرا انکار کرے گا تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کردے گا اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔(۱)

اور ایک وصیت آپؑ نے ام المومنین ام سلمہ کے نام بھی تحریر فرمائی جس میں آپؑ نے اپنے بعد ہونے والے امام کی علامتیں بیان کی ہیں ۔ روایت میں ہے کہ جب امامؑ نے مدینے سے نکلنے کا ارادہ کیا تو ام المومنین ام سلمیٰ آپ کے پاس تشریف لائیں اور کہا: ائے میرے لال عراق کی طرف جاکر مجھے غم واندوہ میں مبتلا نہ کرو اس لئے کہ میں نے تمہارے نانا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ عراق کی ایک سرزمین پر قتل کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہوگا تو آپ نے ان سے فرمایا:

۱۔ مقتل الحسینؑ، للمقرم/۱۵۶۔

"يا أماه و أنا و الله أعلم ذلک ، و أني مقتول لا محالة ، و ليس لي من هذا بد ، و إني و الله لأعرف اليوم الذي أقتل فيه ، و أعرف من يقتلني ، و أعرف البقعة التي أدفن فيها ، وإني أعرف من يقتل من أهل بيتي و قرابتي و شيعتي ، و إن أردت يا أماه أريک حفرتي و مضجعي"

اے مادر گرامی واللہ میں یہ بات جانتا ہوں کہمیں یقیناً قتل کیا جاؤں گا، مجھے اس سے ہرگز چھٹکارا نہیں ہے اور واللہ میں وہ دن بھی جانتا ہوں جس دن قتل کیا جاؤں گا، میں اپنے قاتل اور جائے قبر کو بھی پہچانتا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ میرے اہل بیتؑ رشتہ داروں اور شیعوں میں سے کون کون قتل ہوگا اور اے مادر گرامی اگر آپ چاہیں تو میں اپنی قتل گاہ آپ کو دکھا بھی سکتا ہوں۔

پھر آپؑ نے کربلا کی سمت اشارہ کیا، دوسری زمینیں پست ہوگئیں اور آپ نے ام المومنین ام سلمٰی کو اپنی قتل گاہ، جائے قبر اور لشکر کے ٹھہرنے کی جگہ اور اپنے کھڑے ہونے کا مقام سب کچھ دکھا دیا تو ام سلمٰی نے بہت شدید گریہ کیا اور آپ کو خدا کے سپرد کیا، امام حسینؑ نے آپ سے فرمایا:

"يا أماه قد شاء الله عزوجل أن يراني مقتولا مذبوحا ظلما و عدوانا ، و قد شاء أن يرىٰ حرمي و رهطي و نسائي مشردين ، و أطفالي مذبوحين مظلومين مأسورين مقيدين ، و هم يستغيثون فلا يجدون ناصرا و لا معينا".

اے مادر گرامی خدائے عزوجل چاہتا ہے کہ وہ مجھے ظلم و جور کے ساتھ اپنی راہ میں مقتول و مذبوح دیکھے اور اس کی مشیت کا تقاضا ہے کہ میرے اہل حرم، اہل خاندان اور میری خواتین کو دیار بدیار پھرایا جائے میرے بچے ذبح ہوں اور اسیری کی سختیاں برداشت کریں اور وہ آواز استغاثہ بلند کریں مگر کسی کو اپنا معین و مددگار نہ پائیں۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ام سلمہ نے کہا: میرے پاس وہ مٹی موجود ہے جسے تمہارے نانا نے شیشہ میں رکھ کر دیا تھا تو آپ نے فرمایا: واللہ مجھے اسی طرح قتل کیا جائے گا حتی اگر میں عراق کی طرف نہ جاؤں

تب بھی یہ لوگ مجھے ضرور قتل کریں گے پھر آپؑ نے (اپنی قبر کی) تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور اس کو بھی شیشہ میں رکھ دیا اور پھر ام سلمہ کے حوالے کر دیا اور کہا اس شیشہ کو بھی وہیں رکھ دیجئے جہاں میرے نانا کا دیا ہوا شیشہ رکھا ہے جب ان دونوں سے خون ابلنے لگے تو سمجھ لیجئے گا کہ میں قتل ہو گیا ہوں۔(۱)

اور طوسی نے حسین بن سعید اور انہوں نے حماد بن عیسیٰ اور انھوں نے ربعی بن عبداللہ اور انہوں نے فضیل بن یسار سے روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا: جب امام حسینؑ نے عراق کی طرف روانگی کا ارادہ کیا اور ہمسر پیغمبر ام سلمیٰ کو اپنی وصیت اور خطوط وغیرہ سپرد کر چکے تو فرمایا: ''إذا أتاک أکبر ولدي فادفعي إليه ما قد دفعت إليک'' جب میرا سب سے بڑا بیٹا آپ کے پاس آئے تو میں نے جو کچھ آپ کے سپرد کیا ہے اسے دے دیجئے گا۔ چنانچہ شہادت حسینؑ کے بعد حضرت علی ابن الحسینؑ ام سلمہ کے پاس آئے اور انھوں نے یہ ساری چیزیں امام سجادؑ کے سپرد کر دیں۔(۲)

اور علی بن یونس عاملی نے ''الصراط المستقیم'' میں اس نص صریح کو بیان کرنے کے بعد جسے امام حسینؑ نے امام سجادؑ کی امامت کے بارے میں فرمایا تھا کہتے ہیں: امام حسینؑ نے وصیت لکھ کر ام سلمیٰ کو دے دی اور اس کے مطالبہ کو امامت کی علامت قرار دیا یعنی جو شخص ام سلمیٰ سے اس وصیت کو طلب کرے وہ امام ہوگا چنانچہ امام زین العابدینؑ نے واقعہ کربلا کے بعد اس کا مطالبہ فرمایا۔

مکہ کی طرف امامؑ کا سفر

مورخین لکھتے ہیں کہ مکہ جانے کے لئے امامؑ نے عام شاہراہ کا انتخاب کیا تو آپؑ کے اہل بیتؑ نے کہا کہ اگر عبداللہ بن زبیر کی طرح آپ بھی نامانوس راستہ سے چلتے تو آپؑ کو دشمنوں کا خطرہ نہ ہوتا تو آپؑ نے فرمایا: ''نہیں واللہ ایسا ہرگز نہیں کروں گا میں قضاء الٰہی کا منتظر ہوں۔(۳) امام عالی مقام تیسری شعبان کو شب جمعہ

۱۔ بحار الانوار: ۴۴/۲۳۱/۳۳؛ العوالم: ۱۷/۱۸۰؛ ینابیع المودہ: ۴۰۵ بکت ام سلمہ بکاءً شدیداً تک ہے۔

۲۔ الغیبۃ للطوسی: ۱۱۸ ح ۱۴۸؛ اثبات الهداۃ: ۵/۲۱۴۔

۳۔ الفتوح: ۵/۲۴؛ ینابیع المودۃ/۴۰۳؛ الارشاد للمفید: ۲/۳۵۔

قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے ﴿و لما توجه تلقاء مدين قال عسیٰ ربی أن يهديني سواء السبيل ﴾ اور جب موسیٰ مدین کی جانب متوجہ ہوئے تو کہا مجھے امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے راستہ کی ہدایت کرے گا۔(۱)

جب آپ نے مکہ میں قیام فرمایا تو اہل مکہ اور دور دراز سے عمرہ اور خانۂ خدا کی زیارت کے لئے آنے والے برابر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور اس وقت عبداللہ بن زبیر بھی مکہ میں تھا وہ کعبہ ہی کے پاس رہتا تھا اور (ریاکاری کے لئے) مسلسل نماز وطواف میں مشغول رہتا تھا اور لوگوں کے ساتھ وہ بھی کبھی دو دن لگاتار اور کبھی ایک دن فاصلہ کر کے امام حسینؑ سے ملنے کے لئے آتا رہتا تھا لیکن مکہ میں امام کا وجود اس پر بہت گراں تھا چونکہ وہ جانتا تھا کہ امام حسینؑ کی موجودگی میں اہل حجاز اس کی بیعت نہیں کریں گے اور امام حسینؑ کی اطاعت اور عظمت لوگوں کے درمیان اس سے کہیں زیادہ ہے۔(۲)

۱۔ القصص:۲۲۔

۲۔ الارشاد۲/۳۶؛ بحار الانوار:۴۴/۳۳۲۔

تیسری بحث

انقلاب کے اسباب وعلل

بہت مشکل ہے کہ انقلاب حسینیؑ کے تمام اسباب کو سمجھا جا سکے کیونکہ یہ ایسا انقلاب تھا کہ زمانے گذر جانے کے بعد بھی دلوں میں شہ رگ حیات کا کام کر رہا ہے اور ظلم سے انکار اور قربانی کے جذبہ کو زندہ رکھے ہوئے ہے اور ایک مدت گذر جانے کے بعد بھی ہر انقلابی کی سیدھے راستہ کی طرف ہدایت اور بڑے مقصد تک پہونچنے کے لئے جان و مال کی قربانی پیش کرنے کے جذبہ کو ہموار کر رہا ہے۔ یہ ایک ایسا نقلاب تھا کہ جس نے اسلامی تعلیمات کو ظالم اور دنیا پرست حکام کی ہوا و ہوس کی نذر ہونے سے بچالیا اور امت اسلامیہ کے شعور کو بیدار کر دیا۔ یہاں تک مسلمان حق کے حقدار تک پہونچنے کا مطالبہ کرنے لگے۔

بطور خلاصہ ہم اس انقلاب کے اہم اسباب کو اس انقلاب کے سربراہ امام حسینؑ کی شخصیت کی معرفت کے ساتھ ساتھ آپؑ کے اقوال اور انقلاب کے آثار کے ذریعہ سمجھ سکتے ہیں۔ جب حر کے لشکر نے آپؑ کو گھیر لیا اور کسی بھی طرف جانے کی مہلت نہ دی تو آپؑ نے مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

"أیھا الناس ، ان رسول اللّٰہ قال : من رایٰ منکم سلطانا جائرا مستحلا لحرم اللہ ناکثا لعھد اللّٰہ مخالفا لسنۃ رسول اللّٰہ یعمل فی عباد اللّٰہ بالاثم و العدوان فلم یغیر علیہ بفعل و لا قول کان حقا علیٰ اللّٰہ ان یدخلہ مدخلہ . الا و ان ھؤلاء قد لزموا طاعۃ الشیطان و ترکوا طاعۃ الرحمٰن و اظھروا الفساد و عطلوا الحدود واستاثروا بالفیء و احلوا حرام اللّٰہ و حرموا حلالہ و انا احق من غیري ، و قد اتتنی کتبکم و قدمت علی رسلکم ببیعتکم ، و انکم لا تسلمونی و لا تخذلونی ، فان تممتم

علی بیعتکم تصیبوا رشدکم ، فانا الحسین بن علی و ابن فاطمة بنت رسول اللّٰہ نفسی مع انفسکم ، و اھلی مع اھلیکم ، فلکم فی اسوة ".

اے لوگو! رسول خدا نے فرمایا ہے: تم میں سے جو شخص کسی ایسے بادشاہ کو دیکھے جو رعایا پر ستم ڈھا رہا ہو حرام خدا کو حلال کر رہا ہو، خدا کے عہد و پیمان کو توڑ رہا ہو، سنت رسول کی مخالفت کر رہا ہو، لوگوں کے ساتھ ظلم و ستم کا برتاؤ کر رہا ہو مگر اپنے قول و فعل سے اس کی مخالفت نہ کرے تو اللہ اس شخص کو اسی ظالم بادشاہ کے ساتھ محشور کرے گا اور دونوں کا ٹھکانہ ایک ہوگا، آگاہ ہو جاؤ ان لوگوں (بنی امیہ) نے شیطان کی بندگی اختیار کر رکھی ہے اور اللہ کی اطاعت چھوڑ دی ہے، فساد کو رواج دے رہے ہیں اور حدود الٰہی سے گریز کئے ہوئے ہیں بیت المال پر قابض ہو کر اسے ناجائز طریقہ سے استعمال کر رہے ہیں اور حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کر رہے ہیں چنانچہ اس حکومت کی مخالفت کرنا سب سے پہلے میرا حق ہے۔ مجھے تمہارے خطوط ملے اور تمہاری بیعت کی خبر ملی اور پتہ چلا کہ تم لوگ مجھے حکومت کے حوالے نہیں کرو گے اور میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے پس اگر تم اپنی بیعتوں پر قائم ہو تو تم ہدایت حاصل کر لو گے، میں حسین بن علی اور فرزند فاطمہ دختر رسول اللہ ہوں میں تمہارے ساتھ ہوں اور میرے گھر والے تمہارے گھر والوں کے ساتھ ہیں میں تم سب کے لئے نمونہ عمل ہوں۔(۱)

اور جب غداری، بے وفائی، امام حسینؑ سے جنگ اور فاسق یزید کی اطاعت بالکل طے ہو گئی تو آپؑ نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا:

"فسحقا لکم یا عبید الأمة و شذاذ الأحزاب و نبذة الکتاب و نفثة الشیطان و عصبة الآثام و محرفي الکتاب و مطفئي السنن و قتلة أولاد الأنبیاء و مبیدي عترة الأوصیاء و ملحقي العھار بالنسب و مؤذي المؤمنین و صراخ أئمة المستھزئین الذین جعلوا القرآن عضین ، و لبئس ما قدمت لھم أنفسھم و في العذاب ھم خالدون...."

۱۔ تاریخ طبری: ۴/۳۰۴، الکامل فی التاریخ: ۳/۲۸۰۔

ثم قال : " ألا و إن الدعي ابن الدعي قد ركز بين اثنتين بين السلة و الذلة و هيهات منا الذلة ! يأبىٰ الله لنا ذلك و رسوله و المؤمنون ، وجدود طابت و حجور طهرت و أنوف حمية و نفوس أبية لا تؤثر طاعة اللئام علىٰ مصارع الكرام... "۔(۱)

لعنت ہو تم پر! اے امت کے غلامو، (اسلامی) گروہ سے روگردانی کرنے والو کتاب خدا کو پس پشت ڈال دینے والو، شیطان کے پیروکارو، گناہوں کے قیدیو، قرآن میں تحریف کرنے والو، سنت کو مٹانے والو، انبیاء کی اولاد کو قتل کرنے والو، خاندان اوصیاء کو نابود کرنے والو، زنازادوں کو اپنے خاندان میں شامل کرنے والو! مومنوں کو اذیت دینے والو، قرآن کی بے حرمتی کرنے والے رہبروں کی آواز پر لبیک کہنے والو جنہوں نے قرآن کا مذاق اڑایا ہے اور انہوں نے کتنا برا توشہ اپنے لئے بھیجا ہے، وہ ہمیشہ عذاب میں پڑے رہنے والے ہیں۔(۲)

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

آگاہ رہو کہ زنازادے اور زنازادے کے بیٹے نے میرے لئے صرف دو راستے کھلے چھوڑ رکھے ہیں، یا موت کو گلے لگاؤں یا ذلت کی زندگی قبول کروں۔ یاد رکھو! میں ہرگز ذلت کو قبول نہیں کرسکتا خدا نے ذلت کو ہم اہل بیتؑ، اپنے رسول، صاحبان ایمان، طیب و طاہر اصلاب اور پاک و پاکیزہ گودیوں سے تعلق رکھنے والے، صاحب عزت افراد اور سر بلند نفوس سے دور رکھا ہے۔ پست افراد کی بیعت، صاحب کرامت افراد کی لاشوں پر کبھی مقدم نہیں ہوسکتی۔

یہیں سے ہم امام حسینؑ کے اس قیام کے اسباب کا خلاصہ مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت کرسکتے ہیں:

۱۔اعیان الشعہ :۶۰۱/۱۔

۲۔اعیان الشیعہ :۶۰۳/۱۔

ا۔ حاکم کی نااہلی اور نظام حکومت میں انحراف

امام حسینؑ اپنے قیام کو ترک کر کے خاموش بیٹھ ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ امت اسلامیہ کی رہبری کا دعوی کرنے والے اسلام سے منحرف ہو چکے ہیں۔ جس طرح سقیفہ کے حادثہ نے خلافت کو اس کے حقیقی حقدار امام علیؑ سے چھین لیا تھا اور آپؑ کے شیعوں کے ساتھ اس دعوی کے ساتھ سختیاں کی جارہی تھیں کہ بیعت توڑنا حرام، جماعت کی پیروی واجب، امت میں اختلاف پھیلانا نادرست اور منتخب خلیفہ کی اطاعت لازم ہے ایسے وقت میں مولائے کائناتؑ مختلف طریقوں سے غیر معصوم خلفاء کے دور میں امت مسلمہ کے بگڑے امور کی اصلاح میں لگے ہوئے تھے کہ جس کا امام حسینؑ نے عثمان کے دور میں مشاہدہ کیا تھا۔

معاویہ کہ جس نے اپنی حکومت کی بقاء کے لئے دھوکہ بازی اور اسلام کے نام سے اپنے کردار پر پردہ ڈالنے کی سیاست اپنا رکھی تھی، امام حسنؑ نے صلح نامہ کے شرائط کے ذریعہ معاویہ کی فعالیت کے لئے قید و بند لگا دی تھی۔ لیکن اب مسئلہ کچھ اور تھا معاویہ کی موت کے بعد امام معصوم اور حقیقی وارث اسلام حسینؑ کی نظر میں براہ راست روک تھام اور برملا ردعمل کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔ اب یزید اور بنی امیہ کی حکومت کے جواز کا قطعاً امکان باقی نہیں تھا۔

اس کے علاوہ سقیفہ کے نتیجہ میں پیش آنے والا مرض اب اسلام کے لئے خطرناک اور لاعلاج بنتا جارہا تھا۔ لہٰذا امام حسینؑ نے فرمایا:

"أيها الناس! إن رسول اللّٰهؐ قال : من رأىٰ منكم سلطانا جائرا مستحلا لحرم اللّٰه ناكثا لعهد اللّٰه مخالفا لسنة رسول اللّٰه يعمل في عباد اللّٰه بالإثم و العدوان فلم يغير عليه بقول و لا بفعل كان حقا علىٰ اللّٰه أن يدخله مدخله".

اے لوگو! رسول خداؐ نے فرمایا ہے: اگر تم میں سے کوئی دیکھے کہ ایک ظالم و جابر حکمران ہے حرام خدا کو حلال جانتا ہے، خدا کے عہد کو توڑ رہا ہے، رسول خداؐ کی سنت کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور بندگان خدا کے بارے

میں گناہ اور تجاوز سے کام لے رہا ہے اس کے بعد بھی اپنے قول اور فعل کے ذریعہ اس ظالم کی مخالفت نہ کرے تو خدا کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اسے بھی اسی حاکم کے ساتھ عذاب میں مبتلا کر دے''۔

یزید میں وہ تمام صفات رذیلہ موجود تھیں جن سے رسول ﷺ نے منع فرمایا تھا۔ لہٰذا امام حسینؑ جو نبی اکرم صلی علیہ و آلہ وسلم کے حقیقی وارث اور مشعل رسالت کے حامل تھے، پر سب سے زیادہ یزید سے مقابلہ اور اس کی مخالفت کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی۔

۲۔ امت کے سلسلہ میں آپؑ کی ذمہ داری

امام حسینؑ اس شرعی قیادت کے ذمہ دار تھے کہ جن میں تمام نیک اور بلند اخلاقی قدریں جمع تھیں۔

اور چونکہ آپؑ نواسۂ رسول اور وارث پیغمبرؐ تھے لہٰذا اجتماعی نکتۂ نظر سے اس امت کے ذمہ دار تھے۔ اسی لئے آپؑ معاویہ کے زمانہ میں مصالحانہ انداز میں اصلاح امت کی کوشش کرتے رہے۔ آپؑ نے معاویہ سے احتجاج کیا، اس کے کارناموں کو منظر عام پر لاکر (۱) اسے رسوا کیا اور امت کو اس کی ذمہ داری کا احساس دلایا۔ (۲) اور امت کی بیداری اور ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کے لئے ایک بڑا قدم اٹھایا۔ (۳) اور امت میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش فرمائی۔ (۴)

اور جب حالات کو بدلنے کے تمام ممکنہ امور انجام پا گئے تو آپؑ نے اس وقت سنگین حالات کے پیش نظر نہایت قوی اقدام کیا اور امت کو بگڑے ہوئے نظام کی تبدیلی کے لئے بیدار کرنے کی غرض سے اپنے مال و اسباب اور اہل وعیال کے ساتھ نکل پڑے۔

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ: ۱/۲۸۴۔

۲۔ کتاب سلیم بن قیس: ۱۶۶۔

۳۔ شرح نہج البلاغۃ: ۴/۳۲۷۔

۴۔ انساب الاشراف: ق ۱/ج ۱؛ اور تاریخ ابن کثیر: ۸/۱۶۲۔

۳۔ انقلابی جماعتوں کی دعوت کو قبول کرنا

امام حسینؑ کے سامنے یزید بن معاویہ کی بیعت نہ کرنے والوں کے خطوط کا ڈھیر لگا ہوا تھا جن میں امامؑ کو قیام کرنے اور زمام حکومت سنبھالنے کی دعوت دی گئی تھی، ایسے موقع پر امامؑ کے سامنے قیام کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار نہیں تھا چونکہ ان دعوتوں کو ٹھکرانے پر آپ پیش پروردگار جواب دہ ہو سکتے تھے۔ اہل کوفہ کی دعوت، تحریک حسینیؑ کے لئے ایک محرک تھی اور یہیں سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی تحریک کسی ذاتی غرض یا لالچ پر مبنی نہیں تھی خصوصاً اس نکتہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کی طرف سے آپ پر حجت تمام ہو چکی تھی۔

۴۔ ذلت وخواری سے دوری

اللہ نے امام حسینؑ کی روح کو عظمتوں اور رفعتوں کا مرکز بنایا تھا، آپ کی روح عزت وکرامت سے سرشار تھی اور اس کے برخلاف یزید اور اس کے ساتھیوں کی روح نہایت پست اور حقیر تھی لہٰذا یزید اور اس کے ساتھیوں کی کوشش تھی کہ امامؑ ان کی فاسد اور ظالم حکومت میں ذلت ورسوائی کی زندگی گزاریں جیسا کہ خود امام حسینؑ نے تصریح کی ہے'' **ألا و إن الدعي ابن الدعي قد ركز بين اثنتين بين السلة و الذلة و هيهات منا الذلة ! يأبیٰ الله لنا ذالک و رسوله و نفوس أبية و أنوف حمية من أن تؤثر طاعة اللئام علیٰ مصارع الكرام**''

اے مسلمانو! آگاہ ہو جاؤ زنا زادہ اور زنا زادہ کے فرزند (ابن زیاد) نے مجھے ذلت وخواری اور موت کے دوراہے پر کھڑا کر دیا ہے، ہم ذلت کے قریب نہیں جا سکتے۔ اللہ، رسولؐ اور غیرت دار و باعزت نفوس پست لوگوں کی اطاعت کو موت پر ترجیح نہیں دے سکتے۔

اور ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا'' **لا أریٰ الموت إلا سعادة و الحياة مع الظالمين إلا برما** '' میں موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنے کو ذلت کے سوا کچھ نہیں سمجھتا۔

امام حسینؑ نے اس خوبصورت انداز میں ہر عزت دار اور غیرت دینی رکھنے والے انسان کے لئے

ذلت سے دوری اور انکار ظلم کی سنت قائم کردی اور اسی سنت پر چلتے ہوئے آپ ظلم وفساد کو ختم کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

۵۔ بنی امیہ کا مکر وفریب اور قتل حسینؑ کی سازش

امت کے بدلتے ہوئے سیاسی اور اجتماعی حالات سے امام حسینؑ اچھی طرح واقف تھے، آپؑ اسلام واہل بیتؑ کے خلاف بنی امیہ کے مکر وفریب اور بغض وکینے کو دیکھ رہے تھے اور آپؑ کو معلوم تھا کہ اب صدر اسلام کی جنگوں اور معاویہ کے خلاف حضرت علی اور امام حسن علیہما السلام کے اقدامات کا بدلہ لینے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ امام حسینؑ کو یقین تھا کہ اگر ان کے ساتھ صلح بھی کرلیں تب بھی یہ آپ سے دستبردار نہیں ہوں گے اس لئے کہ آپ وارث نبوت اور دین خدا کی مرکزی شخصیت تھے جو امت مسلمہ کو سیدھے راستے اور حق کی طرف دعوت دے رہے تھے۔

یزید اسلام واہل بیت سے بغض وعداوت کو چھپا نہ سکا اور صاف صاف اعلان کر بیٹھا۔

”لست من خندف ان لم انتقم   من بنی احمد ما کان فعل

”میں قبیلۂ خندف سے نہیں ہوں اگر آل محمدؐ سے محمدؐ کے کئے کا بدلہ نہ لے لوں“

اور امام حسینؑ نے خود یہ بتلا دیا تھا کہ بنی امیہ انہیں کسی بھی حال میں نہیں چھوڑیں گے چنانچہ امامؑ محمد بن حنیفہ کے سامنے اس حقیقت کی تصریح فرماتے ہوئے کہتے ہیں” لو دخلت فی حجر هامة من هذه الهوام لاستخرجونی حتی یقتلونی “اگر میں کسی سوراخ میں بھی چھپ جاؤں تب بھی یہ لوگ مجھے اس میں سے نکال کر قتل کردیں گے۔

اور آپ نے جعفر بن سلیمان ضبعی سے فرمایا: و الله لا یدعونی حتی یستخرجوا هذه العلقة من جوفی “میرے سینے سے دل نکالے بغیر یہ لوگ مجھے نہیں چھوڑیں گے۔

قتل کی انھیں سازشوں کی وجہ سے امام حسینؑ مکہ سے بالکل صبح سویرے نکل گئے اس لئے کہ اگر آپؑ مکہ میں

قتل ہو جاتے تو اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوتے اور امت میں آپؑ کی شہادت کا اتنا زیادہ اثر نہ ہوتا، امام حسینؑ نے بنی امیہ کے ہر مکر وفریب اور شیطانی پالیسی کو ناکام بنا کر اسلام اور اہل بیتؑ کے دفاع کا حق ادا کر دیا۔

۶۔ بنی امیہ کا ظلم وجور اور فقدان امن

بنی امیہ کی حکومت ظلم وزیادتی کی بنیادوں پر استوار ہوئی تھی چنانچہ معاویہ کی قدرت کا آغاز خلیفۃ المسلمین اور جانشین رسولؐ کی بغاوت سے ہوا۔ معاویہ نے اپنے مظالم کی زیادتی سے امت کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا تھا، اس نے بے شمار بے گناہوں کا خون بہایا اور اپنی حکومت میں بدترین لوگوں کو عہدہ دیا بلکہ حاکم مطلق ہونے سے پہلے بھی اس کے سارے نمائندے قتل وغارت میں مشہور تھے چنانچہ لوگوں نے زیاد بن ابیہ کے بارے میں کہا" انج سعد ، فقد هلک سعيد "(۱)

اور دوسری طرف اموی حکومت میں امت کی ایک بڑی جماعت کو قومی اور خاندانی تعصب کی بنا پر(۲) طرح طرح کے عذاب میں گرفتار کیا جا رہا تھا خصوصاً اہل بیتؑ کے چاہنے والوں کو، یہ دراصل معاویہ کی بنیادی سیاست تھی جو یزید کو بھی ورثہ میں ملی تھی۔(۳)

حیرت کا مقام ہے کہ معاویہ نہایت گستاخی اور بے شرمی کے ساتھ امام حسینؑ سے کہتا ہے: اے ابو عبد اللہ آپ کو تو معلوم ہے کہ ہم نے شیعیان علیؑ کو قتل کر کے انھیں غسل وکفن وحنوط دے کر ان پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا ہے۔(۴)

۱۔ تاریخ الطبری ج۶/۷۷؛ تاریخ ابن عساکر ج۳/۲۲۲؛ استیعاب ج۱/۶۰؛ تاریخ ابن کثیر ج۷/۳۱۹۔

۲۔ عقد الفرید: ۲/۲۵۸؛ طبقات ابن سعد: ۶/۱۷۵؛ نہایۃ الارب: ۶/۸۶۔

۳۔ شرح النہج ج۱۱/۴۴؛ تاریخ الطبری ج۴/۱۹۸۔

۴۔ تاریخ یعقوبی ج۲/۲۰۶۔

امام حسینؑ ان مظالم پر خاموش نہیں بیٹھے بلکہ آپ نے معاویہ کے خلاف ہمیشہ صدائے احتجاج بلند کی جب کوئی نصیحت کارآمد نہ ہوئی اور معاویہ نے اپنے فاسق وفاجر بیٹے یزید کو خلیفہ بنا دیا تو امامؑ امت کو بچانے کے لئے اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

۷۔ اسلامی اقدار میں تحریف اور ذکر اہل بیتؑ کو مٹانے کی سازش

اموی حکومت کی پوری کوشش تھی کہ اسلام کا حقیقی چہرہ مسخ کر دیا جائے اور اسلامی سماج کو حقیقی اسلام سے منحرف کر دیا جائے چنانچہ بنی امیہ نے مسلمانوں میں اختلاف اور عرب وعجم میں تفریق کے بیج بوئے اور قومی وخاندانی تعصّبات کو ہوا دی اور اپنی سیاست اور حکومت کی مصلحت کے مطابق کسی قبیلے کو اپنے سے نزدیک اور کسی کو خود سے دور کر دیا۔ اور ان سارے فسادات میں مال ودولت کی فراوانی کا بہت بڑا حصہ ہے۔(۱)

چونکہ اسلامی عقائد کی ترویج اور اپنی قدروں کے پاس ولحاظ میں اہل بیتؑ سب سے اہم کردار رکھتے تھے لہٰذا حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد معاویہ نے ایک منظّم پروگرام کے تحت ذکر اہل بیتؑ کو مٹانے کا منصوبہ بنایا اور اپنی حکومت کے اواخر میں خصوصاً خلافت یزید کی مہم میں اس منصوبہ کو شدت کے ساتھ مرحلۂ تکمیل تک پہونچایا۔(۲)

۸۔ حکم خدا اور رسولؐ کی اطاعت

دین اسلام جو خدا کا آخری اور سب سے بہتر دین ہے، اس دین کے عظیم قائد اور مبلغ پیغمبر اسلامؐ تھے کہ جو معصوم اور سید المرسلین تھے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ بغیر کسی مخلص اور قابل اطمینان قائد اور رہنما کو معین کئے دین خدا کو بے وارث چھوڑ کر چلے جائیں آپ کے منتخب قائد کا وظیفہ تھا کہ وہ اپنے علم ودرایت کو بروئے کار لا کر دین خدا کو اس کے اہداف تک پہونچائے اور دین خدا کی سربلندی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دے۔

۱۔ تاریخ الطبری ج ۲۸۸/۸؛ الاغانی ج ۱۲۰/۴۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ: ۵۹۵/۳؛ ۶۱/۴؛ ۴۴/۱۱۔

اور رسول وآل رسول علیہم السلام کی سیرت پر نظر رکھنے والا اس بات کو بآسانی درک کرسکتا ہے کہ ان حضرات نے حکم خدا اور رسولؐ سے کبھی بھی انحراف نہیں کیا۔

چنانچہ امام حسینؑ نے عراق جاتے وقت اپنے شیعوں اور خیر خواہوں سے کہا تھا کہ: ''أمرني رسول الله و أنا ماضٍ له''، یہ حکم رسولؐ ہے جسے مجھ کو ہر حال میں بجالانا ہے۔(۱)

اور رسول اسلامؐ نے بھی امام حسینؑ کی ولادت ہی کے موقع پر امت کو خبر دے دی تھی کہ میرا بچہ حسینؑ ظالمین کے ہاتھوں قتل ہوگا چنانچہ مسلمانوں کے نزدیک رسولؐ کی یہ پیشن گوئی ایک امر مسلم تھی۔(۲)

قیام حسینیؑ کے مقاصد

تاریخ میں عظیم لوگوں کے مقاصد بھی عظیم نظر آتے ہیں اور ان مقاصد کی عظمت ورفعت میں اور بھی اضافہ ہوجاتا ہے جب ان کا سرچشمہ کوئی عظیم پیغام ہوتا ہے۔امام حسینؑ جو اپنے زمانے کی سب سے عظیم شخصیت ، وارث نبوت ورسالت اور قول وفعل میں صاحب عصمت تھے جب ہم آپؑ کے قیام کے مقاصد بیان کرنا چاہتے ہیں جس کے لئے آپؑ نے اپنی، اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب کی جانیں قربان کردیں تو ہمارے لئے سارے مقاصد تک پہونچنا یقیناً ناممکن ہوتا ہے لہٰذا ہم اپنے علم وفہم اور عقل کے مطابق آپؑ کے عظیم الشان انقلاب کے کچھ مقاصد بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

امامؑ نے دین خدا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیا آپؑ فنا فی اللہ کی اعلیٰ مثال تھے لہٰذا آپؑ کے مقاصد بھی بہت وسیع، نہایت بلند اور اللہ کی خوشنودی واطاعت پر مبنی تھے۔

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸/ ۱۷۶؛ تاریخ ابن عساکر؛ ترجمۃ الامام الحسین؛ مقتل خوارزمی ج ۱/ ۲۱۸؛ الفتوح ج ۵/ ۷۴۔

۲۔ مستدرک الحاکم: ۳۹۸/۴؛ ۱۷۶/۳؛ کنز العمال: ۱۰۶/۷؛ مجمع الزوائد: ۱۸۷/۹؛ ذخایر العقبیٰ: ۱۴۸؛ سیر اعلام النبلاء: ۱۵/۳۔

ہم ذیل کی سطروں میں قیام حسینیؑ کے بعض مقاصد بیان کررہے ہیں: (۱)

۱۔ ظالم حکومت کے مقابل فریضہ شرعی کی ادائیگی

عالم اسلام پر بے حسی طاری تھی اور حاکم ظالم کے خلاف قیام کا جذبہ ختم ہو چکا تھا ورنہ سبھی کو معلوم تھا کہ یزید کون ہے؟ اور وہ اپنی اخلاقی پستیوں کی بناء پر ہرگز لائق حکومت نہیں ہے، ان حالات میں کچھ لوگ قیام اور خاموشی کے درمیان تردد کا شکار تھے لیکن امام حسینؑ نے، ظلم وفساد کے خلاف زبردست قیام کر کے، اسلام کی بقاء کے لئے بے مثال قربانیاں پیش کر کے امت کو ظلم وستم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا حوصلہ عطا کیا۔

۲۔ بنی امیہ کی رسوائی اور ان کی حقیقت کا انکشاف

مسلمانوں پر حکومت کرنے والے تمام غیر معصوم اور غیر قانونی حکام لوگوں کے سامنے اپنے چہروں پر دینی اور شرعی پردہ ڈالے رہتے تھے اور بنی امیہ اس مکر وفریب میں سب سے آگے تھے چنانچہ معاویہ نے اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے جھوٹی حدیثیں گڑھوانے میں بھی کوئی تردد نہیں کیا بلکہ ہر ممکنہ وسیلے سے امت کی گمراہی اور عوام پر حکمرانی کی کوشش کی۔ اور جب یزید غیر اسلامی (وراثتی) طریقے سے حاکم امت بن گیا تو یہ مسئلہ اور بھی بھیانک ہو گیا۔ لہٰذا اب ضروری تھا کہ بنی امیہ کو بے نقاب کر کے دنیا کو ان کی حقیقت سے آگاہ کیا جائے تاکہ عالم اسلام حق و باطل کو سمجھ کر اپنے فرائض کو انجام دے، اس مقصد کے لئے امام حسینؑ جو صاحب عصمت تھے بنی امیہ کی گمراہ حکومت کے مقابلے پر نکل آئے اور بنی امیہ نے کربلا میں روئے زمین پر سب سے اچھے انسان اور ان کے اصحاب واہل بیتؑ کو قتل کر دیا نیز ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے اپنے چھپے ہوئے کینہ کو ظاہر کر دیا اور واقعۂ کربلا کے بعد واقعۂ حرہ میں کعبہ پر منجنیق سے حملہ کیا نیز مدینۂ رسول کو تین دن کے لئے مباح کر دیا، اس واقعہ میں جو قتل و غارت اور عورتوں کی آبروریزی ہوئی وہ اس سے قبل کی اسلامی تاریخ میں بے مثال ہے۔ (۲)

۱۔ مزید تفصیل کے لئے سید محمد صدر کی کتاب ''اضواء علی ثورۃ الحسینؑ ص ۵۷/ کا مطالعہ کیجئے۔

۲۔ الفتوح، ابن اعثم ج ۳۰۱/۵؛ الامامۃ والسیاسۃ، دینوری ج ۱۹/۲؛ مروج الذہب ج ۸۴/۲۔

ان واقعات کے بعد امت مسلمہ حکومت کے انحراف اور فساد کی طرف متوجہ ہوئی اور ظلم وفساد میں غوطہ ور حکومت کو نابود کرنے کی متعدد کوششیں ہوئیں ۔ امام حسینؑ کا قیام ظلم وستم سے مقابلہ کے لئے نمونہ اور آئیڈیل بن گیا، اسلامی حاکم کو جن صفات کا حامل ہونا چاہئے امامؑ نے اپنے اس کلام میں واضح کردیا ہے:''فلعمری ما الامام الا العامل بالکتاب ، و الآخذ بالقسط ، و الدائن ، الحق ، و الحابس نفسه علیٰ ذات اللّه ''''میری جان کی قسم امام صرف وہی ہے جو کتاب خدا پر عمل کرے، عدل اختیار کرے، حق کے راستے پر چلے اور اپنے نفس کو ذات الٰہی کے لئے وقف کردے''۔(۲)

۳۔سنت رسول ﷺ کا احیاء اور بدعتوں کی نابودی

سقیفہ میں خلافت کا اپنے شرعی راستے سے ہٹنا تھا کہ امت اسلامی سخت اتھل پتھل میں گرفتار ہوگئی، امت نے وفات رسولؐ کے بعد ایسے افراد کی خلافت قبول کرلی جو دوسروں کے مشوروں اور نصیحتوں کے محتاج تھے، جو مسلسل خطا کر کے عذر خواہی کیا کرتے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پچاس سال بعد امت کا حاکم وہ بن گیا جو محارم الٰہی کا لحاظ نہیں کرتا تھا اور اسلام و مسلمین کے خلاف اپنے دل میں چھپے ہوئے کینوں کا اظہار کرتا تھا جس کی بنا پر گذشتہ ادیان کی طرح اسلام کے سر پر بھی تحریف وترمیم کا خطرہ منڈلانے لگا بلکہ اسلام اور امت اسلام کی بقاء ہی خطرے میں پڑگئی ۔ اس نازک موڑ پر امامؑ اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب کے ساتھ کھڑے ہوئے اور پرزور آواز میں امت کو یزید کے خطرے سے ڈرایا اور اپنا پاکیزہ خون اسلام اور امت کی راہ میں بہادیا، آپ کے نانا رسولؐ نے فرمایا تھا:'' ان الحسین مصباح الهدیٰ و سفینة النجاة ''بے شک حسین چراغ ہدایت اور کشتی نجات ہیں ۔ اور متعدد مرتبہ کہا تھا''حسین منی وانا من حسین''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں ۔ یقیناً امام حسینؑ اور آپ کا انقلاب حقیقی اسلام کی مجسم تصویر تھے ۔ امام عالی مقام، اور آپ کے اصحاب واہل بیتؑ اسلام محمدؐ کے سیدھے راستے کی جیتی جاگتی تصویر تھے امام حسینؑ نے اہل بصرہ کے نام اپنے خط میں وضاحت کردی تھی کہ سنت رسولؐ مٹ چکی ہے چونکہ دین میں بدعتوں اور خرافات کا رواج ہورہا ہے۔

۱۔تاریخ الطبری ج۶ر۱۹۷۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اسلامی سماج میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فقدان حکومت جائر کا طبیعی نتیجہ تھا، مختلف اسباب کی بنا پر ان فرائض سے اعراض ہو رہا تھا منجملہ ان کے ایک سبب یہ تھا کہ طاغوتی حکومتوں کی طرف سے یہ افواہ پھیلا دی گئی تھی کہ حاکم اگر فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو اس کی اطاعت ہر حال میں واجب اور بیعت شکنی مطلقاً حرام ہے اور اسی طرح حکومت جائر کے خلاف قیام کر کے مسلمانوں کے درمیان اختلاف پھیلانا، ناقابل بخشش گناہ ہے۔ امام حسینؑ ان الفاظ میں اس صورت حال کی توصیف فرماتے ہیں: ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل اور باطل سے پرہیز نہیں ہو رہا ہے؟ ایسے موقع پر مومن کو حق کی راہ میں جان دے کر خدا سے ملاقات کی آرزو کرنا چاہئے'' چنانچہ آپ خود بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ حق و صداقت کی بازگشت کے لئے شمشیر بکف میدان میں آ گئے اس نکتہ کی طرف آپ نے محمد حنفیہ کو کئے گئے وصیتنامہ میں اشارہ فرمایا ہے ''میں ظلم و فساد اور بغاوت و عناد کی وجہ سے نہیں بلکہ اصلاح امت رسولؐ کے لئے نکل رہا ہوں، میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں'' امام کے اس جملہ میں اصلاح سے مراد دین اور زندگی کے تمام مراحل میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترویج ہے اور اس مقصد میں آپ کامیاب بھی ہوئے اس لئے کہ آپ کی شہادت دینی، معنوی، دنیوی اور اخروی ہر میدان میں ہدایت اور انسانیت کا سرچشمہ بنی، اس انقلاب کے سائے میں نسلوں نے تربیت پائی اور اس مکتب سے بڑے بڑے مصلح اور حق کے علمبردار نکلے آپ کے مکتب شہادت میں حق و عدالت، اطاعت خدا اور حریت کی مشعل قیامت تک جلتی رہے گی۔

۵۔ امت مسلمہ کی بیداری اور احساسات کی تحریک

مصلحین اور مبلغین اکثر مواقع پر عواطف و احساسات کو چھوڑ کر صرف عقل و شعور کا سہارا لے کر سماج میں صحیح عقیدہ اور سالم فکر کو راسخ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ امام حسینؑ کے زمانے میں اسلامی معاشرہ جمود، سنگدلی اور بے حسی کا شکار ہو گیا تھا، دین و عقیدہ کو للکارا جا رہا تھا مگر امت اپنا وقار کھوئے ہوئے خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی لہٰذا امامؑ نے اپنے مجاہدانہ اقدام کے ذریعہ صرف شرعی اصولوں کی وضاحت پر اکتفا

نہیں کی بلکہ سوئے ہوئے ضمیروں کو جگایا اور بے حس معاشرے کو احساس دلایا تا کہ امت اپنے فرائض کو انجام دینے کے لئے اٹھ کھڑی ہو آپ نے دین اور عقیدے کی راہ میں طرح طرح کی قربانی دی اور اپنی شہادت کے ذریعہ امت کے دلوں میں گرمی پیدا کی اور اپنی قربانیوں میں ہر عمر کے افراد کو شریک کر کے امت کے سامنے ایثار وفداکاری کی مثال قائم کی۔ چنانچہ برق رفتاری کے ساتھ آپ کی شہادت نے عالم اسلام کو متاثر کیا اور کچھ ہی دنوں کے بعد اہل کوفہ کو اسلام اور امامؑ کی نصرت میں اپنی کوتاہی کا احساس ہو گیا اور انھوں نے پشیمانی کا اظہار کیا سلیمان بن صرد خزاعی کی قیادت میں اہل کوفہ نے قیام کیا جو ''توّابین'' کے نام سے مشہور ہوئے اور واقعۂ کربلا کے دوسرے سال اہل مدینہ نے قیام کیا جو واقعۂ حرا کے نام سے مشہور ہوا۔

واقعۂ کربلا کا پیغام یہی ہے کہ مصیبتیں اور پریشانیاں حق گوئی اور حفاظت اسلام کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتیں، واقعۂ کربلا نے امت کے دلوں میں حق کی راہ میں قربانی کا جذبہ پیدا کیا اور اسے فکری آزادی اور ظلم وستم سے ٹکرانے کا حوصلہ عطا کیا اور واقعۂ کربلا کے بعد دین خدا کی سربلندی کے لئے جہاد اور دفاع کی راہ میں کوئی بہانہ باقی نہیں رہ گیا۔

امام حسینؑ نے معاویہ کی حکومت میں کیوں نہیں قیام کیا؟

وفات رسولؐ کے بعد امت جن سیاسی حالات سے دوچار ہوئی وہ نہایت دشوار اور تلخ تھے اور معاویہ کی حکومت اور حضرت علیؑ سے جنگ کے دوران اور بھی پیچیدہ اور وحشتناک ہو گئے اور پھر مصلحت امت کے پیش نظر امام حسنؑ کو معاویہ سے صلح کرنا پڑی اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام حسنؑ کی حیات میں اور ان کی شہادت کے بعد بھی معاویہ کے ساتھ امام حسینؑ کا موقف وہی تھا جو امام حسنؑ نے اپنایا تھا۔ چونکہ جن اسباب کی بنا پر امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کی تھی وہ معاویہ کی موت تک برقرار رہے۔ ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ امت اسلامیہ کی حالت زار:

امت اسلامیہ انفرادی اور اجتماعی اعتبار سے بہت سخت ناگوار حالات سے دوچار تھی، حضرت علیؑ کی حکومت کے دوران معاویہ اور منافقین کی طرف سے پے در پے جنگوں کی وجہ سے امت جنگ بندی اور صلح کی خواہاں تھی لہٰذا امام حسنؑ نے نئی نسل کی صحیح تربیت اور کچھ وقفہ کے بعد قیام کی خاطر معاویہ سے صلح کرلی چنانچہ آپ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ لوگ شدت کے ساتھ صلح کے خواہاں اور جنگ سے بیزار ہیں لہٰذا میں نے نہیں چاہا کہ وہ جس چیز سے بیزار ہیں اس پر انھیں مجبور کروں میں نے اپنے شیعوں کی بقاء کے لئے صلح کی ہے اور جنگ کو کسی اور وقت کے لئے ملتوی کردیا ہے اللہ حالات کو بدلتا رہتا ہے (۱) معاویہ کی موت تک امام حسینؑ کا موقف بھی بالکل یہی تھا چنانچہ جب کچھ لوگوں نے آپ کو قیام کی دعوت دی تو ان کے جواب میں فرمایا: ''صدق ابو محمد ، فلیکن کل رجل منکم من بیته مادام هٰذا الانسان حیا'' امام حسنؑ کا نظریہ بالکل صحیح ہے جب تک یہ انسان (معاویہ) زندہ ہے تم لوگ گھروں میں بیٹھے رہو۔ اور جیسا کہ گذشتہ صفحات میں واضح ہو چکا ہے کہ امام حسنؑ کی شہادت کے بعد بھی معاویہ کی موت تک آپ کا موقف یہی تھا۔

۲۔ معاویہ کی شخصیت اور اس کی تلون مزاجی

وفات رسولؐ کے بعد عالم اسلام کی قیادت ایک طویل عرصہ تک نااہل ہاتھوں میں رہی، اس دور کے حالات اور حادثات کا سرسری مطالعہ بھی ان حاکموں کی بے لیاقتی کو واضح کردیتا ہے معاویہ ایک نہایت پُرفریب، چالاک، چال باز اور زبردست سیاسی حاکم تھا وہ اپنی حکومت کے لئے ہر ممکن وسیلہ کا سہارا لیتا تھا وہ دینداری کے پردے میں اپنے اخلاقی اور انسانی جرائم کو چھپاتا تھا، وہ لوگوں کے عقائد اور احساسات میں ہاں میں ہاں ملاکر انھیں دھوکا دیتا تھا جب کہ اس کا دل اسلام اور رسولؐ اسلام کے خلاف بغض و کینہ سے بھرا ہوا تھا۔ (۲)

۱۔ الاخبار الطوال/۲۲۱۔ ۲۔ شرح النہج لابن ابی الحدید ج ۲/۳۵۷۔

معاویہ بغیر جنگ وجدال کے محض اپنی شیطانی سیاست کی بناء پر اپنے مخالفین پر قابو پالیتا تھا، اس نے امام حسنؑ اور سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمان بن خالد نیز مالک اشتر وغیرہ کے ساتھ مکروفریب کا برتاؤ کیا اور اپنی اس روش کو اس مشہور جملہ کے ذریعہ بیان کیا ''إن للہ جنوداً من عسل'' بے شک اللہ کے پاس مختلف طرح کی فوجیں ہیں جن میں سے ایک شہد بھی ہے۔ (۱) کیونکہ مالک اشترؒ کو زہر آلود شہد کے ذریعہ شہید کیا گیا تھا۔

معاویہ نے پوری مملکت اسلامی میں اپنے جاسوس پھیلا رکھے تھے جو جلد از جلد معاویہ کو حالات سے آگاہ کردیتے تھے اور وہ فوری طور پر اقدام کرکے ان پر قابو حاصل کرلیتا تھا۔

اگر امام حسینؑ ان حالات میں جب کہ معاویہ اسلام کی آڑ میں سب کچھ کررہا تھا قیام کرتے تو ہرگز معاویہ کی رسوائی اور اسلامی معاشرے کے سامنے اپنے قیام کا جواز ثابت نہیں کرسکتے تھے اور معاویہ بہت آسانی سے آپ پر کامیابی حاصل کرلیتا نتیجۃً آپ کا انقلاب بے اثر اور قربانیاں رائگاں ہوجاتیں جن کا مقصد ظلم وستم سے امت کی نجات اور تحریف وترمیم سے اسلام کا تحفظ ہے۔ لیکن جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا جو لہو ولعب، فسق وفجور، شراب خوری اور بندروں سے کھیلنے میں معروف تھا، نیز خلافت کی صلاحیت نہ رکھنے اور شریعت کے قوانین کا مذاق اڑانے میں امت مسلمہ کے درمیان مشہور تھا، تو اب حکومت بنی امیہ کے خلاف قیام کا مسئلہ امت کے لئے بالکل واضح اور سو فیصد جائز تھا چنانچہ تاریخ نے اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۳۔ صلح امام حسنؑ کا احترام

معاویہ نے اپنی حکومت کی بقاء کے لئے امام حسنؑ سے کی گئی صلح سے جی کھول کر فائدہ اٹھایا، یہ صحیح ہے کہ اس عہد و پیمان سے حسنین علیہما السلام راضی نہیں تھے بلکہ حالات کی مجبوری نے اسے جنم دیا تھا اور ان حالات کو جلد از جلد سماج سے ختم بھی ہونا چاہئے تھا لیکن یہ بات مسلم تھی کہ اس عہد نامہ کی موجودگی میں معاشرہ قیام

۱۔ عیون الاخبار ج ۱/۲۰۱۔

حسینؑ کو قبول نہ کرتا، حالانکہ بالفرض اگر یہ عہد نامہ حسنین علیہما السلام کی مرضی کے مطابق بھی عمل میں آیا ہوتا تب بھی بزرگان شیعہ سے دشمنی کا برتاؤ اور مالی اعتبار سے شیعوں کے حقوق کی پائمالی کر کے معاویہ عہد شکنی کر چکا تھا لہٰذا شرعی اعتبار سے اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں تھی لیکن پھر بھی امام حسینؑ اس عہد نامہ کی مخالفت کرتے تو امت آپ کو باغی ہی کہتی چنانچہ معاویہ، امام حسینؑ کی جانب سے صرف احتجاجی آواز بلند ہونے پر آپ کو عہد شکنی کا مرتکب قرار دے کر یہ عہد و پیمان یاد دلاتا ہے:

''مجھے تمہارے بارے میں کچھ خبریں ملی ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو میں تمہیں ان کاموں سے روک رہا ہوں۔ قسم خدا کی جس نے اللہ سے عہد کیا ہوا سے اس عہد کا لحاظ رکھنا چاہئے اور جو شخص عظمت و شرف و منزلت میں تم جیسا ہو وہ عہد خدا کے احترام کا زیادہ حقدار ہے، تم اللہ کے عہد کو یاد کرو اور اس پر قائم رہو، اگر تم میری مخالفت کرو گے تو میں بھی تمہاری مخالفت کروں گا، اگر تم مجھ سے دشمنی کرو گے تو میں بھی تم سے دشمنی کروں گا، امت میں اختلاف اور تفرقہ پیدا کرنے سے پرہیز کرو''۔(۱)

اسی وجہ سے امام حسنؑ اور امام حسین علیہما السلام نے دین کی خدمت اور قیام کی آمادگی کا ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا اور آپ حضرات کامیاب بھی ہوئے چنانچہ معاویہ کی موت کے بعد لوگوں کی خصوصاً اہل عراق کی اکثریت بنی امیہ کے ساتھ بغض اور محبت اہل بیتؑ کو اپنا دین سمجھتی تھی۔(۲)

قیام حسینؑ کے بارے میں واقعۂ کربلا سے پہلے کے نظریات

امام حسین علیہ السلام کا قیام کسی ردعمل یا فوری حادثہ کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک سوچا سمجھا منظم منصوبہ تھا امامؑ وارث نبوت و رسالت اور ان انسانی اقدار کے علمبردار تھے جنھیں اسلام نے امت کے حوالے کیا تھا اور ان کی دیواروں کو مستحکم کیا تھا چنانچہ پیغمبر اسلامؐ نے رحلت سے قبل امامؑ کی عظمتوں کو زیادہ سے زیادہ واضح کیا اور آپ کے مقام و مرتبہ سے امت کو آشنا کیا اور عین اسی وقت دین نبیؐ اور امت نبیؐ کے بارے میں

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱/۱۸۸؛ الاخبار الطوال/۲۲۴؛ اعیان الشیعہ ج۱/۵۸۲۔

۲۔ الفتنۃ الکبریٰ، علی وبنوہ، طٰہٰ حسین/۲۹۰؛ مزید تفصیل کے لئے رجوع کیجئے: ثورۃ الحسینؑ ظروفہا الاجتماعیہ و آثارہا النفسیہ/۱۲۷۔

بنی امیہ کے شیطانی مقاصد بھی آشکار ہو گئے تھے۔

اہل بیتؑ نے ہر ممکنہ اور جائز وسیلہ سے حق وعدالت، دین اسلام کے احیاء اور اس کی حفاظت کی بھرپور سعی و کوشش کی۔

اور امام حسینؑ کے زمانے میں منافقین کے تسلط اور حکومت میں ان کے اثر ونفوذ کی وجہ سے امت نصرت حق سے پہلوتہی کر رہی تھی وہ اپنی قوت ارادی کھو چکی تھی اور اس کا ضمیر مردہ ہو چکا تھا اور اسی لئے اسلام اور حق کا دفاع کیسے کیا جائے اس سلسلے میں امت کے درمیان مختلف نظریات پائے جا رہے تھے۔

لیکن امام حسینؑ نے عالم اسلام کی رگوں میں سرایت کئے ہوئے انحراف کو ختم کرنے کے لئے جو موقف اختیار کر رکھا تھا اس کے جواز میں کسی کو شک وشبہ نہیں تھا البتہ اس وقت انقلاب اور قیام کے امکانات مکمل طور سے فراہم نہیں ہو پائے تھے۔ لہٰذا امامؑ نے قیام نہیں فرمایا، جب کہ کچھ لوگوں کا نظریہ تھا کہ ہمیں قیام کرنا چاہیئے، چاہے انجام کچھ بھی ہو اور اس کے برخلاف کچھ لوگ خاموشی اور سکوت کو ترجیح دے رہے تھے۔

شیعیان اہل بیتؑ جو کہ بنی امیہ کی حکومت میں طرح طرح کے شکنجوں میں گرفتار تھے وہ قیام کے خواہاں اور اس کے لئے آمادہ تھے اگرچہ بعد میں کچھ ڈر گئے اور کچھ قیدخانوں میں ڈال دیئے گئے اور کچھ اموی حکومت کی طرف سے محاصرہ میں لے لئے گئے۔

اور امامؑ کے اعزاء مثلاً عبد اللہؓ بن عباس اور محمدؓ بن حنیفہ کا نظریہ تھا کہ قیام سے پرہیز کرنے کے بجائے بہتر ہے یمن کی طرف ہجرت کر جائیں چونکہ یمن، شام سے کافی دور ہے اور وہاں آپ کے اور آپ کے پدر بزرگوار کے شیعوں کی کثرت ہے۔(۱)

اور کچھ لوگوں کا نظریہ تھا کہ آپ کو حکومت کے خلاف قیام سے پرہیز کرتے ہوئے عام لوگوں کی طرح ظلم و ستم پر صبر کرتے ہوئے یزید کی بیعت کر لینا چاہیے چنانچہ عبد اللہ بن عمر نے امامؑ کو یہی نصیحت کی تھی۔(۲)

۱۔ مقتل الحسین للخوارزمی ج ۱/ ۱۸۷، ۲۱۶؛ مروج الذہب ج ۳/ ۶۴۔

۲۔ مقتل الحسین (للخوارزمی) ج ۱/ ۱۹۱۔

چوتھی بحث

مکہ کی طرف امامؑ کی روانگی

امام حسینؑ اپنے اہل خانہ، بھائیوں اور چچاؤں کی اولاد اور کچھ خاص شیعوں کے ساتھ مدینے سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ محمد بن حنیفہ کے علاوہ مدینے میں آپؑ کے خاندان کا کوئی بھی بزرگ باقی نہیں رہا۔ بعض تاریخی اسناد کے مطابق امامؑ مکہ پہونچ کر عباسؓ بن عبد المطلب کے گھر میں ٹھہرے (۱) اور بعض دیگر اسناد کے مطابق آپؑ نے شعب علیؑ میں قیام فرمایا (۲) آپؑ نے مکہ میں چار مہینے کچھ دن قیام کیا، اس قیام کے دوران آپؑ لوگوں کی محبت اور توجہات کا مرکز تھے مسلمان آپؑ کے پاس آ کر دین کے احکام اور حلال وحرام کا درس حاصل کرتے تھے اور والیٔ مکہ یحیٰ بن حکم نے بھی آپؑ کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا اور اسی وجہ سے یزید نے اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ عمرو بن سعید بن عاص کو مکہ کا والی بنا دیا اور اسی سال یعنی ۶۰ھ میں ولید بن عتبہ کو معزول کر کے اسی عمرو کو مدینہ کی ولایت بھی عطا کر دی چونکہ ولید نے امام حسینؑ کے بارے میں اعتدال سے کام لیا تھا اور مروان کی بات نہیں مانی تھی۔

امام حسینؑ کے نام اہل کوفہ کے خطوط

جب چاروں طرف کے لوگوں کو خبر ہوگئی کہ امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے تو اب سب کی خصوصاً اہل کوفہ کی نگاہیں امامؑ کی طرف مڑ گئیں اس دور میں اہل کوفہ یزی کے سب سے بڑے مخالف اور امامؑ کے شدید محبّ تھے۔ اہل کوفہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہوئے اور سلیمان بن صرد خزاعی نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر پر جوش الفاظ میں تقریر کی ''معاویہ اب ہلاک ہو چکا ہے اور

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۱۳/۶۸۔ ۲۔ الاخبار الطوال ۲۰۹۔

امام حسینؑ بیعت لینے کے لئے آمادہ ہیں اور آپ مکہ کی طرف نکل چکے ہیں اور تم لوگ ان کے اور ان کے پدر بزرگوار کے چاہنے والے ہو پس اگر تم ان کی مدد کرنے کے لئے اور ان کے دشمن سے جہاد کرنے کے لئے تیار ہو تو خط لکھ کر انھیں اپنی آمادگی کی خبر دو اور اگر تم لوگوں کو اپنی طرف سے ان کی مدد میں بزدلی اور سستی کا اندیشہ ہو تو ان کو دھوکہ نہ دو۔ سب نے کہا: نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے ہم ان کے دشمن سے لڑیں گے اور ان کی راہ میں اپنی جانیں قربان کردیں گے تو سلیمان نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر ان کے پاس خط لکھو اور پھر ان لوگوں نے اس مضمون کا خط تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط سلیمان بن صرد، مسیّب بن نخبہ، رفاعہ بن شداد البجلی، حبیب ابن مظاہر اور کوفہ کے مومنین و مسلمین میں سے تمام دوستداران اہل بیتؑ کی طرف سے حسینؑ بن علیؑ کے نام ہے۔

آپ پر درود و سلام ہو۔ ہم اس خدا کی حمد بجالاتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اما بعد ہم اس خدا کی بے پناہ حمد بجالاتے ہیں جس نے آپ کے سرکش اور ظالم دشمن کو نابود کیا جو اس امت پر قابض تھا اور بیت المال کو غصب کئے ہوئے تھا اور امت کی مرضی اور خوشی کے بغیر ان پر حاکم تھا، جس نے امت کے بہترین افراد کو قتل کیا اور بدترین افراد کو باقی رکھا اور مال خدا (بیت المال) کو امت کے جباروں اور مال داروں سے مخصوص کر رکھا تھا، وہ رحمت خدا سے دور ہوا جس طرح قوم ثمود رحمت خدا سے دور ہوئی۔ آپ کے علاوہ ہم کسی کو اپنا امام نہیں مانتے، آپ تشریف لائیں شاید اللہ آپ کی برکت سے ہم سب کو حق پر جمع کردے، والیٔ کوفہ نعمان بن بشیر دارالامارۃ میں (مقید) ہے ہم لوگ اس کے پیچھے نماز جمعہ نہیں پڑھتے اور نماز عید کے لئے اس کے ساتھ نہیں نکلتے اور اگر ہمیں پتہ چل جائے گا کہ آپ ہماری طرف تشریف لارہے ہیں تو ہم اسے کوفہ سے نکال کر شام کی طرف بھگادیں گے ان شاءاللہ تعالیٰ''۔

پھر اس خط کو عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے سپرد کیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ جتنی جلدی ہوسکے یہ خط امامؑ تک پہونچادو۔ یہ دونوں برق رفتاری کے ساتھ کوفہ سے نکلے اور دس رمضان کو مکہ میں امام حسینؑ کی خدمت میں خط لے کر حاضر ہوگئے۔ اور اہل کوفہ نے یہ خط بھیجنے کے دو ہی دنوں کے بعد

قیس بن مسہر صیداوی، عمارہ بن عبد السلولی اور شداد ارجبی کے بیٹوں عبد اللہ اور عبد الرحمان کو دوبارہ امام حسینؑ کی خدمت میں تقریباً ایک سو پچاس خطوط دے کر روانہ کیا کہ ان میں سے کچھ خطوط ایک شخص نے اور کچھ کو دو افراد نے اور کچھ کو چار لوگوں نے مل کر لکھا تھا۔ اور اسی طرح دو دنوں کے بعد ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبد اللہ حنفی کے ہاتھ اس مضمون کا خط پھر روانہ کیا:

بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم ''یہ خط حسینؑ بن علی کے نام ہے ان کے چاہنے والوں کی طرف سے امابعد! لوگ شدت سے آپؑ کے منتظر ہیں، وہ آپ کے علاوہ کسی کو امام نہیں مانتے جلدی آیئے، جلدی آیئے، جلدی آیئے اور جلدی آیئے۔ والسلام''

پھر شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن وریم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمیر التمیمی نے آپ کے پاس مندرجہ ذیل خط لکھا:

''امابعد! کھیتیاں ہری بھری ہیں، پھل پکے ہوئے ہیں، آپ جس وقت چاہیں تشریف لائیں فوجیں آپ کی نصرت کے لئے آمادہ ہیں۔ والسلام''(۱)

امام حسینؑ کی طرف سے اہل کوفہ کے خطوط کا جواب

امام حسینؑ کے پاس کوفیوں کے خطوط کے ڈھیر لگ گئے اور یکے بعد دیگرے ان سارے آنے والے خطوط میں امامؑ کو دعوت دی گئی تھی کہ آپ امت مسلمہ کو بنی امیہ کے ظلم وستم سے نجات دینے کے لئے کوفہ تشریف لے آئیں لہٰذا امامؑ اگر ان کی دعوت قبول کرنے میں تاخیر کرتے تو پیش پروردگار امت کے بارے میں جوابدہ ہوتے لیکن امامؑ نے ہر کام سے پہلے ضروری سمجھا کہ اپنا ایک سفیر کوفہ بھیج کر ان کے موقف اور نیتوں کی سچائی کا اندازہ لگالیں اور آپ نے اس مہم کے لئے اپنے اہل بیت کی بزرگ اور قابل اعتماد شخصیت مسلم بن عقیل کا انتخاب فرمایا، جناب مسلم ماہر سیاست داں اور نا مساعد حالات پر دوسروں سے زیادہ بہتر طور پر

۱۔ الارشاد ۲/۳۸؛ روضۃ الواعظین ۱/۱۷۱؛ تذکرۃ الخواص ۲۱۳؛ تاریخ الطبری ۴/۲۶۲؛ الفتوح، ابن اعثم ۵/۳۳؛ ل الحسین للخوارزمی ۱/۱۹۵۔

قابو پانے کی صلاحیت اور قدرت رکھتے تھے۔ امامؑ نے مسلمؑ کے ساتھ اپنا ایک خط بھی بھیجا جسے مختلف روایتوں سے نقل کیا گیا ہے۔ ذیل میں شیخ مفیدؒ کی مشہور کتاب ''الارشاد'' کے مطابق اسے نقل کیا جا رہا ہے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

''من الحسین بن علي الیٰ الملأ من المؤمنین و المسلمین:

أمـا بعد، فإنّ هانئاً و سعیداً قدما علي بکتبکم و کانا آخر من قدم عليّ من رسلکم، و قد فهمت کل الذي اقتصصتم و ذکرتم، و مقالة جلکم: أنه لیس علینا إمام، فاقبل لعلّ اللّٰه أن یجمعنا بک علیٰ الحق و الهدیٰ، و إني باعث إلیکم أخي و ابن عمي و ثقتي من أهل بیتي مسلم بن عقیل، فإن کتب إليّ أنه قد اجتمع رأی ملئکم و ذوي الحجیٰ و الفضل منکم علیٰ مثل ما قدمت به رسلکم، و قرأت في کتبکم فإني أقدم إلیکم و شیکاً إن شاء اللّٰه، فلعمري ما الإمام إلا الحاکم بالکتاب القائم بالقسط الدائن بدین الحق الحابس نفسه علیٰ ذات اللّٰه و السلام''. (۱)

''یہ خط جماعت مومنین و مسلمین کے نام حسین بن علی کی جانب سے:

اما بعد؛ ہانی اور سعید میرے پاس تمہارے خطوط لے آئے اور یہ دونوں تمہاری طرف سے آنے والے آخری قاصد تھے تم نے جو کچھ لکھا اور تمہاری ساری باتوں سے میں نے یہی سمجھا ہے کہ تم کہنا چاہتے ہو کہ: ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ تشریف لائیے شاید اللہ آپ کے ذریعہ ہم لوگوں کو حق و ہدایت پر یکجا کر دے۔ لہٰذا میں تمہاری طرف اپنے بھائی، اپنے چچا کے بیٹے، مورد اعتماد اور اپنے اہل بیت کی ایک بزرگ شخصیت مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں۔ اگر انھوں نے مجھے خط کے ذریعہ اطلاع دی کہ تمہارے سرکردہ اور صاحبان عقل و فضل کی رائے وہی ہے جو تمہارے خطوط اور قاصدوں کے ذریعہ مجھے معلوم ہوئی ہے تو میں جلد از جلد

۱۔ الارشاد ۲/ ۳۹؛ اعلام الوریٰ ۱/ ۴۳۶؛ الفتوح، ابن اعثم ۵/ ۳۵؛ مقتل الحسین للخوارزمی ۱/ ۱۹۵۔

تمہاری طرف آرہا ہوں انشاء اللہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں امام فقط وہی ہے جو کتاب خدا کے ذریعہ فیصلہ اور حکومت کرے، عدل کو قائم کرے، دین خدا کا پابند ہو اور اپنے آپ کو خدا کے لئے وقف کر چکا ہو۔ والسلام"

حضرت مسلمؑ کا سفر کوفہ

مورخین لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے مسلم بن عقیل کو قیس بن مسہر صیداوی، عمارہ بن عبداللہ سلولی اور شداد ارجبی کے بیٹوں عبداللہ اور عبدالرحمان کے ساتھ کوفہ روانہ کیا اور رخصت کرنے سے پہلے آپ کو حکم دیا کہ تقویٰ پر عامل رہیں اور آپ کے امر کو چھپائیں اور لوگوں کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آئیں اور اگر لوگوں کو متحد اور منظّم دیکھیں تو ہمیں جلد از جلد باخبر کریں۔ (۱)

رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ کو حضرت مسلمؑ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں جب مدینہ پہونچے تو مسجد رسولؐ میں نماز پڑھی اور اپنے اہل خانہ سے رخصت ہونے کے بعد دوبارہ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

کوفہ پہونچنے کے بعد جناب مسلمؑ کس کے گھر میں ٹھہرے؟ مؤرخین کے درمیان اس سلسلے میں اختلاف ہے کچھ کہتے ہیں کہ آپ مختار بن ابی عبیدہ (۲) کے گھر میں ٹھہرے، کچھ کا کہنا ہے کہ آپ نے مسلم بن عوسجہ (۳) کے گھر میں قیام کیا اور بعض اقوال کے مطابق آپ ہانی بن عروہ کے گھر میں قیام پذیر ہوئے۔ (۴) اور جیسے ہی کوفیوں کو نمائندۂ حسینؑ کے آنے کی خبر ملی آپ سے ملاقات اور بیعت کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے، بعض مؤرخین کے مطابق آپ سے ملنے کے لئے امام حسینؑ کے چاہنے والوں کی آمد کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا۔

۱۔ الفتوح ۵/۳۶؛ مقتل الحسین للخوارزمی ۱/۱۹۶۔

۲۔ الارشاد ۲/۴۱؛ اعلام الوریٰ ۱/۴۳۷۔

۳۔ الاصابۃ ۱/۳۳۲۔

۴۔ تہذیب التہذیب ۲/۳۴۹۔

جب آپ کے پاس لوگوں کی ایک بڑی جماعت اکٹھا ہوگئی تو آپ نے امام حسینؑ کا خط پڑھ کران لوگوں کو سنایا، اہل کوفہ نے گریہ وزاری کرتے ہوئے جناب مسلمؑ کے ہاتھ پرامام حسینؑ کی بیعت کی یہاں تک کہ بیعت کرنے والوں کی تعداداٹھارہ ہزارتک پہونچ گئی۔(۱)

مسلم بن عقیل کا خط امام حسینؑ کے نام

جناب مسلم گروہوں کوجمع کر کے امام حسینؑ کے لئے ان سے بیعت لے رہے تھے اور ایک کے بعد دوسرا گروہ آآ کرآپ کی خدمت میں دوستی کا اظہار کررہا تھااورلوگ آپ کی اس خوش خبری کو کہ امام حسینؑ کوفہ آنے کے لئے تیار ہیں چاروں طرف بیان کررہے تھےاور جیسا کہ گذشتہ سطروں میں ہم نے اشارہ کیا کہ جب جناب مسلمؑ نے کوفیوں کے سامنے امام حسینؑ کا خط پڑھا جس میں آپ نے انھیں سلام لکھا تھااور کوفہ آنے کے لئے نیز ظالم حکومت کے خلاف انقلاب کی قیادت کرنے کے لئے اپنی آمادگی کا اظہار کیا تھا تو کوفیوں میں جوش وخروش پیدا ہوگیا تھا۔ چنانچہ جب جناب مسلمؑ نے اس ولولہ اور مدد کرنے والوں کی کثرت کودیکھا توفوراًامام حسینؑ کوخط لکھ کرکوفہ کے ان حالات اور واقعات کی خبردی اور جلدازجلدآپ کو کوفہ آجانے کی دعوت دی، مسلم کے اس خط کا مضمون یہ تھا:

”أما بعد ، فإن الرائد لايكذب أهله ، و قد بايعني من أهل الكوفة ثمانية عشر ألفاً فعجل حين يأتيک کتابي ، فإنّ الناس كلّهم معک ، ليس لهم في آل معاوية رأي و لا هوىً“

”ایلچی اپنوں سے جھوٹ نہیں بولتا، اٹھارہ ہزاراہل کوفہ نے میری بیعت کرلی ہے میرا خط ملنے کے بعد آپ جلدازجلدکوفہ آجایئے بے شک سبھی لوگ آپ کے ساتھ ہیں، آل معاویہ کوان میں سے کوئی نہیں پسندکرتا“۔(۲)

۱۔الارشاد۲/۴۱،مناقب آل ابی طالب۴/۹۰؛تذکرۃ الخواص/۲۲۰۔

۲۔حیاۃ الامام الحسین۲/۳۴۸ازتاریخ طبری۶/۲۲۴۔

امام حسینؑ کا خط بزرگان بصرہ کے نام

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ نے عراق جانا طے کرلیا تو آپ نے بزرگان بصرہ کے نام اس مضمون کا خط لکھا:

''أما بعد فإن اللّٰه اصطفیٰ محمدا (صلى الله عليه و آله وسلم) من خلقه ، و أكرمه بنبوته، ، و اختاره لرسالته ، ثم قبضه إليه ، وقد نصح لعباده ، و بلغ ما أرسل به ، و كنا أهله و أولياءه و أوصياءه و ورثته و أحق الناس بمقامه ، فاستأثر علينا قومنا بذلك ، فرضينا و كرهنا الفرقة و أحببنا العافية ، و نحن نعلم أنا أحق بذلك الحق المستحق علينا ممن تولاه ، و قد بعثت رسولي إليكم بهذا الكتاب، و أنا أدعوكم إلىٰ كتاب اللّٰه و سنة نبيه ، فإن السنة قد أميتت و البدعة قد أحييت، فإن تسمعوا قولي أهدكم إلىٰ سبيل الرشاد''(۱)

''امابعد بے شک اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے محمد مصطفیٰؐ کو چنا اور نبوت کے ذریعہ ان کو بزرگی بخشی اور رسالت کے لئے انھیں منتخب کیا پھر اپنی بارگاہ میں واپس بلالیا۔ پیغمبرؐ نے بندوں کی بھلائی چاہی اور جو پیغام دے کر بھیجے گئے تھے پہونچایا، ہم لوگ ان کے اہل بیت، اوصیاء، اولیاء، وارث اور ان کے حق و منصب کے دوسرے لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں لیکن ہماری قوم نے ہمارا حق غصب کرلیا پھر بھی ہم نے امن و سلامتی کو اختلاف پر ترجیح دی جب کہ ہم جانتے تھے کہ ہم اس منصب کے ان لوگوں سے کہیں زیادہ حقدار ہیں جو اس پر قابض ہیں۔ میں اس خط کے ساتھ تمہاری طرف اپنا قاصد بھیج رہا ہوں اور تم لوگوں کو کتاب خدا اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دعوت دے رہا ہوں، بے شک سنت مٹائی جا چکی ہے اور بدعت کو زندہ کیا جا چکا ہے پس اگر تم لوگ میری بات سنو تو میں تمہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت کر رہا ہوں''۔

۱۔ مقتل الحسین للمقرم: ۱۵۹، ۱۶۰؛ تاریخ الطبری ۲۶۶/۴؛ اعیان الشیعہ ۵۹۰/۱۔

یہ خط امام عالی مقام نے اپنے خادم سلیمان ابورزین کے ذریعہ بصرہ کے مندرجہ ذیل افراد کے نام الگ الگ بھیجا:

مالک بن مسمع البکری، الاحنف بن قیس، منذر بن جارود، مسعود بن عمرو، قیس بن ہیثم، عمرو بن عبید بن معمر اور یزید بن مسعود نہشلی۔ احنف بن قیس اور یزید بن مسعود نہشلی کے علاوہ کسی نے امامؑ کے خط کا جواب نہیں دیا منذر بن جارود نے امامؑ کے قاصد کو والی کوفہ ابن زیاد کے حوالے کر دیا، چنانچہ ابن زیاد جس دن کوفہ کی طرف روانہ ہوا اسی رات کو امامؑ کے قاصد کو سولی دے دی گئی۔(۱) منذر کی بیٹی ابن زیاد کی زوجیت میں تھی لہٰذا اس نے خوف محسوس کیا کہ کہیں ابن زیاد نے میرے بارے میں اطلاع حاصل کرنے کے لئے اس کو قاصد کی شکل میں جاسوس نہ بھیجا ہو۔

احنف بن قیس کا جواب

احنف بن قیس جو بزرگان کوفہ میں سے تھا امامؑ کے خط کے جواب میں صرف قرآن کریم کی یہ آیت لکھ دیتا ہے ﴿فاصبر إن وعد اللّٰہ حق و لا یستخفنک الذین لا یوقنون﴾(۲)

"صبر کرو! بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ بے یقین لوگ تمہیں غضبناک کر کے حق کے راستے سے منحرف کر دیں۔

یہ جواب ظلم و جور کے مقابلے میں امام حسینؑ کی مدد نہ کرنے کا واضح اعلان تھا۔

یزید بن مسعود نہشلی کا جواب

اس بزرگ سردار نے حق کی آواز پر لبیک کہا اور اپنے ایمان وعقیدہ کی بنا پر امامؑ کی نصرت کا پختہ ارادہ کیا اور اس سلسلہ میں ایک جلسہ رکھا جس میں امام حسینؑ سے محبت کرنے والے قبائل یعنی بنی تمیم، بنی حنظلہ اور

۱۔ بحار الانوار ۴۴/۳۳۹؛ اعیان الشیعہ ۱/۵۹۰۔

۲۔ سیر اعلام النبلاء ۳/۳۰۰۔ سورۂ روم/۶۰۔

بنی سعد کو دعوت دی اور ان سب کے درمیان کھڑے ہو کر اس مضمون کا خطبہ دیا: معاویہ مر گیا واللہ وہ پستی اور رسوائی کے ساتھ ہلاک ہو گیا آگاہ ہو جاؤ اب ظلم وستم کا دروازہ ٹوٹ چکا ہے اور جور و جفا کے ستون ہل گئے ہیں اس نے یزید کی بیعت لے لی تھی اور سمجھ رہا تھا کہ اس نے یزید کی خلافت کو مستحکم کر دیا ہے جب کہ وہ اپنے منصوبے اور کوشش میں ناکام ہوا ہے آج یزید جیسا شرابی اور فسق و فجور کا مرکز خلافت کا مدعی ہے اور علم وفہم کی کمی کے باوجود لوگوں کی مرضی کے بغیر ان پر حکومت کرنا چاہتا ہے، وہ ذرہ برابر بھی حق کی معرفت نہیں رکھتا، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ راہ دین میں یزید سے جنگ و جہاد کرنا مشرکین سے جہاد کرنے سے افضل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حسینؑ بن علیؑ جو صاحب شرف وکمال ہیں، جن کی رائے پختہ، فضیلت ناقابل بیان اور علم لامحدود ہے اپنی سابقہ خدمات، قدیم قربانیوں اور قرابت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنا پر خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں، حسینؑ بن علیؑ چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے ہیں، وہ قوم باعزت ہے جس کے قائد حسینؑ ہوں، اللہ نے آپ کے ذریعہ حجت تمام کر دی ہے اور وعظ ونصیحت کو لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ تم لوگ نور حق سے دوری نہ اختیار کرو اور باطل کی وادیوں میں نہ بھٹکو... واللہ تم میں سے جو شخص بھی امام حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی کرے گا اللہ اسے ذلیل و خوار کر دے گا، اس کی اولاد اور خاندان کو محدود کر دے گا، میں نے جنگ کا لباس پہن لیا ہے اور زرہ زیب تن کر لی ہے جو قتل نہیں ہو گا وہ بھی مرے گا اور جو بھاگے گا وہ بھی موت سے نہیں بچ سکے گا تو تم لوگ بطور احسن امامؑ کے خط کا جواب دو اللہ تم سب پر رحمت نازل کرے۔

نہشلی کی تقریر کے بعد جب ان سرداران قبائل نے اپنے بیانات کے ذریعہ امامؑ کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا تو نہشلی نے امامؑ کے پاس اس مضمون کا خط تحریر فرمایا:

"اما بعد، مجھے آپ کا خط ملا اور آپ نے مجھے جس چیز کی دعوت دی ہے میں اسے سمجھ گیا، آپ نے اپنی اطاعت اور نصرت کا مطالبہ کر کے مجھے کامیابی اور خوش بختی کی دعوت دی ہے۔ بے شک اللہ نے زمین کو

اپنے صالح نمائندے اور راہ نجات کے رہنما سے کبھی خالی نہیں چھوڑا ہے، آپ لوگ تمام مخلوقات پر حجت خدا اور روئے زمین پر امانت پروردگار ہیں، آپ لوگ احمد مصطفیٰؐ کے مبارک خاندان سے ہیں جس کی جڑ پیغمبر اسلامؐ ہیں اور شاخیں آپ حضرات ہیں، آپ تشریف لائیے، آپ کی آمد مبارک ہو، بنی تمیم کی گردنیں آپ کے لئے جھکی ہیں اور یہ لوگ آپ کی اطاعت میں اس پیاسے اونٹ سے بھی زیادہ جوش و جذبہ رکھتے ہیں جو سخت گرمی میں پانی کی طرف دوڑ رہا ہو اور بنی سعد کے سربھی آپ کی بارگاہ میں جھکے ہوئے ہیں یہ لوگ صاف وشفاف پانی سے اپنے دلوں کی طہارت کر کے انھیں نورانی بنا چکے ہیں''۔(۱)

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ خط امامؑ کو روز عاشورا اس وقت ملا جب آپ کے اہل بیت اور اصحاب شہید ہو چکے تھے اور آپ دشمنوں کے نرغہ میں یکا وتنہا تھے آپ نے خط پڑھنے کے بعد ابن مسعود کو ان الفاظ میں دعا دی:

''آمنک اللہ من الخوف و أرواک یوم العطش الأکبر'' خدا تمہیں خوف وہراس سے امن و امان میں رکھے اور روز قیامت جب سب لوگ پیاسے ہوں گے تمہیں سیراب کرے۔ جب ابن مسعود امامؑ کی نصرت کے لئے نکلے تو آپ کو معلوم ہوا کہ امامؑ شہید ہو چکے ہیں، آپ نے فریاد وفغاں کی اور حسرت و یاس میں ڈوب گئے۔(۲)

والیٔ کوفہ کا موقف

اس وقت کوفہ کا والی نعمان بن بشیر تھا یہ اگر چہ عثمانی مذہب پر اور بنی امیہ کا طرفدار تھا لیکن خلافت یزید سے راضی نہیں تھا چنانچہ معاویہ کی موت کے بعد یہ عبد اللہ بن زبیر سے وابستہ ہو گیا اور اس کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے قتل ہو گیا۔ اسی وجہ سے اس نے کوفہ میں جناب مسلمؑ کے خلاف کوئی جارحانہ اقدام نہیں کیا اور اس حساس مرحلہ میں تاریخ نے اس کی طرف سے کوئی ردعمل نقل نہیں کیا ہے سوائے اس خطبہ کے جو اس

۱۔ اللہوف ۳۸؛ اعیان الشیعہ ۱/۵۹۰؛ بحار الانوار ۴۴/۳۳۹۔

۲۔ گذشتہ حوالہ۔

نے اہل کوفہ کے ایک مجمع میں دیا تھا اور یہ خطبہ بھی صرف اس وجہ سے دیا تھا تا کہ اظہار کر سکے کہ وہ حکومت شام کا تابع ہے اور ایک والی ہونے کے لحاظ سے اپنا فریضہ ادا کر رہا ہے اس کے خطبہ کا مضمون یہ تھا:

اما بعد ''اے اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو، فتنے اور اختلاف سے بچو اس میں جان و مال کی بربادی ہوتی ہے اور ناحق خون بہتا ہے جو مجھ سے جنگ نہیں کرے گا میں بھی اس سے جنگ نہیں کروں گا اور جو مجھ پر چڑھائی نہیں کرے گا میں بھی اس کے ساتھ سختی نہیں کروں گا، میں کسی سے متعرض نہیں ہوں گا اور تہمت و بدگمانی کے سبب کسی کو گرفتار نہیں کروں گا۔ لیکن اگر تم لوگوں نے سرکشی، بیعت شکنی اور اپنے امام کی مخالفت کی تو میں خدائے وحدہ لاشریک کی قسم کھاتا ہوں کہ جب تک تلوار کا دستہ میرے ہاتھ میں رہے گا اس وقت تک تم سے جنگ کروں گا چاہے تم میں سے کوئی بھی میری مدد نہ کرے، مجھے امید ہے کہ تمہارے درمیان حق کی معرفت رکھنے والے باطل پرستوں کی بنسبت بہت زیادہ ہیں۔(۱)

اس خطبہ کے بعد بنی امیہ کا طرفدار عبداللہ بن مسلم بن ربیعہ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر موجودہ صورت حال کی اصلاح اس طرح نہیں ہوگی اور آپ نے اپنے دشمنوں کے سلسلہ میں جو رویہ اختیار کر رکھا ہے وہ بزدلوں اور کمزوروں کا رویہ ہے تو نعمان نے اس سے کہا: اطاعت خدا کی راہ میں میرے لئے کمزور و ناتواں بن کر رہنا اس سے کہیں بہتر اور محبوب ہے کہ میں خدا کی معصیت کر کے صاحب عزت و اقتدار بن کر رہوں۔(۲)

بنی امیہ کے طرفداروں کی کوششیں

اس وقت کوفہ میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو بنی امیہ کا طرفدار اور اہل بیت اطہارؑ کا دشمن تھا اور اس گروہ میں کچھ منافقین بھی تھے جو امیر المومنینؑ کی دوستی اور محبت کا اظہار کرتے تھے مگر دل میں بنی امیہ کی محبت چھپائے ہوئے تھے اور یہی نفاق سبب بنا کہ انہوں نے شیعیان اہل بیت کی صفوں کو منتشر کیا اور حکومت بنی امیہ کے لئے جاسوسی کی انھیں منافقین میں سے عبداللہ بن مسلم بنی ربیعہ حضرمی بھی تھا جس نے نعمان

۱۔ الکامل فی التاریخ ۳/ ۲۶۷۔

۲۔ الارشاد ۲/ ۴۲؛ انساب الاشراف ۷۷/ ؛ الفتوح ۵/ ۷۵؛ العوالم بحرانی ۱۳/ ۱۸۲۔

کے نظریہ پر اعتراض کیا جس کا تذکرہ اوپر کی سطروں میں گزر چکا ہے، اسی نے یزید کو کوفہ کے حالات سے آگاہ کرنے کے لئے اس کے پاس اس مضمون کا خط لکھا تھا: ''امابعد، مسلم بن عقیل کوفہ آئے ہوئے ہیں اور شیعیان حسینؑ بن علیؑ ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں پس اگر تو چاہتا ہے کہ کوفہ تیرے قبضہ میں رہے تو یہاں کسی سخت اور قوی آدمی کو بھیج جو تیرے احکام کو نافذ کر سکے اور تیرے دشمنوں کے ساتھ تمہاری مرضی کے مطابق سلوک کر سکے چونکہ نعمان بن بشیر یا تو ذاتی طور پر ایک کمزور آدمی ہے یا اس مسئلہ میں کمزوری کا اظہار کر رہا ہے''۔(۱)

مؤرخین لکھتے ہیں کہ عبداللہ حضرمی کی طرح عمارۃ بن عقبہ اور عمر بن سعد بن ابی وقاص نے بھی خط لکھ کر یزید کو کوفہ کے حالات سے باخبر کیا تھا۔(۲)

اس وقت کوفہ میں ایک گروہ تو ایسا تھا کہ جو علی الاعلان بنی امیہ کی دوستی کا دم بھرتا تھا اور کھلم کھلا اہلبیتؑ کا مخالف تھا لیکن بعض افراد منافقانہ رویہ رکھتے تھے اور اندر سے بنی امیہ سے ملے ہوئے تھے اور یہی چیز سبب بنی کہ وہ لوگ شیعوں کی صفوف میں در آئے اور حکومت بنی امیہ کے لئے جاسوسی کرنے لگے انھیں افراد میں عبداللہ بن حضرمی بھی شامل تھا جس نے نعمان کی رائے پر اعتراض کیا تھا اس نے یزید کے پاس ایک خط لکھا جسمیں تحریر کیا کہ ''امابعد۔ مسلم بن عقیل کوفہ میں آچکے ہیں اور شیعوں نے امام حسینؑ کی بیعت کر لی ہے لہٰذا اگر کوفہ کو اپنی گرفت میں لینا چاہتے ہو تو فوراً ایک قوی اور ماہر شخص کو یہاں بھیجو جو تمہارے حکم کو شدت سے نافذ کر سکے اور تمہارے مخالفین کے ساتھ سخت برتاؤ کر سکے کیونکہ نعمان بن بشیر سست اور کمزور آدمی ہے یا پھر عمداً ڈھیل دے رہا ہے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ عمارہ بن عقبہ اور عمر بن سعد بن ابی وقاص نے بھی یزید کے پاس اسی طرح کے خطوط بھیجے۔

۱۔ الارشاد ۲/ ۴۲؛ اعلام الوریٰ ۱/ ۲۳۷۔

۲۔ سابق۔

یزید کی بیقراری اور اس کا سیر جون (۱) سے اس کا مشورہ

ان خبروں کو سن کر یزید بے چین ہو گیا، لھذا اس نے معاویہ کے غلام سیر حون کو بلایا اور پوچھا اس بارے مین تمہاری کیا رائے ہے۔؟ حسینؑ نے مسلم کو کوفہ کی طرف روانہ کر دیا ہے اور وہ حسینؑ کے لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں، اور نعمان انکے مقابلے میں سستی کا مظاہرہ کر رہا ہے، سیر حون نے کہا آج اگر معاویہ زندہ ہوتا اور مشورہ دیتا تو کیا تم اس کی بات مان لیتے ؟ کہا۔ ہاں سیر جون نے فوراً ایک پروانہ نکالا جس میں عبداللہ بن زیاد کو کوفہ کا والی بنایا گیا تھا اور کہا کہ یہی معاویہ کی رائے ہے وہ تو مر گیا لیکن سمجھو کہ نوشتہ اسی کا ہے تم کوفہ اور بصرہ دونوں کو ابن زیاد کے حوالے کر دو (یزید اس وقت عبداللہ بن زیاد سے ناراض تھا)۔ (۲)

یزید نے کہا کہ ٹھیک ہے اس کے بعد مسلم بن عمرو باہلی کو بلایا اور عبیداللہ بن زیاد کے پاس ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا ''امابعد کوفہ سے میرے دوستوں نے مجھے یہ خبر دی ہے مسلم بن عقیل وہاں پہونچا کر لوگوں کو

۱۔ سیر جون ایک نصرانی غلام تھا جو معاویہ کا کاتب اور مشیر تھا وہ معاویہ کے بعد یزید تک پہنچا ہوا اور یزید کی تربیت چونکہ نصرانی روش پر ہوئی تھی لہذا یہ اس کے قریبی لوگوں میں سے تھا۔ یہ کوئی پہلا موقع نہیں تھا کہ اہل کتاب نے ایسے حکام کے ساتھ رہ کر امت مسلمہ اور رسالت وعقیدہ اور امت مسلمہ کے سلسلے میں دخالت کی ہو بلکہ عمر کے پاس تمیم داری (نصرانی) اور کعب الاحبار (یہودی) جیسے افراد موجود تھے کہ جن سے وہ مشورے کرتا تھا حتی کہ ہر ہفتہ نماز جمعہ سے پہلے انکو تقریر کرنے کا موقع دیتا تھا اور اس کے علاوہ وہ توریت و قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب کسی کو حدیث رسولؐ لکھنے یا نقل کرنے کی اجازت نہیں تھی بلکہ صحابہ کو مدینہ میں قید کر دیا گیا تھا کہ تا کہ وہ حدیث رسول کو نشر نہ کر سکیں۔ (کنز العمال حدیث نمبر ۴۸۶۵، تذکرۃ الحفاظ ترجمہ عمر، تاریخ ابن کثیر ۱۰۷)

ایسے افراد کا اثر ورسوخ عمر کے بعد اور زیادہ ہو گیا، اس کے بعد بنی امیہ نے اس میں اور اضافہ کر دیا اور بنی عباس کے دور میں بھی اسی طرح سلسلہ جاری رہا جبکہ ان افراد کو حضرت علی (ع) نے مسلمانوں کی مسجد سے نکال دیا تھا اور بعید نہیں ہے کہ اسلامی مصادر ومنابع میں بعض خرافات اور گمراہ کن عقائد اسی بنیاد پر داخل ہوئے ہوں۔ معاویہ نے بہت سے اہل کتاب کو اپنے مقربین میں شمار کر رکھا تھا اس کا مشیر (سیر حون) طبیب (اثال) شاعر (اخطل) سب نصرانی تھے اور مرکز حکومت یعنی شام بھی اسلام سے پہلے نصاریٰ کا گڑھ تھا۔ (معالم المدرستین ۲/۵۱۔۵۳)

۲۔ کیونکہ عبداللہ بن زیاد معاویہ کی اس رائے کے مخالف تھا کہ وہ یزید کو اپنے بعد خلیفہ بنائے۔ (البدایہ والنھایہ ۸/۱۵۲)

اپنے پاس جمع کر رہے ہیں اور اس طرح مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا ہو رہا ہے لہٰذا جیسے ہی تم میرا خط پڑھو فوراً کوفہ پہونچو اور مسلم بن عقیل کو تلاش کر کے انھیں گرفتار کرو اور انھیں قید کر دو یا قتل کر دو یا ت شہر بدر کر دو۔ والسلام" (۱)

عبیداللہ بن زیاد کی کوفہ روانگی

عبیداللہ بن زیاد نے یزید کے خط کو بوسہ دیا اور اگلے دن مسلم بن عمرو باہلی، شریک بن اعور حارثی اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ کوفہ روانہ ہو گیا۔ (۲)

ادھر کوفہ میں لوگ امام حسینؑ کا انتظار کر رہے تھے وہ لوگ امام کو نہیں پہچانتے تھے اور نہ ہی انھیں کبھی پہلے شرف ملاقات حاصل ہوا تھا لہٰذا ابن زیاد نے امامؑ سے پہلے کوفہ پہونچنے کی کوشش کی۔

بہر حال عبیداللہ بن زیاد کوفہ پہونچا چاروں طرف لوگوں کا ایک ہجوم تھا، سب مرحبا مرحبا یا بن رسول اللہ کی صدائیں بلند کر رہے تھے، سلام وخوش آمدید کہہ رہے تھے، لیکن عبیداللہ بن زیاد اپنے چہرے کو چھپائے ہوئے تھا منھ پر کپڑا باندھ رکھا تھا، سر پر کالا عمامہ تھا۔ (۳)

عبیداللہ نے جب یہ ماحول دیکھا تو اسے بہت برا معلوم ہوا اور وہ دارالامارہ کی طرف چلتا رہا نعمان نے پریشان ہو کر محل کی کھڑکی سے دیکھا۔ وہ بھی آنے والے کو امامؑ سمجھ رہا تھا لہٰذا اس نے کہا "تمھیں قسم ہے خدا کی یہاں کی حکومت سے دست بردار ہو جاؤ، خدا کی قسم میں یہ امانت تمھیں نہیں دے سکتا اور میں تم سے جنگ کرنے میں کوئی حصہ نہیں لونگا۔ (۴)

۱۔ الارشاد ۲/۴۲۔۴۳؛ اعلام الوریٰ ۱/۴۳۷؛ سیر اعلام النبلاء ۳/۲۰۱۔

۲۔ اعلام الوریٰ ۱/۴۳۷۔

۳۔ الارشاد ۲/۴۳۔

۴۔ اعلام الوریٰ ۱/۳۔

ابن زیاد سب کچھ سنتا رہا لیکن خاموش رہا یہاں تک کہ دروازے تک پہنچ گیا۔ اور انتظار کرنے لگا کچھ دیر میں نعمان سمجھ گیا کہ آنے والا ابن زیاد ہے لہٰذا اس نے دروازہ کھولا اور ابن زیاد محل میں داخل ہوا اور دروازہ بند کرلیا اور سو گیا یہ وہ رات تھی کہ جب کوفہ ایک نازک سیاسی موڑ پر کھڑا ہوا تھا۔

کوفہ پر قبضہ کے لئے ابن زیاد کی کوشش

صبح نمودار ہوئی (۱) لوگوں نے اچانک دیکھا کہ دربار میں ابن زیاد موجود ہے جو کہ کہہ رہا ہے کہ الصلاۃ جامعۃ پھر کھڑا ہوا اور اس نے اس انبوہ کثیر میں تقریر کرنا شروع کی اتباع کرنے والوں کو ہر طرح کی سہولت اور بڑی بڑی امیدیں دلائی گئیں اور مخالفت کرنے والوں کو ڈرانا اور دھمکانا شروع کیا اور کہا میرا کوڑا اور تلوار اسی پر برسیں گے جو میری مخالفت کرے گا۔

پھر تمام لوگوں پر جاسوسی کو لازم قرار دیا اور کہا جو بھی میری مدد نہیں کرے گا اس کو سخت ترین سزا دی جائے گی اور اس کی مالی امداد بالکل قطع کردی جائے گی ... اے لوگو!... جو مخالفین کو پکڑ کر ہمارے پاس لائے گا وہ بری الذمہ ہے اور اگر کوئی ایسا ہے جو ہم تک کسی کو نہیں لاسکتا یا کوئی خبر نہیں دے سکتا تو ہمارے ساتھ وعدہ کرے کہ نہ ہی ہماری مخالفت کرے گا اور نہ ہی ہمارے خلاف بغاوت ... جو ایسا نہیں کرے گا اس کی جان و مال ہمارے لئے حلال ہے ... اگر ہمیں یہ پتہ چلا کہ کوئی امیر المومنین (یزید) کے مخالف کو پکڑ کر ہمارے پاس نہیں لایا تو اس کو اسی کے دروازے پر سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔ اور اس کے کنبہ کو ہر طرح کی مالی مدد سے محروم کردیا جائے گا۔ (۲)

اہل کوفہ میں ابن زیاد پہلے ہی سے ظلم و جفا اور سختی میں مشہور تھا لہٰذا اس کے آنے اور اتنے شدید و تند لہجے میں دھمکانے سے لوگوں کا لرز جانا یقینی تھا لہٰذا وہی ہوا، عوام اور ان کے سردار سب ڈر گئے اور جناب مسلمؑ سے بیعت شکنی ... اور ان کی مخالفت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جب آپؑ نے یہ کیفیت دیکھی تو اپنے مقصد تک

۱۔ الارشاد ۲/۴۳، روضۃ الواعظین ۳/۱۷۔

۲۔ مقتل الحسین خوارزمی ۱۹۸، تہذیب التہذیب ۲/۳۰۲۔ الارشاد ۲/۴۵، فصول المہمہ ۱۹۷، فتوح ابن اعثم ۵/۶۷۔

پہونچنے کے لئے ایک نئے راستہ کا انتخاب کیا اور ہانی بن عروہ کے گھر میں پوشیدہ ہوگئے اور اپنی سرگرمیوں کو کچھ خاص افراد کے علاوہ سب سے چھپا کر رکھا ہانی اس وقت قبیلہ بنی مراد کے سردار تھے اور کوفہ میں آپ کی رائے سبھی کے لئے قابل قبول ہوا کرتی تھی۔(۱)

ابن زیاد کے رویہ کے مقابل جناب مسلمؑ کا موقف

جناب مسلمؑ بہرحال ایک عظیم موقف سے وابستہ تھے اور اخلاق فاضلہ کے حامل تھے یہی وجہ تھی کہ انھوں نے ابن زیاد پر قابو پا کر اس کو چھوڑ دیا۔

مروی ہے کہ جب شریک بن اعوار ہانی کے گھر میں آیا تو سخت بیمار پڑ گیا جب ابن زیاد کو معلوم ہوا تو عیادت کے لئے آیا اس وقت شریک بن اعوار نے جناب مسلمؑ کو ابن زیاد کے قتل کرنے کی پیش کش کی اور کہا کہ آپؑ کا مقصد اس طاغوت کو ہلاک کرنا ہے اللہ نے اس وقت آپ کو موقع فراہم کیا آپ اندر انبار میں چھپ جائیں اور جب وہ آکر میرے پاس بیٹھ جائے تو نکل کر اس کو قتل کر دیجئے اور پھر دارالامارہ پر قبضہ کر لیجئے لیکن جناب مسلمؑ نے محسوس کیا کہ شاید ہانی اپنے گھر میں اس واقعہ سے راضی نہیں ہیں لہٰذا جناب مسلمؑ نے اس کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ ابن زیاد عیادت کر کے چلا گیا تو شریک نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا کہ آپؑ نے اسے قتل کیوں نہ کیا آپؑ نے فرمایا اس کی دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ ہانی کو یہ بات ناپسند تھی دوسرے یہ کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: کہ صاحب ایمان دھوکے سے قتل کرنے سے باز رکھتا ہے لہٰذا مومن کبھی کسی کو دھوکے سے قتل نہیں کرتا۔ ''ان الایمان قید الفتک لا یفتک المومن .''(۲)

جناب مسلمؑ کے ساتھ غداری

ابن زیاد نے جناب مسلمؑ کے ذریعہ وجود میں آنے والی تحریک اور ایک سیاسی ماحول کو ختم کرنے کے لئے

۱۔ مروج الذہب ۸۹/۲۔ اخبار الطّوال ۲۱۳۔ اعلام الوریٰ ۴۳۸/۱۔

۱۔ الاخبار الطّوال ۱۸۷۔ مقاتل الطالبین ۹۸۔ اعلام الوریٰ ۴۳۸/۱۔

پست سے پست وسائل کا استعمال کیا کیونکہ یہ بنی امیہ کے لئے بڑا خطرہ تھا۔ اس نے سب پہلے جناب مسلمؑ اور آپ کے دوستوں کو قتل کرنے کی تیاری شروع کی قبل اس کے کہ امام حسینؑ کوفہ پہونچیں۔ کیونکہ اس کے کامیاب ہونے کا ایک ہی راستہ تھا۔ لہٰذا اپنی ناپاک کوششوں اور جاسوسوں کے ذریعہ اس نے جناب مسلمؑ کو ڈھونڈ نکالا۔(۱)

یہاں سے اہل کوفہ کی غداری اور عدم استقامت کی شروعات ہوتی ہے۔

بہر حال ابن زیاد نے پہلے مکر وفریب کے ذریعہ ہانی کو بلایا، ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا، مہمان نوازی کی اور ایک طویل بحث کے بعد گرفتار کر کے قتل کروا دیا اور آپؓ کے جسم کو دار الامارہ کی بلندی سے مجمع عام میں پھینک دیا۔ اس منظر کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں خوف بیٹھ گیا اور سب لوگ اس طرح اپنے اپنے گھروں میں جا چھپے کہ جیسے ان سے کوئی تعلق ہی نہیں! جب جناب مسلمؑ کو ہانی کے قتل کی خبر ملی اور آپؑ نے دیکھا کہ لوگوں نے ان کے کنبہ کو تنہا چھوڑ دیا ہے تو اپنے دوستوں کے ساتھ گھر سے نکلے اور قصر کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ ابن زیاد کے لئے بڑی سخت منزل آ گئی لیکن وہ اپنی مکاریوں کے ذریعہ لوگوں کو جناب مسلمؑ سے جدا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔(۲)

اس نے چند لوگوں کو اس بھیڑ میں بھیجا جن میں سے بعض امن و امان کی تشویق کر رہے تھے اور سمجھا رہے تھے کہ خون بہانے سے کیا فائدہ اپنے اپنے گھروں کو چلتے ہیں اور بعض کہہ رہے تھے کہ شام سے ایک عظیم لشکر آنے والا ہے جو سب کو فنا کر دے گا۔ بہر حال یہی سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ دھیرے دھیرے سبھی لوگ جناب مسلمؑ سے جدا ہو گئے اور نماز مغرب آپؑ نے چند افراد کے ساتھ ادا کی لیکن جب نماز عشاء تمام کر کے مسجد سے باہر آئے تو آپ یکا و تنہا رہ گئے تھے نہ کوئی ناصر و مددگار تھا نہ کوئی راستہ بتانے والا۔ لوگوں نے اندر سے اپنے گھروں میں تالے بند کر لئے تھے اور جناب مسلمؑ اندھیری رات میں کوفہ کی گلیوں میں ٹہل

۱۔ اعلام الوریٰ ۱/۴۴۰۔ اخبار الطوال ۱۷۸، مناقب آل ابی طالب ۴/۹۱۔ الفتوح ۵/۶۹۔ تاریخ طبری ۴/۲۷۱۔ انساب الاشراف ۷۹۔

۲۔ سیرۃ الائمہ اثنا عشر۔ القسم الثانی ۶۳، اعلام الوریٰ ۱/۴۴۱۔ مناقب آل ابی طالب ۴/۹۲۔ الکافی فی التاریخ ۳/۲۷۱۔

رہے تھے یہاں تک کہ ایک عورت کو دیکھا کہ جو اپنے گھر کے دروازے پر کسی کا انتظار کر رہی تھی آپؑ نے پہلے اپنا تعارف کروایا اور پھر کہا کہ آج رات مجھے اپنے گھر میں جگہ دیدے۔ اس نے خوشی خوشی جناب مسلمؑ کو جگہ دیدی اور رات کا کھانا لائی لیکن جناب مسلمؑ نے کھانا نہیں کھایا اس عورت کے لڑکے کو جناب مسلمؑ کے پوشیدہ ہونے کا علم ہوگیا اور چونکہ ابن زیاد نے جناب مسلمؑ کی خبر لانے پر انعام مقرر کر رکھا تھا لہٰذا جیسے ہی صبح ہوئی وہ محمد بن اشعث کے پاس پہونچا اور اس کو سارے واقعہ سے آگاہ کر دیا جیسے ہی ابن زیاد نے یہ سنا ایک زبردست لشکر ابن اشعث کی نمائندگی میں جناب مسلمؑ کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ (۱)

جب جناب مسلم نے شور غل کی آواز سنی تو تلوار کو غلاف سے باہر نکالا اور گھر سے باہر نکل آئے۔ سخت مقابلہ کیا گھر میں گھس آنے والوں کو باہر نکالا بہر حال سب مل کر چاروں طرف سے حملے کر رہے تھے جناب مسلمؑ زخموں کی وجہ سے تھک گئے تو ایک شخص نے پیچھے سے حملہ کیا جس کے نتیجہ میں جناب مسلمؑ زمین پر گر پڑے۔

اس وقت آپؑ کو اسیر کر لیا گیا اور خچر پر سوار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا آپؑ کی تلوار اور دیگر اسلحے اشعث نے قبضہ میں لے لئے۔ آپؑ نے ابن زیاد کو سلام نہیں کیا اس کے بعد ایک لمبی بحث ہوئی جس میں جناب مسلمؑ نے نہایت شجاعت کے ساتھ حجت تمام کر دی اور دلیرانہ انداز میں استدلال کیا جس کے نتیجہ میں ابن زیاد کو غصہ آگیا اور اس کا چہرہ سرخ ہوگیا اور امام حسنؑ و امام حسینؑ اور حضرت علیؑ پر سبّ وشتم کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے حکم دیا کہ مسلمؑ کو دار الامارہ کی بلندی پر لے جاؤ اور قتل کر کے نیچے پھینک دو اور پھر آپؑ کے جسم کو کوفہ کی گلیوں میں گھسیٹو اور پھر اس کے بعد ہانی بن عروہ کے برابر سولی پر لٹکا دو۔ یہ سب ہو رہا تھا لیکن اہل کوفہ سڑکوں پر خاموش کھڑے تھے جیسا کہ ان کا اس بات سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ جناب مسلمؑ نے شہادت سے پہلے ابن اشعث سے کہا کہ امام حسینؑ کو خط لکھ کر کوفہ کے حالات سے آگاہ کر دینا ابن اشعث نے اس وقت تو وعدہ کر لیا لیکن اس پر عمل نہ کیا۔ (۲)

۱۔ ارشاد میں ان کی تعداد ۷۰ لکھی ہے۔

۱۲۔ اعیان الشیعہ ۱/۵۹۲۔ اعلام الوریٰ ۱/۴۴۲۔ کامل التاریخ ۴/۳۲۔ الفتوح ۵/۸۸۔ تاریخ طبری ۴/۲۸۰۔ مقاتل الطالبین ۹۲۔

پانچویں بحث

امام حسین علیہ السلام کی عراق کی طرف روانگی

ا۔اب ہم کوفہ کو چھوڑ کر مکہ کی طرف آتے ہیں ،تاکہ امام حسینؑ کے کربلا تک کے سفر پر ایک نظر ڈالیں ۔مورخین لکھتے ہیں جناب مسلمؑ کوفہ کی جانب ۸/ذی الحجہ منگل کے روز روانہ ہوئے اور آپؑ کی شہادت بدھ کے دن ہوئی اس دن ماہ ذی الحجہ کی ۹/تاریخ تھی عرفہ کا دن تھا۔امام حسینؑ بھی مکہ سے عراق کی جانب اس وقت روانہ ہوئے جب جناب مسلمؑ کوفہ کے لئے نکلے تھے۔جوترویہ کا دن تھا۔

اس سے پہلے آپؑ شعبان کے چند روز اور ماہ رمضان ،شوال ،ذی قعدہ اور تقریباً ۸/ذی الحجہ ۶۰ھ تک مکہ میں مقیم رہے اس مدت میں حجاز اور بصرہ سے بعض افراد آکر امامؑ کے اہلبیتؑ اور دوستوں سے ملحق ہوتے رہے۔

عراق کی طرف روانہ ہونے سے پہلے امامؑ نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا۔سعی کی اور پھر حج کو عمرہ سے تبدیل کر دیا کیونکہ آپؑ کو خوف تھا کہ کہیں دشمن آپؑ کو گرفتار کر کے یزید کے پاس نہ لے جائیں (یا حدود حرم میں آپ کو قتل کر کے تقدس حرم کو ضائع نہ کریں)۔لہٰذا آپؑ اپنے اہل وعیال اور اصحاب کے ساتھ عراق کی طرف روانہ ہو گئے ابھی تک قتل جناب مسلمؑ کی خبر آپؑ تک نہیں پہونچی تھی۔(۱)

امام حسین علیہ السلام نے عراق کا کیوں انتخاب کیا؟

اگر چہ اکثر مورخین کوفہ کے حالات کا تجزیہ وتحلیل کر کے ایک خاص نتیجہ تک پہونچے ہیں چاہے وہ غیر یقینی

ا۔الارشاد ۲/۶۷۔

ہی کیوں نہ ہو لیکن اس کے برخلاف امامؑ کے اس انتخاب کے پیچھے چند اہم اسباب ہیں جن میں سے بعض ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

۱۔ ظلم وفساد کا قلع وقمع کرنا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے لیکن ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ کسی بھی اسلامی خطہ میں ایسا کوئی اقدام سامنے نہیں آیا صرف عراق ایک جگہ تھی جہاں کے لوگوں نے بنی امیہ کے عروج سے لے کر ان کے زوال تک مخالفت کی اور ان کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔

۲۔ امام حسین علیہ السلام نے لوگوں کو صرف اسی دن بنی امیہ کا مقابلہ کرنے کی دعوت نہیں دی جس دن آپؑ سے مطالبۂ بیعت کیا گیا بلکہ آپؑ بہت پہلے سے ان لوگوں کے خلاف دعوت دیتے چلے آرہے تھے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ عراق کے علاوہ کسی اسلامی سرزمین سے لبیک کی آواز بلند نہیں ہوئی۔ جبکہ عراق سے بہت سے نامے حضرتؑ کی خدمت میں پہونچے جن سے آپ کی محبت و دوستی کا بھی اظہار ہوتا تھا اور ان کے بنی امیہ سے ٹکرانے کا جذبہ اور ان کی صلاحیت بھی صاف آشکار ہوتی تھی۔

۳۔ امام حسین علیہ السلام کے پاس عراق کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ تھا ہی نہیں۔ کیونکہ دوسرے علاقے یا بنی امیہ کے حامی تھے، یا ان کے مظالم کے نیچے دبے ہوئے تھے، یا امام حسین علیہ السلام کی دعوت قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھے! دوسری بات یہ کہ اس وقت بہت سے لوگ یا تو کافر تھے یا تازہ مسلمان ہوئے تھے یا پھر عرب نہیں تھے جن کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل تھا، لہٰذا اگر امام عراق کو انتخاب نہ کرتے تو امام کا یہ انقلاب رنگ نہ لاتا اور دب کے رہ جاتا۔

۴۔ چوتھی چیز یہ کہ کوفہ کے اندر بعض ایسے صالح گروہ موجود تھے جن کی بنیاد حضرت علی علیہ السلام نے رکھی تھی یہ لوگ اہل بیت علیہم السلام سے محبت رکھتے تھے لہٰذا امام چاہتے تھے کہ آپ کا خون ضائع نہ ہو اور ایمان وتقوی اور محبت اہل بیتؑ لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو جائے اور اس کے لئے سب سے مناسب عراق کی سرزمین تھی۔ اور ایسا ہی ہوا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد عراق فضائل اہل بیتؑ کی نشرو اشاعت کا

مرکز بن گیا۔

۵۔عراق کے علاوہ کسی علاقہ کو اختیار کرنا شاید منفی اثر مرتب کرتا کیونکہ دشمنان اسلام واہل بیت علیہم السلام امام عالی مقام کے بلند ارادہ ومقاصد کو سمجھ رہے تھے وہ اس کو ''فرار'' کا نام دے کر امامؑ کی شخصیت کو مجروح کر دیتے جبکہ امام چاہتے تھے رسالت الٰہیہ اور اخلاقی مثالوں کو زندہ کریں۔لوگوں کے اندر ظلم اور ظالمین سے مقابلہ کی روح کو بیدار کریں اگر امام عراق کے علاوہ کسی اور جگہ کا انتخاب کرتے تو بنی امیہ ان مقاصد تک پہونچنے سے پہلے ہی آپؑ کو شہید کر دیتے۔

۶۔اہل عراق بنی امیہ سے ٹکر لیتے اور ان کے مدّ مقابل ہوتے تھے لہٰذا وہاں کے حالات پیغام انقلاب اور افکار امامؑ کو لوگوں تک پہونچانے کے لئے زیادہ سازگار تھے اور یہی وجہ تھی کہ بنی امیہ نے رسوا ہو کر اپنے اس کارنامہ کو دین وشریعت کا لباس پہنانے کی کوشش کی۔اس کے علاوہ اہل عراق کی فطرت کا رجحان ومیلان بھی ان افکار کے دائمی ہو جانے کا سبب بنا جیسا کہ ہم آج تک اس بات کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

ممکن ہے امامؑ کے اس عمل کے پیچھے اور بھی اسباب رہے ہوں لیکن اتنا بہر حال طے ہے کہ امام حسین علیہ السلام مستقبل میں پیش آنے والی جنگ سے باخبر تھے اور جس منزل کی جانب جا رہے تھے وہاں کے سیاسی اور اجتماعی حالات سے خوب واقف تھے اس کی وجہ (علم امامت کے علاوہ) آپؑ کی سیاسی بصیرت وآگاہی ہی بھی تھی اس کے علاوہ دیگر عظیم شخصیتوں نے بھی آپ کو مشورے دیئے تھے اور سب سے بڑھکر یہ کہ آپ معصوم تھے اور ہر طرح کی لغزش یا نفسانی اقدام سے محفوظ تھے لہٰذا آپؑ کا اپنے انقلاب کے لئے عراق کی سرزمین کو انتخاب کرنا مکمل سوجھ بوجھ اور اور منصوبہ بندی کے تحت تھا اور یہ حادثہ ناگوار اس لئے رونما ہوا کیونکہ لوگوں نے اپنے امامؑ کو یکا وتنہا چھوڑ دیا اور ان کی مدد نہیں کی اور انہوں نے دنیا وآخرت کی رسوائی کا سودا کر لیا۔

مکہ کو الوداع کہتے وقت امامؑ کے تصریحات

مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہوتے وقت امامؑ نے چند چیزوں کو صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے جن میں سے بعض کے ذریعہ ایسے بہت سے افراد کو جواب مل جاتا ہے جو اپنی ہمدردی و دلسوزی کی وجہ سے آپؑ کو اس سفر سے روک رہے تھے۔ آپؑ نے تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس کے بعض کلمات ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

واللہ..............

خدا کی قسم یہ لوگ مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک میرے سینہ سے میرا دل نہیں نکال لیں گے اور اگر انھوں نے ایسا کیا تو ان کے اوپر ایسا شخص مسلط ہوگا جو ان کو ذلیل و رسوا کر کے رکھ دے گا یہاں تک کہ یہ عورت کے اس کپڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائیں گے جو وہ خون حیض کے لئے باندھتی ہے۔

۲۔ محمد بن حنفیہ مدینہ میں تھے جب ان کو خبر ملی کہ امامؑ عازم سفر عراق ہیں تو مکہ کی طرف چل دئے اور اس رات کو پہونچے جس کی صبح کو امامؑ روانہ ہونے والے تھے۔ فوراً خدمت امامؑ میں پہونچے اور کہا اے میرے بھائی آپؑ نے اپنے بابا اور بھائی کے ساتھ اہل کوفہ کی غداری کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے مجھے خوف ہے کہیں آپ کا بھی وہی حال نہ ہو اگر بہتر سمجھیں تو حرم خدا میں ٹھہر جائیں کیونکہ آپؑ ان تمام افراد سے افضل ہیں جو حرم کے اندر موجود ہیں۔ امامؑ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہیں یزید بن معاویہ مجھے حرم خدا میں قتل نہ کر دے اور اس طرح میری وجہ سے اس گھر کی حرمت پائمال ہو جائے۔ محمد بن حنفیہ نے عرض کی کہ اگر آپؑ کو یہ خوف ہے تو یمن یا کسی خشکی کے علاقہ میں چلے جائیں اس طرح کوئی آپؑ پر غلبہ نہ پا سکے گا۔ امامؑ نے فرمایا تمہاری تجویز پر غور کروں گا اور سحر کا وقت ہوا تو آپؑ نے عراق کا فیصلہ کیا اور وضو کرتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

محمد بن حنفیہ قریب آئے اور ناقہ کی مہار تھام کر عرض کی اے بھائی کیا آپؑ نے جواب دینے کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ امام نے فرمایا کیوں نہیں؟ لیکن تمہارے جانے کے بعد (حالت خواب میں) میرے پاس رسولخداؐ

آئے اور فرمایا اے حسین جلدی چلو اللہ تمہیں مقتول دیکھنا چاہتا ہے۔

محمد حنفیہ نے عرض کی پھر ان حالات میں آپ ان خواتین اور بچّوں کو کیوں لے جا رہے ہیں؟ فرمایا! خداوند عالم انہیں اسیر دیکھنا چاہتا ہے۔ امامؑ کا اہل وعیال کا ساتھ لے جانا اس وقت کے معاشرے کے اعتبار سے کوئی حیرت کی بات نہیں تھی کیونکہ اس زمانہ میں عرب اپنی عورتوں کو جنگوں میں لے جایا کرتے تھے جیسا کہ رسول اکرمؐ کے سلسلہ میں بھی ملتا ہے کہ بعض غزوات میں آپؐ کی ازواج بھی آپ کے ساتھ تھیں اور کبھی کبھی آپ ازواج کے درمیان قرعہ ڈال کر انہیں معین کیا کرتے تھے۔

لیکن امامؑ کا اہل وعیال کو ساتھ لے جانا اس لئے تھا تا کہ مسلمانوں پر امامؑ کی نصرت کے سلسلے میں حجت تمام ہو جائے کیونکہ جو حسین بن علی سے محبت کرتا ہے اور آپؑ کی نصرت کا دم بھرتا ہے اس کو کنبہ کے ساتھ ہونے کی صورت میں بدرجہ اولیٰ مدد کرنا چاہیئے کیونکہ اگر کسی کو حسینؑ سے اختلاف نظر ہے تو اس میں نبیؐ کی نواسیوں کا کیا قصور ہے بالخصوص اس وقت جب بنی امیہ کی نظر میں اختلاف کا محور بھی صرف خلافت تھی!

۳۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ کو چھوڑنے کا قصد فرمایا تو ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس کے چند کلمات یہ ہیں...

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو وہ چاہے گا وہی ہوگا اس کے علاوہ کوئی طاقت نہیں ہے۔ موت کو لڑکیوں کے گلے کے ہار کی مانند بنی آدم کے گلے میں لٹکا دیا گیا ہے۔ اور میں اپنے آباء واجداد سے ملاقات کا ویسے ہی خواہاں ہوں جیسے یعقوب، یوسف کی بنسبت تھے شہادت کو میرے لئے اس طرح معین کر دیا گیا ہے کہ اس سے ملاقات کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ کرب وبلا اور نوادیس کے خونخوار بھیڑئے میرے جسم کے جوڑ جوڑ کو الگ کر کے اپنے خالی پیٹ کو پُر کر رہے ہیں۔ تقدیر الٰہی سے کوئی چارہ نہیں جو اس کی رضا ہے وہی ہم اہل بیتؑ کی رضا ہے، ہم اس کی نازل کردہ بلاؤں پر صابر ہیں اور وہ ہم کو صابرین کا اجر دے گا۔ ذریت رسول کبھی بھی آپؐ سے جدا نہیں ہوسکتی اور ہم سب ایک روز تو بارگاہ خداوندی میں جمع ہوں گے آپؐ کی آنکھیں اپنی ذریت کے دیدار سے روشن ہو جائیں گی اور آپ اپنے

وعدہ کو وفا فرمائیں گے لہٰذا جو بھی ہماری اس راہ میں (جو کہ راہ خدا ہے) لقاء الٰہی کے لئے ہمارے ساتھ چلنا چاہتا ہے وہ تیار ہو جائے میں انشاء اللہ کل روانہ ہو جاؤں گا۔(۱)

امام حسین علیہ السلام ان جملوں کے ذریعہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ آپؑ کسی بھی صورت میں یزید کی بیعت نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے الٰہی فریضہ کو انجام دے رہے ہیں۔ مکہ چھوڑنے کا سبب بیان کر رہے ہیں اور تمام ان حالات کی خبر دے رہے ہیں جن کا وہ بلکہ پورا کنبہ انتظار کر رہا ہے ہر اس شخص کو اپنی طرف بلا رہے ہیں جو لقاء الٰہی کے لئے آمادہ ہے اور دنیا پر واضح کر رہے ہیں کہ رضاء الٰہی ہم اہل بیتؑ کی رضا کے ساتھ ہے۔

ایک خط میں انقلاب کا خلاصہ

امام حسین علیہ السلام نے ایک عظیم دینی رہبر کے اعتبار سے نہایت تدبیر کے ساتھ یہ حکیمانہ فیصلہ کیا کہ مکہ سے عراق کی جانب سفر کیا۔ اور اس کے علاوہ اپنے انقلاب کے مقاصد واسباب پر بھی الگ سے کافی روشنی ڈالی ہے جس کی خبر تمام عالم اسلام تک پہونچ چکی ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے مدینہ میں بنی ہاشم کی جانب ایک خط ارسال فرمایا جسمیں انھیں اقدار الٰہی کی حفاظت، نصرت اسلام اور میدان قربانی وفدا کاری میں سر بلند ہونے کی دعوت دی اور فرمایا کہ یہی ایک راستہ ہے جس کے ذریعہ تمہارا پاکیزہ ذکر حق وعدالت کی صورت میں باقی رہ سکتا ہے اور تم آخرت کی کامیابی حاصل کر سکتے ہو۔ آپؑ نے بسم اللہ کے بعد ارشاد فرمایا ہے:

من الحسین بن علی ....

یہ خط حسین بن علی کی جانب سے اپنے بھائی محمد اور دوسرے افراد بنی ہاشم کی طرف ہے تم میں سے جو بھی مجھ سے ملحق ہوگا وہ شہید ہوگا اور جو ملحق نہیں ہوگا وہ اس کامیابی سے محروم رہ جائے گا. والسلام ....(۱)

۱۔ احقاق الحق ۱۱/۵۹۸۔ کشف الغمہ ۲/۲۰۴۔

جس وقت امام کا یہ خط مدینہ میں بنی ہاشم کے پاس پہونچا ایک گروہ فوراً نصرت امام کے لئے راہی کربلا ہو گیا تا کہ نواسہ رسول کی ہمراہی میں شہید ہو کر فوز عظیم پر فائز ہو سکے۔ (۲)

دشمن کا سدّ راہ ہونا

ابھی امام حسین علیہ السلام مکہ سے زیادہ دور نہیں ہوئے تھے کہ یحی بن سعید کی قیادت میں دشمن کا ایک لشکر امامؑ کے سامنے آ گیا یہ وہ لشکر تھا جس کو والی مکہ عمر بن سعید نے امامؑ کا راستہ روکنے کیلئے بھیجا تھا یہاں تک کہ دونوں لشکروں میں جھڑپ ہوئی وہ ایک دوسرے پر تازیانے برسانے لگے لیکن لشکر حسینیؑ نے ان کا جم کر مقابلہ کیا۔ (۳)

سرزمین تنعیم

امامؑ کا یہ قافلہ اپنا سفر طے کرتا ہوا سرزمین تنعیم پہونچا۔ (مکہ کے اندر حل میں ایک جگہ کا نام ہے جو کہ مکہ اور سرف کے درمیان مکہ سے دو فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے (المعجم البدان ۴۹/۲) جہاں ان کی ملاقات بعض شتر سواروں سے ہوئی جو یمن سے کچھ ہدایا و تحائف لیکر یزید کے پاس جا رہے تھے امام حسینؑ نے اپنے سامان اور اصحاب کے لئے ان سے کچھ اونٹ اجارہ پر لئے اور فرمایا کہ جو ہمارے ساتھ عراق چلنا چاہتا ہے وہ آ جائے اس کا کرایہ ہمارے ذمہ ہوگا اور اگر کوئی اثنائے راہ میں ہم سے جدا ہونا چاہے گا ہم اس کا بھی وہاں تک کا کرایہ دیدیں گے۔

بعض لوگوں نے امامؑ کی دعوت قبول کر لی لیکن باقی افراد راضی نہیں ہوئے۔

۱۔ مناقب آل ابی طالب ۷۶/۴ بصائر الدرجات ۴۸۱۔ دلائل الامامۃ ۷۷۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر ترجمہ امام حسینؑ۔

۳۔ الارشاد ۶۸/۲۔

سرزمین صفاح

جب امامؑ کا یہ قافلہ سرزمین صفاح پر پہونچا۔(صفاح حنین اور حرم مکہ کے درمیان ایک مقام ہے جیسا کہ معجم البلدان کی تیسری جلد میں صفحہ ۴۱۲ پر درج ہے)

تو آپؑ کی ملاقات فرزدق سے ہوئی آپؑ نے پوچھا لوگوں کے کیا نظریات ہیں فرزدق نے عرض کی آقا۔ ان کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں بنی امیہ کے ساتھ!

بہر حال وہی ہوگا جو اللہ چاہے گا امام نے فرمایا تم نے سچ کہا اے فرزدق! خدا سارے امور اپنی مشیت سے انجام دیتا ہے۔

"کل یوم ربنا فی شان" ہر روز ہمارے پروردگار کی نرالی شان ہے۔اگر خدا کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا تو ہم اللہ کی حمد بجالاتے ہیں وہی شکر بجالانے پر بھی ہماری مدد کرتا ہے اور اگر خدا کا فیصلہ اس کے برخلاف ہوا جس کی ہم امید کرتے ہیں تو صاحبان حق وتقوی ناشکری نہیں کرتے۔(۱)

پھر امامؑ نے نہایت عزم و استقلال کے ساتھ اپنے سفر کو جاری رکھا اور فرزدق کی گفتگو آپ کے ارادے کو بدل نہیں سکی۔

اہل کوفہ کے نام امام کا خط

جب امام حسین وادی "ذی الرمّہ" سے گذر کر حاجر (بادیہ کے راستے یہ وادی حج کے منازل میں سے ایک منزل ہے) پر پہونچے تو کوفہ میں اپنے شیعوں کے نام ایک خط لکھا کہ میں تمہاری طرف آرہا ہوں۔ابھی آپؑ تک مسلمؑ کی خبر شہادت نہیں پہونچی تھی۔خط کا مضمون یہ تھا۔ "بسم اللّٰہ...من الحسین بن علیؑ الیٰ اخوانہ من المومنین و المسلمین ...."

۱۔مقتل الحسین، مقرم ۲۰۳ البدایہ والنہایہ ۱۸۰/۸۔ صفة مخرج الحسین الیٰ العراق۔

یہ خط حسین بن علی ع کی جانب سے اہل کوفہ کے مومنین کے لئے ہے میں خدائے وحدہ لاشریک کی حمد بجا لاتا ہوں۔

امابعد... میرے پاس مسلم بن عقیل کا خط پہونچا ہے جس میں تمہارے اچھے استقبال، ہماری نصرت پر جمع ہونے اور حق کو واپس لینے کے لئے قیام کرنے کا ذکر ہے، میں نے خدا سے اچھے نتائج کی دعا کی ہے اللہ تم کو اجر عظیم عطا فرمائے میں مکہ سے ۸/ذی الحجہ (یوم الترویہ) بروز بدھ تمہاری طرف روانہ ہو چکا ہوں جب میرا سفیر تم تک پہونچے تو اس مسئلہ میں جلدی کرو اور پوری کوشش کرو میں بھی انھیں دنوں میں تمہارے پاس پہونچ جاؤں گا۔ والسلام علیکم......(۱)

آپ نے اس خط کو قیس بن مسہر صیداوی کے ذریعہ روانہ کیا۔

بنی امیہ کا ردعمل

امامؑ کے کوفہ آنے کی خبر لوگوں کے درمیان پھیل گئی۔ جس کے نتیجہ میں بنی امیہ ایک اضطراب کا شکار ہو گئے اور تمام حکام اس عظیم انقلاب سے گھرانے لگے یہاں تک کہ خبر ابن زیاد تک پہونچی اس نے اپنے لشکر کو آمادہ کیا اور امامؑ کا راستہ روکنے اور کوفہ تک نہ پہونچنے کے لئے منصوبہ بنایا اور سردار لشکر حصین بن نمیر تمیمی کو یہ ذمہ داری سونپی کہ جس طرح بھی ممکن ہو امامؑ کو روکے۔ حصین بن نمیر نے قادسیہ نامی جگہ پر پڑاؤ ڈال دیا تاکہ اس طرح امامؑ کو وہاں سے نہ گذرنے دے۔

قیس بن مسہر کی گرفتاری اور قتل

قیس بن مسہر خط کو لے کر کوفہ کی جانب روانہ ہوئے لیکن جب قادسیہ پہونچے تو حصین بن نمیر نے آپ کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا ابن زیاد جناب قیس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اٹھو اور (معاذ اللہ) حسینؑ پر سبّ وشتم کرو قیس کھڑے ہوئے اور حمد وثناء الٰہی کے بعد فرمایا ایھا الناس: حسینؑ خدا کی بہترین

۱۔ الارشاد ۲/۷۰ البدایۃ والنہایۃ ۱۸۱/۸۔ بحار الانوار ۳۶۹/۴۴۔

مخلوق ہیں اور دختر نبی حضرت فاطمہ زہراؑ کے لخت جگر ہیں میں ان کا قاصد ہوں میں ان کو ''حاجز'' میں چھوڑ کر آیا ہوں تم لوگ ان کی آواز پر لبیک کہو اور ان کی مدد کرو۔ پھر ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھجو اور حضرت علی علیہ السلام کے لئے طلب مغفرت کرو یہ سننا تھا کہ ابن زیاد طیش میں آگیا اور کہا قیس کو قصر کی چھت سے نیچے پھینک دیا جائے جلاد انہیں اوپر لے گئے اور اوپر سے زمین پر پھینک دیا جس کے نتیجہ میں آپ شہید ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے قیس جب زمین پر گرے تو آپ کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ آپ کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں ابھی تھوڑی سی جان باقی تھی کہ عبدالملک بن عمیر لخمی نام کا ایک شخص قریب آیا اور ان کو ذبح کر دیا جب لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو اس نے جواب دیا میں نے ان کو مصیبت سے نجات دلائی ہے۔

زہیر قین سے ملاقات

جب امام حسین علیہ السلام کا قافلہ ''زرود'' نامی جگہ پر پہونچا تو امامؑ کچھ دیر وہاں ٹھہرے رہے۔ آپ ہی کے قریب میں زہیر قین نے بھی اپنا خیمہ نصب کر دیا آپ عثمانی تھے۔ اسی سال حج سے مشرف ہوئے تھے سارے راستہ امام کے ساتھ ساتھ تھے ہر منزل پر امامؑ سے دور پڑاؤ ڈالتے تھے اس خوف سے کہ کہیں امامؑ سے ملاقات نہ ہو جائے لیکن ایک منزل ایسی آئی جہاں امامؑ کے نزدیک خیمہ نصب کرنے پر مجبور ہو گئے امامؑ نے قاصد بھیج کر قیس کو بلایا اس وقت زہیر قافلہ والوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے جب قاصد نے امامؑ کا پیغام سنایا تو سب ڈر گئے جیسا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھ گئے ہوں۔ زہیر کی زوجہ نے زہیر کو مخاطب کر کے کہا سبحان اللہ۔

نواسہ رسولؐ تم کو بلا رہا ہے اور تم جانے سے گریز کرتے ہو جاؤ بات سننے میں کیا حرج ہے۔ زہیر بن قین امامؑ کی خدمت میں آئے اور جب تھوڑی دیر بعد پلٹے تو چہرہ خوشی سے بھرا ہوا تھا۔ حکم دیا کہ خیمے اور تمام ساز و سامان امامؑ کی خدمت میں لے چلو زوجہ کو طلاق دے کر فرمایا اپنے گھر چلی جاؤ میں نہیں چاہتا میری وجہ سے تم کو کوئی مصیبت پہونچے۔ اور اصحاب سے فرمایا جو، میرے ساتھ آنا چاہتا ہے وہ آئے اور جو جانا چاہتا ہے

وہ چلا جائے سنو میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں ایک مرتبہ ہم ایک بحری جنگ میں شریک ہوئے جس میں اللہ نے ہم کو کامیابی عطا کی اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا تو سلمان فارسی نے کہا کہ کیا تم اس کامیابی اور مال غنیمت کی وجہ سے خوش ہو ہم نے کہا ہاں۔سلمان فارسی نے کہا جب تم سید شباب آل محمدؐ کی خدمت میں شرفیاب ہونا اور ان کی ہمراہی میں جنگ کرنا تو اس سے بھی زیادہ خوشحال ہونا۔ میں تمہیں خدا کے حوالے کرتا ہوں کہتے ہیں کہ اس کے بعد زہیر ہمیشہ امام کے ساتھ رہے یہاں تک درجہ شہادت پر فائز ہوگئے۔(۱)

امامؑ کے لئے بُری خبر

کوفہ کا ماحول پر آشوب ہو چکا تھا حالات بالکل بدل چکے تھے اکثر لوگ حکام بنی امیہ سے مل چکے تھے. جاسوسی، رشوت، اور خوف و ہراس سب اپنا اپنا اثر دکھا رہے تھے۔لوگوں نے امام حسینؑ کی بیعت کو توڑ دیا تھا مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ، قیس بن مسہر قتل ہو چکے تھے مختار ثقفی قید ہو کر زندان میں جا چکے تھے اور کوفہ کے حالات دگرگوں تھے۔

ادھر امامؑ کو کچھ خبر نہ تھی لہذا آپ منزلیں طے کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔آپ نے عبداللہ بن یقطر کو جناب مسلم کے پاس بھیجا تا کہ حالات کا پتہ لگائیں۔امام کو ''ثعلبیہ'' میں شہادت جناب مسلم اور دیگر حالات کی اطلاع ملی۔آپ کا دوسرا قاصد جس کو جناب مسلمؑ کی طرف بھیجا تھا راستے میں حصین بن نمیر کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا اور اس نے اسے اسیر کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔یہ بھی جرأت، خلوص اور شجاعت میں قیس بن مسہر کے مانند تھا۔

جب امامؑ ''زبالہ'' پہونچے تو قاصد کی گرفتاری اور اس کے قتل کی خبر بھی آپ تک پہونچی اور اس طرح دھیرے دھیرے لوگوں کے پلٹ جانے پر مبنی خبریں آپؑ تک پہونچتی رہیں جس سے آپ کو لوگوں کی بیعت شکنی اور وعدہ خلافیوں کا یقین ہو گیا یہ ساری خبریں آپؑ نے اپنے اصحاب اور اہل وعیال کے سامنے بیان کر دیں ان کے اوپر حالات کو واضح کر دیا اور فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

۱۔الارشاد ۲/۲۷۔۷۳؛ کامل فی التاریخ ۳/۱۷۔۱۷؛ اخبار الطوال ۲۴۶۔

اما بعد: ہم کو مسلم بن عقیلؑ، ہانی بن عروہ، اور عبدا... بن یقطر کے قتل کی خبر ملی ہے۔ ہمارے چاہنے والوں نے ہم کو رسوا کر دیا لہذا تم میں سے جو واپس جانا چاہے چلا جائے اس کے اوپر کوئی زبردستی نہیں ہے۔

یہ سن کر بہت سے لوگ آپؑ کو چھوڑ کر ادھر ادھر چلے گئے اور وہی لوگ باقی رہ گئے جو مدینے سے آپ کے ساتھ آئے تھے یا بعض وہ لوگ جو بعد میں آپ تک پہنچے تھے۔ امامؑ نے ایسا اس لئے کیا کیونکہ آپؑ کو معلوم تھا کہ یہ عرب میرے ساتھ اس لئے آئے ہیں تا کہ کسی ایسے شہر میں پہونچیں جہاں کے لوگ مطیع و فرمانبردار ہوں۔ لہذا امامؑ نے مناسب نہ سمجھا کہ ان لوگوں کو ساتھ لے چلیں اور وہ انجام سے بے خبر ہوں۔ (۱)

صبح نمودار ہوئی تو آپؑ نے اصحاب کو حکم دیا کہ پانی کی مشکیں بھر لیں اور پھر یہ قافلہ اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔

امام حسین علیہ السلام کی حر سے ملاقات

امامؑ اپنے اہل و عیال اور باقی ماندہ اصحاب کے ساتھ جا رہے تھے دور سے کچھ سائے نظر آئے آپؑ نے سمجھا شاید کھجور کے درختوں کے سائے ہیں لیکن وہ درخت نہیں تھے بلکہ ایک لشکر تھا تھوڑی دیر بعد کیا دیکھا کہ ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر ہے جس کو ابن زیاد نے حر بن یزید ریاحی کی قیادت میں امامؑ کا راستہ روکنے کے لئے بھیجا ہے جب وہ امامؑ کے قافلہ کے نزدیک آئے تو آپؑ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو حر بولا کہ ہم کو اس لئے بھیجا گیا ہے تا کہ آپؑ کو بے آب و گیاہ زمین کی طرف لے چلیں یا یہ کہ آپ یزید و ابن زیاد کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ (۲)

۱۔ الارشاد ۲/ ۷۵، ۷۶، البدایۃ والنہایۃ ۸/ ۱۸۲، اعیان الشیعہ ۱/ ۵۹۵۔

۲۔ تاریخ طبری، ۳/ ۳۰۵، مقتل الحسین خوارزمی، ۱/ ۲۲۹، البدایہ والنہایہ، ۸/ ۱۸۶. بحار الانوار ۴۴/ ۳۷۵۔

حر اور امامؑ میں کافی جرح و بحث ہوئی لیکن کسی نتیجے پر نہ پہونچے۔ حر نے کہا میں آپ کو حجاز یا کوفہ کی طرف نہیں جانے دونگا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں یزید اور ابن زیاد کے سامنے نہیں جھک سکتا۔ امامؑ نے اس وقت سب کو مخاطب کیا اور فرمایا ''ایھا الناس......میں تمہاری طرف اس لئے آیا ہوں کیونکہ تم نے خطوط لکھے، قاصد بھیجے کہ ہمارے پاس کوئی امام نہیں ہے ممکن ہے خدا ہم کو آپ کے ذریعہ حق و ہدایت پر جمع کردے۔ تو بتاؤ میں تمہاری طرف آچکا ہوں اپنے عہد و پیمان پر عمل کرو لیکن اگر ایسا نہیں کرسکتے اور تمہیں میرا آنا ناپسند ہے تو مجھے جانے دو میں جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاؤں گا''۔ لیکن کسی نے جواب نہ دیا اور خاموش کھڑے دیکھتے رہے!

اس کے بعد آپ حر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم اپنے لشکر کے ساتھ نماز پڑھو گے؟ حر نے کہا نہیں ہم سب آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ پھر انہوں نے امامؑ کے ساتھ نماز ادا کی۔ (۱)

نماز عصر پڑھنے کے بعد امامؑ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو! اگر خدا سے ڈرو گے اور حق کو اس کے حق داروں کی ملکیت سمجھو گے تو یہ اللہ کے نزدیک بہت افضل و بہتر ہے ہم اہلبیت رسولؐ ان جھوٹے دعویداروں سے کہیں زیادہ اسلامی قیادت کے حقدار ہیں جو ظلم و ستم کا رویہ اختیار کیئے ہوئے ہیں اور اگر تمہیں ہماری بات ناپسند ہے اور تم حق کو نہیں پہچان پا رہے ہو اور تمہاری رائے اب ان خطوط اور قاصدوں کے برخلاف ہے جو تم نے ہمارے پاس بھیجے تھے تو میرا راستہ چھوڑ دو میں واپس چلا جاؤں گا۔ (۲)

حر نے کہا مجھے نہ ان خطوط کی خبر ہے اور نہ قاصدوں کی، امامؑ نے فرمایا اے عقبہ بن نعمان ان دو خرجینوں کو لاؤ جن میں وہ سارے خطوط رکھے ہوئے ہیں۔ عقبہ نے وہ ساری خرجینیں نکالیں جو خطوط سے بھری ہوئی تھیں اور حر کے سامنے رکھ دیں، حر نے کہا ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں ہم کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک آپ کو کوفہ ابن زیاد کے پاس نہ پہونچا دیں۔ امامؑ نے فرمایا تمہارے

۱۔ الارشاد ۲/ ۷۹، الفتوح ۵/ ۸۵، مقتل الحسین خوارزمی، ۱/ ۵۹۶۔

۲۔ الفتوح (ابن اعثم) ۵/ ۸۷، تاریخ طبری، ۳/ ۳۰۶، مقتل الحسینؑ خوارزمی، ۱/ ۳۳۲۔

لئے مرجانا اس عمل سے قریب ہے پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو جاؤ قافلہ والے سب سوار ہو گئے امامؑ نے فرمایا چلو واپس چلتے ہین لیکن جیسے ہی امامؑ نے پلٹنا چاہا حر کے لشکر نے آگے سے راستہ روک لیا امامؑ نے حر سے فرمایا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے آخر تو چاہتا کیا ہے؟ حر نے کہا اگر آپ کے علاوہ مجھے کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی تو میں بھی اس کو یہی جواب دیتا۔ لیکن خدا کی قسم آپ کی مادر گرامی وہ ہیں کہ جن کو سوائے خیر و نیکی کے کسی چیز سے یاد نہیں کیا جا سکتا۔ (۱)

سرزمین میعاد پر نزول

امام حسین علیہ السلام کی کوفہ آنے کی خبر نے ابن زیاد اور بنی امیہ کے حکام کو پریشان کر دیا لہذا اس نے فوراً حر بن یزید ریاحی کے پاس ایک خط لکھا کہ امامؑ کو نہ آنے دے بلکہ کوفہ سے بہت دور امامؑ کو روک دے کہیں ایسا نہ ہو کہ کوفہ میں دوبارہ انقلاب آ جائے۔

ابن زیاد کا منحرف و جاہل قاصد نامہ لے کر اصحاب امام حسینؑ میں سے یزید بن مہاجر نامی شخص کے پاس سے گذرا اور اس سے کہنے لگا کہ "ہم نے اپنے امامؑ کی اطاعت کی ہے اور وعدہ کو بھی وفا کیا ہے ابن مہاجر نے کہا "ہرگز نہیں بلکہ تو نے اپنے امیر کی اطاعت کر کے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور اس طرح اپنے کو ہلاکت کے دھانے تک پہونچا دیا ہے اور دنیا میں ذلت اور آخرت میں جہنم کا حقدار بنا لیا ہے" جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے ﴿وجعلناهم ائمة يدعون الى النار ويوم القيمة لا ينصرون﴾ (۲)

بہر حال ابن زیاد کے لشکر نے قافلہ امام حسینؑ کو آگے نہیں بڑھنے دیا اور حر بن یزید ریاحی کے لشکر نے امامؑ کو صحرائے بے آب و گیاہ کی طرف جانے پر مجبور کر دیا۔ زہیر بن قین کی غیرت جوش میں آئی اور کہا اس سے پہلے کہ بنی امیہ کی طرف سے لشکر آئے ان سے جنگ کر کے ان کو ختم کر دو۔ اور امام حسینؑ کی طرف مخاطب ہو کر عرض کی "آقا ان سے اس وقت جنگ کرنا آسان ہے" لیکن امامؑ نے اس رائے کو قبول نہیں کیا کیونکہ

۱۔ الارشاد، ۲/۸۰، تاریخ طبری، ۳/۳۰۶۔

۲۔ سورۂ قصص، آیت ۴۱۔

مدّ مقابل نے ابھی تک اعلان جنگ نہیں کیا تھا۔ واضح رہے کہ امامؑ کا یہ شرافتمندانہ اقدام اسی لئے تھا کیونکہ آپ کا مقصد جنگ نہیں تھا بلکہ ان اقدار و پیغامات کا دفاع تھا جنہیں وہ لوگوں کے اندر پھیلانا چاہتے تھے۔ اگرچہ دشمنوں کی دشمنی آشکار ہو چکی تھی لیکن امامؑ نے ارشاد فرمایا میں جنگ کی شروعات نہیں کر سکتا۔

آخر کار امام حسینؑ ۲ محرم ۶۱ھ کو کربلا پہونچ گئے۔ زہیر نے پھر امامؑ کو کسی ایسے علاقہ میں پناہ لینے کی پیش کش کی جہاں معرکہ شروع ہو جانے کی صورت میں لشکر سے مقابلہ کرنا آسان ہو اور محفوظ رہنے کے مواقع زیادہ ہوں۔

امامؑ نے پوچھا اس جگہ کا کیا نام ہے لوگوں نے عرض کیا کربلا! امامؑ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے فرمایا خدایا! میں کرب و بلا سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یہ وہ زمین ہے جسمیں بلائیں اور آفتیں جمع ہیں میرے بابا علی مرتضیٰؑ جنگ صفین میں جاتے ہوئے یہاں سے گذرے میں بھی ساتھ تھا تو جب آپ سے اس زمین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا کرب و بلا!

امام حسینؑ نے فرمایا یہ وہ زمین ہے جہاں ہم کو اتر کے خیمے نصب کرنا ہیں یہیں پر ہمارے خون بہیں گے! پھر فرمایا آل محمدؐ کیلئے یہاں اترنا سخت ہے۔ (۱)

اس کے بعد امامؑ نے ایک مشت خاک اٹھائی اور اس کو سونگھا پھر ارشاد فرمایا خدا کی قسم یہ وہی زمین ہے جس کی جبرئیل نے رسول خدا کو خبر دی تھی کہ میں یہاں قتل کیا جاؤنگا۔ مجھے میری نانی ام سلمیٰ نے بتایا ہے۔ (۲)

پس امامؑ نے وہیں اترنے اور خیمے نصب کرنے کا حکم دیا۔

۱۔ مجمع الزوائد، ۹/۱۹۲، اخبار الطّوال، ۲۵۳، حیاۃ الحیوان، ... دیری، ۱/۶۰۔

۲۔ تذکرۃ الخواص، ۲۶، نفس المھموم، ۲۰۵، ناسخ التاریخ، ۱۶۸۲۔

عمر بن سعد کی سرداری میں لشکر کوفہ کی روانگی

اسی دوران عمر بن سعد کوفہ سے ایک لشکر لے کر نکلا جس کی تعداد بعض تاریخی اسناد کے مطابق تیس ہزار اور بعض کے مطابق تیس ہزار سے بھی زیادہ تھی ایک اور نقل کے مطابق ابن زیاد نے کوفہ اور اس کے قرب و جوار کے باشندوں کے لئے لازم قرار دے دیا تھا کہ ہر حال میں امام حسینؑ سے جنگ کے لئے نکلیں اور ہر وہ شخص جو اسلحہ اٹھانے کی طاقت رکھتا تھا اس کو دھمکی دی کہ اگر حسینؑ سے جنگ کے لئے نہ نکلے تو قتل کر دیئے جاؤ گے یا قید کر دیئے جاؤ گے۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قید خانے شیعوں سے بھر گئے اور شیعوں کی ایک جماعت مخفی ہوگئی اور بنی امیہ کے طرفدار نیز کوفہ کے لالچی اور مطلب پرست لوگ جو اکثریت میں تھے امام حسینؑ سے جنگ کے لئے نکلے۔

واضح رہے کہ وہ روایت جو کہتی ہے کہ کربلا میں امام حسینؑ سے جنگ کرنے والے لشکر کی تعداد کل پانچ ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتی چونکہ یہ روایت مرسل ہے اور اس وقت کے حالات کے ناموافق بھی ہے۔ اس قسم کی روایتوں کو کوئی بھی عقل مند انسان خصوصاً وہ شخص جو اہل کوفہ کی خصلت، ان کی بے ثباتی اور تلون مزاجی سے واقف ہو قبول نہیں کرسکتا مگر یہ کہ آنکھ بند کر کے ہر چیز کی توجیہ اور تاویل کرنے لگے۔(۱)

بنی امیہ کے لشکر کی ٹکڑیاں عمر بن سعد کی قیادت میں آگے بڑھیں اور امام حسینؑ، آپ کے اہل وعیال اور اصحاب کرام کا محاصرہ کرلیا اور امام حسینؑ کے لشکر اور دریائے فرات کے درمیان حائل ہوگئے۔ امام حسینؑ اور عمر بن سعد کے مابین کچھ باتیں بھی ہوئیں جن میں امام حسینؑ نے اپنے اور ان کے موقف کی وضاحت کی اور انھیں یاد دلایا کہ تم ہی لوگوں نے مجھے کوفہ آنے کی دعوت دی تھی پھر آپ نے اظہار حق کے لئے ان کے سامنے ہر ممکنہ دلائل بیان کر کے حجت تمام کر دی اور ان کی بدکاری، مکر وفریب اور وعدہ خلافی کی نشاندہی کی اور اس بات کی وضاحت کی کہ ظلم وفساد کے خلاف قیام کرنا ضروری ہے۔

۱۔ سیرۃ الائمۃ الاثناعشر، القسم الثانی ۶۸/۔

لیکن عمر بن سعد جو کہ بنی امیہ کے ظلم وفساد کا آلہ کار تھا امامؑ کی مخلصانہ نصیحتوں پر غور کرنے کے بجائے اس کا سارا زور اسی پر تھا کہ جیسے بھی ممکن ہو ابن زیاد کے ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جائے کہ یا امام حسینؑ سے یزید کی بیعت لے لے یا آپ کو اور آپ کے اصحاب واہل بیتؑ کو قتل کر دے۔(۱) ابن زیاد خاندان نبوت کی عظمتوں سے اچھی طرح واقف تھا مگر دنیا طلبی کے لئے انجان بن رہا تھا بلکہ سب کچھ جانتے ہوئے اہل بیتؑ سے بغض وحسد کا برتاؤ کر رہا تھا چنانچہ وہ کربلا میں عمر بن سعد کے پاس خط لکھ کر کہتا ہے: حسینؑ اور اصحاب حسینی پر پانی بند کردو، ان کے اور دریائے فرات کے درمیان اس طرح حائل ہو جاؤ کہ انھیں ایک قطرہ پانی بھی نہ مل سکے جس طرح ہمارے پرہیزگار اور پاک و پاکیزہ خلیفہ عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا۔(۲)

۱۔الارشاد ، شیخ مفید :۸۵/۲؛ الفتوح :۹۷/۵؛ بحار الانوار :۲۸۴/۴۴؛ اعلام الوری :۴۵۱/۱۔؛ البدایۃ و النھایۃ :۱۸۹/۸؛ مقتل الحسین للخوارزمی :۲۴۵/۱۔

۲۔اعلام الوریٰ :۴۲۵/۱۔

چھٹی بحث

کربلا میں کیا ہوا؟

شب عاشور:

عمر بن سعد نو محرم کی شب میں امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ کے لئے آمادہ ہو گیا۔ شمر آیا اور اصحاب حسین علیہم السلام کے نزدیک آ کر بولا: میرے بھانجے کہاں ہیں؟ یعنی حضرت عباس علیہ السلام، جعفر، عبداللہ اور عثمان (فرزندان علی علیہ السلام) امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اگرچہ یہ فاسق ہے مگر پھر بھی اس کی بات کا جواب دو۔ اس کی تم سے دور کی رشتہ داری ہے۔ یہ رشتہ اس اعتبار سے تھا کہ ان کی والدہ ماجدہ خاندان بنی کلاب سے تھیں اور شمر بن ذی الجوشن کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا۔ انھوں نے اس سے پوچھا: تو کیا چاہتا ہے؟ شمر بولا: تم امان میں ہو لہٰذا اپنے آپ کو اپنے بھائی حسینؑ کی خاطر ہلاکت میں مت ڈالو اور یزید کی بیعت کر لو۔ انھوں نے جواب دیا: خدا تجھ پر اور تیری امان پر لعنت کرے، کیا ہمیں امان ہے اور فرزند رسول کو امان نہیں؟

جناب عباس علیہ السلام نے فرمایا: اے دشمن خدا! تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور تیری اس امان پر لعنت ہو جس کو تو ہمارے لئے لایا ہے۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے بھائی اور اپنے آقا، زہراؑ کے فرزند کو چھوڑ دیں اور ملعون ابن ملعون کی اطاعت اختیار کر لیں؟۔

اس واقعہ کے بعد عمر بن سعد نے اپنی فوج کو آواز دی: ''اے سپاہ خدا! سوار ہو جاؤ اور تمہیں جنت کی مبارک ہو'' لوگ سوار ہو گئے۔ پھر بن سعد ان کی طرف چلا امام حسین علیہ السلام خیمہ گاہ کے سامنے بیٹھے تلوار سے

ٹیک لگائے ہوئے تھے اور سر مبارک زانوؤں پر تھا۔ آپؑ کی بہن زینبؑ نے شور و غل کی آواز سنی اپنے بھائی کے قریب آئیں اور بولیں: بھیا! کیا آپ ان آوازوں کو نہیں سن رہے ہیں۔ یہ آوازیں ہم سے قریب ہوتی جارہی ہیں۔ امام حسینؑ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا:

"إني رأيت رسول الله صلىٰ الله عليه و آله وسلم الساعة في المنام فقال إنک تروح إلينا، فلطمت اخته وجهها، و نادت بالويل فقال لها الحسينؑ ليس لک الويل يا أخية أسكتي، رحمک الله"

میں نے ابھی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے انھوں نے مجھ سے کہا ہے کہ بے شک تم بہت جلد ہماری طرف آ رہے ہو یہ سننے کے بعد آپ کی بہن زینبؑ نے اپنے منہ پر طمانچے مارے اور فریاد و فغاں کرنے لگیں، امامؑ نے آپ سے کہا اے بہن تمہارے لئے فریاد و فغاں مناسب نہیں ہے، صبر کرو اللہ تم پر رحمت نازل کرے۔

اور حضرت عباسؑ نے آپؑ سے کہا: آقا فوج آگئی جب امامؑ نے یہ سنا تو کھڑے ہو گئے اور کہا:

يا عباس أركب. بنفسي يا أخي. أنت حتىٰ تلقاهم و تقول لهم: ما بالكم و ما بدأ لكم و تسألهم عما جاء بهم؟

اے بھیا عباس تم پر میری جان قربان، گھوڑے پر سوار ہو اور اس فوج کے سامنے جا کر پوچھو تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم یہاں کیوں اور کس لئے آئے ہو؟ جناب عباسؑ بیس سواروں کے ساتھ جن میں زہیر بن قین اور حبیبؓ بن مظاہر بھی شامل تھے فوج کے قریب آئے اور امامؑ کا سوال دہرایا تو لشکر نے جواب دیا کہ: امیر کا حکم آیا ہے کہ ہم تم سے لو ہا لیں اب تمہارے سامنے دو صورتیں ہیں یا اس کے حکم کے سامنے سپر انداختہ ہو جاؤ (یعنی یزید کی بیعت کرلو) یا یہ کہ ہم تم پر حملہ کریں گے آپ نے کہا ٹھہرو تاکہ میں ابو عبداللہ امام حسینؑ کو باخبر کر دوں یہ کہہ کر جناب عباسؑ پلٹ آئے۔ لشکر وہیں پر ٹھہرا رہا اور حضرت عباسؑ کے ساتھ جانے والے بقیہ اصحاب انھیں وعظ و نصیحت کرتے رہے اور امام حسینؑ کے قتل سے انہیں روکتے رہے۔

جب جناب عباسؑ نے امام حسینؑ کو لشکر کی باتوں سے باخبر کیا تو آپ نے فرمایا:

"إرجع إليهم فإن استطعت أن تؤخرهم إلىٰ غدوة و تدفعهم عنا العشية لعلنا نصلي لربنا الليلة و ندعوه و نستغفره فهو يعلم أني كنت أحب الصلاة له و تلاوة كتابه و كثرة الدعاء و الاستغفار"

''تم دوبارہ ان کی طرف جاؤ اور اگر ہو سکے تو اس جنگ کو صبح تک ملتوی کرادو اور ایک رات کی مہلت لے لو ہم یہ رات اپنے رب کی عبادت، دعا اور استغفار میں گزاریں گے، میرا رب جانتا ہے کہ مجھے اس کی بارگاہ میں نماز، تلاوت قرآن، کثرت دعا اور استغفار سے کتنی محبت ہے''۔

چنانچہ جب جناب عباسؑ نے ان سے ایک رات کی مہلت کا مطالبہ کیا اور عمر بن سعد نے توقف اور ٹال مٹول سے کام لیا تو عمرو بن حجاج زبیدی نے اس سے کہا سبحان اللہ قسم خدا کی اگر یہ لوگ اہل ترک و دیلم بھی ہوتے اور ہم سے ایک رات کی مہلت مانگتے تو ہم دے دیتے ارے یہ تو آل محمدؐ ہیں پھر انھیں مہلت کیوں نہ دے دیں؟ اور قیس بن اشعث بن قیس نے اس سے کہا انھیں فرصت دے دو صبح کو تو یہ ہم سے لڑیں ہی گے۔ آخر کار ایک رات کی مہلت مل گئی۔

امام حسینؑ نے شام کے وقت اپنے اصحاب کو اکٹھا کیا، امام زین العابدین علیہ السلام کہتے ہیں میں اس وقت مریض تھا مگر امامؑ کے قریب گیا تا کہ سن سکوں کہ آپ کیا فرماتے ہیں تو میں نے بابا کو اپنے اصحاب سے یہ کہتے ہوئے سنا:

''میں بطور احسن خدا کی حمد وثنا کرتا ہوں اور خوشی وغم میں اس کی حمد بجالاتا ہوں خدایا! میں اس نعمت پر تیری حمد بجالاتا ہوں کہ نبوت کے ذریعہ تو نے ہمیں شرف و بزرگی عطا کی، قرآن کی تعلیم دی اور اپنے دین میں فقاہت وبصیرت سے نوازا اور ہمارے لئے کان، آنکھیں اور دل قرار دیا، اے پروردگار تو ہمیں شاکرین میں سے قرار دے:

أما بعد، فإني لاأعلم أصحاباً أوفىٰ و لا خيراً من أصحابي و لا أهل بيت أبر و لا أوصل

من أهل بيتي ، فجزاكم الله عني خيراً ألا و إني لأظن أنه آخر يوم لنا من هولاء ألا و إني قد أذنت لكم فانطلقوا جميعاً في حل ليس عليكم مني ذمام ، هذا الليل قد غشيكم فاتخذوه جملاً ، و ليأخذ كل واحد منكم بيد رجل من اهل بيتي و تفرقوا في سواد هذا الليل و ذروني و هولاء القوم ؛ فإنهم لا يريدون غيري.

میں اپنے اصحاب سے زیادہ باوفا اور بہتر اصحاب نہیں جانتا اور اپنے اہل بیت سے زیادہ نیک اور صلۂ رحم کرنے والے اہل بیت نہیں جانتا اللہ تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر دے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری زندگی کا آخری دن ہے، آگاہ ہو جاؤ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے میں اپنی بیعت تم سے ہٹا لیتا ہوں جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ رات کا اندھیرا چھا گیا ہے تم لوگ اسے غنیمت سمجھو تم میں سے ہر ایک اٹھے اور میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لیتا جائے تم لوگ مجھے اور اس لشکر کو تنہا چھوڑ دو اسے میرے علاوہ کسی اور سے کوئی سروکار نہیں۔

اس تقریر کے بعد آپ کے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں اور عبداللہ بن جعفر کے بیٹوں نے کہا: آخر ہم ایسا کیوں کریں؟ اس لئے تا کہ آپ کے بعد زندہ رہیں؟! ہمیں خدا کبھی یہ دن نہ دکھائے۔ سب سے پہلے یہ جملہ عباسؑ بن امیر المومنینؑ نے کہا پھر بقیہ افراد نے بھی آپ کی پیروی کرتے ہوئے اسی طرح کے جملوں سے اپنی وفاداری کا اعلان کیا۔

پھر امامؑ نے اولاد عقیل کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''**حسبكم من القتل بصاحبكم مسلم إذهبوا قد أذنت لكم** '' تمہارے لئے مسلم کی شہادت کافی ہے، تم لوگ چلے جاؤ میری طرف سے اجازت ہے۔ ان لوگوں نے کہا: سبحان اللہ اگر ہم اپنے سید و سردار اور چچازاد بھائیوں کو چھوڑ کر چلے جائیں اور ان کے ساتھ دشمنوں سے جنگ نہ کریں تو لوگ ہم سے کیا کہیں گے اور ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے، واللہ ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے بلکہ آپ پر اپنی جانیں، مال و اسباب اور آل و اولاد سب کچھ قربان کر دیں گے اور آپ کے ساتھ رہ کر دشمنوں سے لڑیں گے یہاں تک کہ ہم بھی آپ کی طرح سرخ رو ہو جائیں، آپ کے بعد کی

زندگی پر تف ہو۔

پھر مسلم بن عوسجہ اسدی کھڑے ہوئے اور کہا: کیا ہم دشمنوں کے نرغے میں آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں، ہم آپ کے حق کی ادائیگی میں خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے، خدا ہرگز ہمیں یہ دن نہ دکھائے، میں آپ کے دشمنوں سے جنگ کروں گا یہاں تک کہ اپنے نیزے کو ان کے سینوں میں توڑ دوں اور جب تک تلوار کا دستہ میرے ہاتھ میں رہے گا میں ان پر اپنی تلوار سے وار کرتا رہوں گا اگر میرے پاس کوئی اسلحہ نہ ہوگا تو میں پتھروں سے ان کا مقابلہ کروں گا میں آپ کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ آپ کے ساتھ مر جاؤں۔

پھر سعید بن عبداللہ حنفی کھڑے ہوئے اور کہا: اے فرزند رسولؐ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ اللہ جان لے کہ آپ کے بارے میں ہم نے اس کے رسولؐ کی وصیت پر عمل کرلیا ہے۔ واللہ اگر مجھے معلوم ہو کہ مجھے آپ کی راہ میں قتل کے بعد زندہ کر کے جلا دیا جائے گا اور پھر میری راکھ بکھیر دی جائے گی اور یہ سب کچھ میرے ساتھ ستر مرتبہ کیا جائے گا تب بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا، اور ایسا کیوں نہ ہو میں آپ کی رکاب میں ایک مرتبہ قتل ہونے کے بعد سعادت ابدی سے ہمکنار ہو جاؤں گا۔ پھر زہیر بن قین نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے فرزند رسولؐ قسم بخدا میری خواہش ہے کہ آپ کی راہ میں ہزار مرتبہ قتل کر کے میری لاش کے ذروں کو بکھیر دیا جائے اور خدائے متعال آپ کو، آپ کے بھائیوں، بچوں اور اہل بیت کو بچالے۔ اور بقیہ اصحاب نے بھی اپنی زبان پر اسی طرح کے کلمات جاری کیئے اور کہا: ہماری جانیں آپ پر قربان، ہم اپنے ہاتھوں اور چہروں کو آپ کے لئے سپر بنالیں گے، ہم آپ کے قدموں میں قتل ہو کر اپنی ذمہ داری اور اپنے رب سے کیئے ہوئے وعدے کو پورا کردیں گے۔ (۱)

۱۔ الارشاد ج ۲ ص ۹۳۔

امامؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا اپنے خیموں کو ایک دوسرے سے قریب کرلو اور رسیوں کو ایک دوسرے سے باندھ دو اور اپنے خیموں کے سامنے ہی رہو تاکہ دشمن کا مقابلہ صرف ایک سمت سے ہو اور خیمے تمہارے پیچھے اور دائیں بائیں رہیں۔

امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب باوفا نے پوری رات نماز، استغفار اور دعا و مناجات میں گذاری اور ان کے خیام سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے شہد کی مکھیوں کے چھتے کے پاس سے آتی ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود اور کوئی قیام و قعود میں مشغول تھا روایت ہے اس رات لشکر عمر سعد کے بتیس لوگ امامؑ سے آکر مل گئے۔

امامؑ کے ایک صحابی نقل کرتے ہیں کہ اس رات عمر سعد کے لشکر کا ایک حفاظتی دستہ ہماری طرف سے گذرا اس وقت امام حسینؑ قرآن کریم کی ان آیات کی تلاوت فرما رہے تھے ﴿ و لا یحسبن الذین کفروا انما نملی لهم خیر لا نفسهم انما نملی لهم لیزدادوا اثما و لهم عذاب مهین ﴾ ﴿ما کان الله لیذر المومنین علی ما انتم علیه حتی یمیز الخبیث من الطیب ﴾(۱) کفار یہ گمان نہ کریں کہ ہماری دی ہوئی مہلت ان کے حق میں بہتر ہے ہم نے انھیں صرف اس وجہ سے مہلت دے رکھی ہے تاکہ وہ اپنے گناہوں میں اضافہ کریں اور ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب فراہم ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ اللہ مومنین کو تمہارے حال پر چھوڑ دے بلکہ اللہ خبیث اور طیب کو الگ الگ کر دیتا ہے۔ عمر سعد کا ایک سپاہی جس کا نام عبد اللہ بن سمیر تھا یہ سن کر بولا: رب کعبہ کی قسم ہم لوگ پاکیزہ ہیں جنھیں تم سے جدا کر دیا گیا ہے، اس کی اس گستاخی پر بریر بن خضیر نے کہا: اے فاسق! بھلا کیونکر ہوسکتا ہے کہ اللہ تجھے پاکیزہ لوگوں میں قرار دے۔ اس نے کہا تمہارے لئے ہلاکت ہو تم کون ہو؟ انھوں نے کہا: میں بریر بن خضیر ہوں پھر ان دونوں میں تا دیر بحث و تکرار ہوتی رہی۔

صبح کے وقت امامؑ ذرا سی دیر کے لئے سو گئے اور جب آنکھ کھلی تو فرمایا: ’’ رأیت کأن کلاباً قد جهدت تنهشني و فیها کلب أبقع رأیته أشد عليّ أظن ان الذي یتولیٰ قتلي رجل أبرص ‘‘

۱۔ آل عمران آیت نمبر ۱۷۸، ۱۷۹۔

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کتے مجھ پر حملہ کررہے ہیں اور ان کتوں میں سے ایک چت کبلا کتا مجھ پر سب سے زیادہ اور سخت حملہ کررہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا قاتل سفید داغ والا ہوگا۔(۱)

روز عاشور

مہلت کی رات گزری اور وحشت ناک دن نمودار ہوا یعنی عاشور کا دن، خون، جہاد اور شہادت کا دن آ گیا اس دن کے ساتھ ان لوگوں کے نیزے، خنجر اور بغض وحسد بھی آشکار ہوگئے جو امام حسینؑ کے خون کے پیاسے تھے اور حق کے علمبرداروں اور انقلابیوں کو بے جرم وخطا مٹا دینا چاہتے تھے۔

امام حسینؑ نے اس سر سے پیر تک اسلحوں میں ڈوبے ہوئے عظیم لشکر پر نظر ڈالی مگر آپ مضبوط پہاڑ کی طرح ثابت قدم اور مطمئن تھے۔ اور اہل باطل کی دنیا آپ کی نظروں میں پست اور تا حد نظر پھیلا ہوا لشکر باطل و حقیر تھا، آپ نے ہاتھوں کو اٹھا کر تضرع وزاری کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں عرض کیا:

"أللهم أنت ثقتي في كل كرب ، و أنت رجائي في كل شدة و أنت لي في كل أمر نزل بي ثقة و عدة ، كم من هم يضعف فيه الفواد و تقل فيه الحيلة و يخذل فيه الصديق و يشمت فيه العدو ، أنزلته بك و شكوته إليک ، رغبة مني ليک عمن سواک ففرجته عني و كشفته فأنت ولي كل نعمة و صاحب كل حسنة و منتهىٰ كل رغبة "(۱)

خدایا! میں نے ہر مشکل کے وقت تجھ ہی پر بھروسہ کیا ہے اور ہر سختی میں تجھ ہی سے امید لگائی ہے اور ہر مصیبت کی گھڑی میں میں نے صرف تجھ پر اعتماد اور تکیہ کیا ہے، کتنی مصیبتیں ایسی آتی ہیں جن میں دل کمزور پڑ جاتا ہے، تدبیریں کارگر نہیں ہوتیں، دوست ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن طعنے دیتے ہیں، میں ان مصیبتوں میں صرف تیری طرف رخ کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں فریاد کرتا ہوں اور تیری طرف راغب ہوکر ہر ایک سے منہ موڑ لیتا ہوں اور تو مجھے ان مصیبتوں سے نجات دے دیتا ہے، خدایا! تو ہی ہر نعمت کا ولی

۱۔ الارشاد: ۲/۹۶۔

اور ہر خیر و نیکی کا مالک اور ہر آرزو کی منزل انتہا ہے۔(۱)

لشکر کوفہ سے امامؑ کا خطاب

عمر ابن سعد کے لشکر کی طرف سے امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کا گھیراؤ بڑھتا گیا اور جب امام عالی مقام نے ان کی کثرت اور یزید کی بیعت نہ کرنے پر آپ سے جنگ کرنے کا پختہ ارادہ دیکھ لیا تو اپنے سر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ باندھا، آپ کے ناقہ پر سوار ہوئے اور آپ کا اسلحہ لے کر لشکر سے اتنا قریب آئے کہ سب آپ کی آواز آسانی سے سن سکیں اور فرمایا:

أيها الناس إسمعوا قولي و لا تعجلوا حتىٰ أعظكم بما يحق لكم عليّ و حتىٰ أعذر إليكم فإن أعطيتموني النصف كنتم بذلک أسعد ، و إن لم تعطوني النصف من أنفسكم فاجمعوا رأيكم ثم لا يكن أمركم عليكم غمة ثم اقضوا إليٰ و لا تنظرون إن وليّي اللّه الذي نزل الكتاب و هو يتوليٰ الصالحين ، ثم حمد اللّه و أثنىٰ عليه و ذكر اللّه تعالى بما هو أهله و صلى علىٰ النبي (صلىٰ اللّه عليه و آله وسلم)و علىٰ ملائكته و أنبيائه فلم يسمع متكلم قط قبله و لا بعده أبلغ في منطق منه " ثم قال: " أما بعد فانسبوني فانظروا من أنا ثم ارجعوا الىٰ أنفسكم و عاتبوها فانظروا هل يصلح لكم قتلي و إنتهاک حرمتي ؟ألست إبن بنت نبيكم وابن وصيه وابن عمه و أول المومنين المصدق لرسول للّه (صلى اللّه عليه و آله وسلم) بما جاء به من عند ربه ؟ أو ليس حمزة سيد الشهداء عمي ؟ أو ليس جعفر الطيار في الجنة بجناحين عمي ؟ أو لم يبلغكم ما قال رسول اللّه(صلى اللّه عليه و آله وسلم) لی و لأخي : هذان سيدا شباب أهل الجنة ؟ فإن صدقتموني بما أقول.و هو الحق.فو اللّه ما تعمدت كذبا منذ علمت ان اللّه يمقت عليه أهله ، و إن كذبتمونی فإن فيكم من إذا سألتموه عن ذلک أخبركم

۱۔اعیان الشیعہ ج۱ص۶۰۱ (۲) الارشاد ج۲ص۹۶۔

سلوا جابر بن عبد اللّٰه الأنصاري و أبا سعيد الخدري و سهل بن سعد الساعدي و زيد بـن أرقم و أنس بن مالک يخبروكم أنهم سمعوا هذه المقالة من رسول اللّٰه(صلى اللّٰه عليه و آله وسلم) لي و لأخي ، أما في هذا حاجز لكم عن سفک دمي ؟ ...''ثم قال لهم الإمـام الـحسيـن(علـيـه السـلام): '' فإن كنتم في شک من هذا فتشكون أني إبن بنت نبيـكم فو اللّٰه ليس ما بين المشرق و المغرب إبن بنت نبي غيري فيكم و لا في غيركم و يـحـكـم ! أتـطـلبونني بقتيل منكم قتلته أو مال لكم إستهلكته أو بقصاص جراحة ؟ فـاخـذوا لا يـكـلـمـونـه ، فـنادى : يا شبث بن ربعى ! و يا حجار بن أبجر! و يا قيس بن الأشعث ! و يا يزيد بن الحارث ! ألم تكتبوا إلي أن قد أينعت الثمار و أخضر الجناب و إنـمـا تـقـدم علىٰ جند لک مجندة ''؟ فقال له قيس بن الأشعث : ما ندري ما تقول ، و لـكـن انـزل عـلـى حـكـم بـني عمک. فقال له الحسين(عليه السلام): '' لا و اللّٰه ، لا أعـطيـكـم بيدي إعطاء الذليل و لا أفر فرار العبيد '' . ثم نادىٰ '' يا عباد اللّٰه ! إني عذت بربي و ربكم أن ترجمون ، أعوذ بربي و ربكم من كل متكبر لا يؤمن بيوم الحساب''.

اے لوگو! میری بات سنو اور مجھ سے جنگ کرنے میں جلد بازی نہ کرو یہاں تک کہ میں تم کو نصیحت کر کے اور تمہارے سامنے اپنے آنے کا عذر اور سبب بیان کر کے تمہارا حق ادا کر دوں جس کے بعد اگر تم نے میری بات سن لی اور انصاف سے کام لیا تو یہ تمہاری سعادت اور خوشبختی کا سبب ہوگا اور اگر تم لوگ میرے ساتھ انصاف نہیں کرتے تو تم لوگ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی فکروں اور طاقتوں کو جمع کر لو اور کچھ بھی تم سے پوشیدہ نہ ہو پھر تم لوگ میری زندگی کا خاتمہ کر دو اور مجھے (ذرہ برابر بھی) مہلت نہ دو۔(۱)

بے شک میرا ولی وہ خدا ہے جس نے کتاب نازل کی ہے اور صالحین کا ولی ہے۔(۲) پھر آپ نے کما حقہ خدا کا ذکر اور اس کی حمد و ثنا کی اور پیغمبر اسلام، ملائکہ اور انبیاء کرام پر درود و سلام بھیجا، بعض مؤرخین کے

۱۔ یونس/۷۱۔ ۲۔ اعراف/۱۹۶۔

بقول آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کوئی بھی اتنا فصیح و بلیغ خطیب نہیں سنا گیا۔ حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد آپ نے فرمایا:

اما بعد، تم لوگ میرے نسب کے بارے میں سوچو اور بتاؤ میں کون ہوں؟ پھر اپنے نفوس کی طرف رجوع کرو اور ان کی ملامت کرو۔ غور کرو کیا تمہارے لئے مناسب ہے کہ مجھے قتل کرو اور میری حرمت پائمال کرو؟ کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی اور ان کے وصی اور چچازاد بھائی کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا میں اس کا بیٹا نہیں ہوں جو رسولؐ پر سب سے پہلے ایمان لایا اور جو کچھ اللہ کی طرف سے رسولؐ لائے تھے اس کی سب سے پہلے تصدیق نہیں کی؟ کیا حمزہ سید الشہداء میرے چچا نہیں ہیں، کیا جعفر جو بہشت میں اپنے پر و بال سے پرواز کرتے ہیں میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ کا یہ ارشاد تم نے نہیں سنا ہے کہ: یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں، پس اگر تم لوگ میری بات کی تصدیق کرتے ہو جو کہ عین حق ہے تو یاد رکھو واللہ جب سے مجھے علم ہوا ہے (یعنی ابتدائے حیات سے) کہ اللہ جھوٹوں سے غضناک ہوتا ہے اس وقت سے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے اور اگر مجھے جھٹلاتے ہو تو خود اپنے درمیان رہنے والوں سے پوچھ سکتے ہو، تم جابر بن عبد اللہ انصاری، ابو سعید خدری، سہل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھو یہ لوگ گواہی دیں گے کہ اپنے کانوں سے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ کی یہ حدیث سنی ہے "هٰذان سيدا شباب اهل الجنة" کیا یہ باتیں تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روکتیں؟ ....پھر امامؑ نے ان سے کہا: اگر تمہیں اس بات میں شک ہے کہ میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں تو یاد رکھو مشرق و مغرب میں میرے علاوہ اس روئے زمین پر نبی کا نواسہ کوئی نہیں، کیا میں نے تمہارے کسی آدمی کو قتل کیا ہے یا کوئی مال برباد کیا ہے یا کسی کو زخمی کیا ہے جس کی بنا پر تم مجھ سے قصاص اور بدلہ لینا چاہتے ہو؟ پورے لشکر پر سناٹا چھایا رہا، پھر آپ نے آواز دی اے شبث بن ربعی اے حجار بن ابجر، اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث کیا تم لوگوں نے میرے پاس خط نہیں لکھا تھا کہ پھل پک چکے ہیں، باغات ہرے بھرے ہیں اور آپ کی مدد کے لئے لشکر آمادہ ہے؟ تو قیس بن اشعث نے کہا: آپ کی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ آپ کو ہر حال میں بنی امیہ کی حکومت کے سامنے سپر انداختہ ہونا

پڑے گا، اس کی یہ باتیں سن کر امامؑ نے فرمایا: واللہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا میں ذلیل بن کر اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھوں میں نہیں دوں گا اور نہ ہی غلاموں کی طرح راہ فرار اختیار کروں گا۔

پھر آخر میں آپ نے قرآن کریم کے یہ نصیحت آمیز جملے اپنی زبان پر جاری کئے: اے خدا کے بندو! میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کرو۔ (۱) میں اپنے اور تمہارے رب کی بارگاہ میں پناہ مانگتا ہوں ہر مغرور و متکبر سے جو روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا ہے۔ (۲)

مگر اس سنگدل لشکر نے آپ کی ساری باتوں کو ٹھکرا دیا اور آپ سے جنگ پر اڑا رہا اور باطل کے اندھیرے میں بھٹکتا رہا اور امام حسینؑ کی ان نصیحتوں کا جواب اسی طرح دیا جس طرح اہل مدین نے اپنے نبی کی باتوں کا جواب دیا تھا جسے قرآن مجید میں اللہ نے اس طرح نقل کیا ہے:

﴿ما نفقه كثيرا مما تقول ، و انا لنراك فينا ضعيفا﴾ اے شعیب! ہم آپ کی زیادہ تر باتیں نہیں سمجھتے اور ہم آپ کو اپنے درمیان کمزور دیکھ رہے ہیں۔ (۳)

حر، جنت و جہنم کے درمیان

حر بن یزید ریاحی امامؑ کے ان کلمات سے متاثر ہوا اور اپنے کئے پر شرمندہ ہوا اور شدید بے چینی اور حیرانی کے عالم میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بار بار امام حسینؑ کے لشکر کی طرف جاتا اور پھر اپنی فوج کی طرف پلٹ آتا تھا اور جب اس سے اس بے چینی کا سبب پوچھا گیا تو کہا: ”و اللّه إني أخيّر نفسي بين الجنة و النار ...“ واللہ میں اپنے آپ کو جنت و جہنم اور دنیا و آخرت کے درمیان پاتا ہوں اور کسی عقلمند کے لئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ آخرت اور جنت پر کسی چیز کو ترجیح دے۔ یہ کہہ کر حر نے اپنا گھوڑا دوڑایا اور امام حسینؑ کی طرف نکل پڑا اور آپ کے خیمہ پر آ کر کھڑا ہو گیا، امام حسینؑ خیمہ سے برآمد ہوئے، امامؑ کو دیکھتے ہی حر آپؑ کے پیروں پر گر گیا اور آپ کے ہاتھوں کو چومتا جاتا تھا اور آپ سے معافی مانگتا جاتا تھا۔

۱۔ دخان/۲۰۔ ۲۔ ارشاد: ۲/۹۸؛ اعلام الوری: ۱/۴۵۹۔ غافر/۲۷۔

۳۔ ھود/۱۹۔

امام حسینؑ نے اس سے کہا: نعم یتوب اللہ علیک و ھو التوّاب الرّحیم " بے شک اللہ نے تیری توبہ قبول کرلی ہے اور وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ حر نے کہا واللہ میں اپنی توبہ صرف اسی میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی راہ میں جنگ کرتے کرتے اپنی جان قربان کردوں پھر حر امامؑ سے اجازت لے کر میدان میں آیا اور اہل کوفہ کو وعظ و نصیحت کی اور انھیں امام حسینؑ سے جنگ کا ارادہ چھوڑ کر آپ کی طرف آجانے کی دعوت دی لیکن جب ان پر کوئی اثر نہیں ہوا تو اب جنگ شروع ہوئی اور آخر کار یزیدی لشکر نے حر کو چاروں طرف سے گھیر کر شہید کردیا۔ (۱)

بے مثال اور ہمیشہ یاد رہنے والی جنگ

امام حسینؑ نے اپنے خیموں کی حفاظت کا ہر طرح سے انتظام کررکھا تھا، آپ نے ان خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اس میں آگ بھڑکا دی تھی کہ دشمن پیچھے سے آپ کے ساتھیوں پر حملہ نہ کرسکیں نیز عورتیں اور بچے دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہیں۔

شمر بن ذی الجوشن نے خندق میں بھڑکتی ہوئی آگ دیکھ کر کہا: اے حسینؑ تم نے قیامت سے قبل اسی دنیا میں اپنے لئے آگ فراہم کرلی اور تم قیامت میں بھی آگ ہی کے مستحق ہو۔ (۲) امامؑ کے صحابی مسلم بن عوسجہ نے چاہا کہ اسے تیر مار کر قتل کردیں مگر امامؑ نے یہ کہہ کر آپ کو روک دیا کہ "میں جنگ کی ابتدا کرنا پسند نہیں کرتا"۔ (۳)

مؤرخین کہتے ہیں کہ امامؑ کے خطبۂ اولیٰ کے بعد اصحاب نے بھی فوج شام کے سامنے خطبہ دیا اور امامؑ قرآن مجید اپنے سر پر رکھ کر کھڑے ہوئے اور دوبارہ ان سے مخاطب ہوئے: اے قوم میرے اور تمہارے درمیان کتاب خدا اور میرے نانا رسول اللہ کی سنت ہے، پھر خود، اپنے بارے میں اور اپنی کمر سے لٹکتی ہوئی

۱۔ ارشاد: ۹۹/۲؛ فتوح: ۱۱۳/۵؛ بحار: ۱۵/۵۔

۲۔ مقتل الحسین، للمقرم ۲۷۷۔

۳۔ سابق؛ تاریخ طبری؛ ۳۱۸/۳۔

نبیؐ کی تلوار اور بدن پر موجود نبیؐ کی زرہ اور سر پر رکھے ہوئے عمامۂ رسولؐ کے بارے میں گواہی طلب کی اور جب سب نے آپ کی تصدیق کی تو آپ نے ان سے پوچھا کہ پھر تم لوگ مجھے کیوں قتل کر رہے ہو؟ تو ان سب نے جواب دیا اپنے حاکم عبیداللہ بن زیاد کی اطاعت میں تو امامؑ نے فرمایا:

"تبا لكم أيتها الجماعة و ترحا أحين استصرختمونا و الهين فأجبناكم موجفين ثمّ سللتم علينا سيفا لنا في أيمانكم ، و حششتم علينا نارا اقتدحناها علىٰ عدونا و عدوكم فأصبحتم إلبا لأعدائكم علىٰ أوليائكم بغير عدل أفشوه فيكم و لا أمل أصبح لكم فيهم ، فهلا .لكم الويلات. تركتمونا والسيف مشيم و الجأش طامن و الرأي لما يستحصف ! أسرعتم إليها كطيرة الدبا ، و تداعيتم عليها كتهافت الفراش ، ثم نقضتموها فسحقا لكم يا عبيد الأمة و شذاذ الأحزاب و نبذة الكتاب و محرفي الكلم و عصبة الإثم و نفثة الشيطان و مطفئي السنن ، و يحكم ! أهؤلاء تعضدون و عنا تتخاذلون ؟ أجل ! والله غدر فيكم قديم ، و شجت عليه أصولكم و تأزرت فروعكم ، فكنتم أخبث ثمر ، شجىً للناظر و أكلة للغاصب . ألا الدعي قد ركز بين اثنتين بين السلة و الذلة . و هيهات منا الذلة ! يأبىٰ الله لنا ذلك و رسوله و المؤمنون ، و حجور طابت و طهرت و أنوف حمية و نفوس أبية من أن تؤثر طاعة اللئام علىٰ مصارع الكرام ألا و إني زاحف بهذه الأسرة على قلة العدد و خذلان الناصر . ثم أنشد أبيات فروة بن مسيك المرادی :

فان نهزم فهزامون قدما و إن نهزم فغير مهزمينا
و ما إن طبنا جبن و لكن منايانا و دولة آخرينا
فقل للشامتين بنا أفيقوا سيلقىٰ الشامتون كما لقينا
إذا ما الموت رفع عن اناس كلاكله أناخ بآخرينا

أما و اللّه لا تلبثون بعدها إلا كريثما يركب الفرس ، حتى تدور بكم دور الرحىٰ ، و تقلق بكم قلق المحور ، عهد عهده إلي أبي عن جدي رسولؐ الله ﴿فأجمعوا أمركم و شركائكم ثم لا يكن أمركم عليكم غمة ثم اقضوا إلي و لا تنظرون﴾ ﴿إني توكلت علىٰ اللّه ربي و ربكم ما من دابة إلا هو آخذ بناصيتها إن ربي على صراط مستقيم﴾ ثم رفع يديه نحو السماء و قال: " أللهم أحبس عنهم قطر السماء و ابعث عليهم سنين كسني يوسف و سلط عليهم غلام ثقيف يسقيهم كأسا مصبرة ، فإنهم كذبونا و خذلونا و أنت ربنا عليك توكلنا و إليك المصير"

" اے اہل کوفہ تمہاری ہلاکت اور بربادی ہو تم نے پہلے تو اضطراب و بے قراری کے ساتھ ہمیں بلایا اور جب ہم تمہاری فریاد کو پہونچے تو ہماری ہی تلواروں کو ہمارے خلاف اٹھالیا اور وہ آگ جسے ہم نے تمہارے اور اپنے دشمن کے لئے بھڑکایا تھا اس میں ہم ہی کو جلا دیا اور تم سب کے سب اپنے دوستوں کے دشمن اور دشمنوں کے دوست بن گئے جب کہ تمہارے دشمنوں نے نہ تمہارے درمیان عدالت کا برتاؤ کیا اور نہ تمہاری کسی آرزو کو پورا کیا اور نہ ہی ہم نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا تم پر وائے اور نفرین ہو اگر تم ہمارے خواہاں نہیں تھے تو جب تلواریں نیام میں تھیں اور ارادے عمل میں نہیں آئے تھے تم ٹڈیوں کی طرح ہماری بیعت پر کیوں ٹوٹ پڑے اور پروانوں کی طرح دوڑ دوڑ کر ہماری بیعت کیوں کی اور پھر اپنی جہالت اور حماقت کی بنا پر اسے کیوں توڑ دیا ؟ پس رحمت خدا سے دور ہو امت کے سرکش اور گروہ شرک و نفاق کے بچے کھچے افراد کتاب خدا سے اعراض کرنے والے اور سنت رسولؐ کے مٹانے والے اور احکام خدا کا مذاق اڑانے والے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے، امام برحق پر بغاوت کرنے والے اور زنازادے!

اور جو کچھ تم نے اپنے لئے فراہم کیا ہے وہ کتنا برا ہے کہ خدا اس قوم پر غضبناک ہوا اور یہ ہمیشہ عذاب الٰہی میں مبتلا رہیں گے!

کیا تم ان کی مدد کررہے ہو اور ہمیں تنہا چھوڑ رہے ہو؟ خدا کی قسم تم بہت پہلے سے بے وفائی اور مکر و فریب

میں مشہور ہو تمہاری جڑیں مکروفریب میں اگی ہیں اور تمہاری شاخیں دغا بازی اور بے وفائی میں پروان چڑھی ہیں۔ تم اپنے باغبان کے لئے بدترین پھل اور لوٹ کر کھانے والوں کے لئے نہایت ثقیل لقمہ ہو۔ آگاہ ہو جاؤ اس ولد الزنا اور ولد الزنا کے بیٹے نے مجھے موت اور ذلت کے دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے لیکن میں ذلت کو ہرگز قبول نہیں کرسکتا، اللہ، رسول، مومنین اور پاکیزہ آغوش کے پروردہ اور غیرت دار نفوس یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ ہم عزت کی موت پر پست انسانوں کی اطاعت کی ذلت کو ترجیح دیں۔ آگاہ ہو جاؤ میں اپنے مختصر کنبے اور چند گنے چنے ساتھیوں کو لے کر تم سے جنگ کروں گا پھر آپ نے فروہ بن مسیک المرادی کے یہ اشعار پڑھے:

اگر ہم دشمن پر کامیاب ہو گئے تو کامیابی ہماری پرانی خصلت ہے اور اگر مغلوب ہو جائیں تب بھی ہماری شکست نہیں ہوگی بلکہ یہ ہمارے لئے پیغام اجل اور زندگی کا خاتمہ ہوگا۔ اگر سلاطین دنیا میں ہمیشہ رہتے تو ہم بھی ہمیشہ رہتے اور اگر لوگوں کے سید و سردار ہمیشہ زندہ رہتے تو ہم بھی زندہ رہتے۔ (۱) پھر ارشاد فرمایا:

واللہ تم لوگ اس واقعہ کے بعد کچھ عرصہ سے زیادہ زندہ نہیں رہ پاؤ گے اور بہت جلد ہی موت کی چکی میں پس جاؤ گے یہ وہ عہد ہے جسے میرے نانا محمد مصطفیٰ نے مجھ سے کیا ہے فاجمعوا أمركم و شركائكم ثم لايكن أمركم عليكم غمة ثم اقضوا إليّ و لا تنظرون" (۲) تم لوگ اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر اپنے ہر مکروفریب کو استعمال کرو اور تم پر تمہارا امر پوشیدہ نہیں رہے گا اور میرے سلسلہ میں جو کرسکتے ہو کرو۔

"إني توكلت علىٰ الله ربي و ربكم ما من دابة إلا هو آخذ بناصيتها إن ربي علىٰ صراط مستقيم" (۳) "میں نے اپنے اور تمہارے رب پر توکل کیا ہے، زمین پر چلنے والی ہر مخلوق پر اس کا قبضہ ہے بیشک میرا رب صراط مستقیم پر ہے"۔ پھر اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا: خدایا! ان کو باران رحمت سے

۱۔ تاریخ ابن عساکر ۶۹/۲۶۱؛ اللہوف فی قتلی الطفوف: ابن طاؤس ۵۹ و ۱۲۴۔

۲۔ یونس/۷۱۔

۳۔ ھود/۵۶۔

محروم کردے ان کو امت یوسف کی طرح قحط میں گرفتار کر اور قبیلۂ ثقیف کی ایک فرد کو ان پر مسلط کر جو انھیں جام مرگ سے سیراب کرے، اس قوم نے ہماری تکذیب کی اور ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ پروردگارا تو ہمارا رب ہے ہم تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہماری بازگشت ہے۔(۱)

عمر سعد کی قیادت میں پورا لشکر آپ سے جنگ کرنے پر اصرار کر رہا تھا مگر امامؑ اس قوم کو بہترین انداز میں روک رہے تھے اور نصیحتیں کر رہے تھے لیکن جب آپ نے دیکھا کہ نصیحتوں کا کوئی فائدہ نہیں تو عمر سعد سے مخاطب ہوئے اور کہا: اے پسر سعد!

کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ مجھے قتل کرنے کے بعد ابن زیاد تجھے ملک رے اور جرجان کی حکومت دے دے گا؟ واللہ تو اس سے لطف اندوز نہ ہو سکے گا، تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر لے مگر یاد رکھ میرے بعد نہ دنیا میں خوش رہے گا نہ آخرت میں اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے سر کو کوفہ کے بچے پتھروں سے مار رہے ہیں اور اس کا نشانہ بنا رہے ہیں ابن سعد نے غصہ ہو کر اپنا منہ موڑ لیا۔(۲)

پسر سعد پر شیطان غالب ہوا اور اس نے اپنا تیر چلۂ کمان میں جوڑا اور لشکر حسینؑ کی طرف مارتے ہوئے کہا: ''تم لوگ گواہ رہنا کہ پہلا تیر میں نے چلایا ہے'' سردار لشکر کے تیر چلاتے ہی فوج شام نے اصحاب حسینؑ پر تیروں کی بارش کر دی اور جنگ کا آغاز کر دیا۔(۳)

امامؑ نے اصحاب سے کہا: ''قوموا رحمکم الله الی الموت الذی لابد منه فان هذه السهام رسل القوم الیکم'' اللہ تم لوگوں پر رحم کرے موت کے لئے کھڑے ہو جاؤ جس سے کسی کو گریز نہیں یہ تیر فوج شام کی طرف سے تمہارے لئے جنگ کا پیغام ہیں۔(۴)

۱۔ مقتل الحسینؑ للمقرم/۲۸۶؛ مقتل الحسین للخوارزمی ۲/۶؛ تاریخ ابن عساکر، ترجمہ الامام الحسینؑ ۲۱۱؛ اعلام الوریٰ ۱/۴۵۸۔

۲۔ مقتل الحسین للمقرم/۲۸۹۔

۳۔ الارشاد: ۲/۱۰۱؛ اللہوف/۱۰۰؛ اعلام الوریٰ: ۱/۴۶۱۔

۴۔ مقتل الحسین للمقرم/۲۹۲۔

امام کا یہ جملہ سن کر آپ کے ساتھی بپھرے ہوئے شیروں کی طرح جنگ کے لئے نکل آئے، انھیں موت کی کوئی پروا نہیں تھی، یہ لقاء رب کی بشارت سے خوشحال تھے اور ایسا لگ رہا تھا جیسے انبیاء الٰہی، صدیقین اور صالحین کے ہمراہ جنت میں اپنی منزلوں کو دیکھ رہے ہوں اور ان میں سے کوئی بھی زخمی ہو کر نہیں گرتا تھا مگر یہ ضرور کہتا تھا'' **السلام علیک یا أبا عبد اللّٰه** ''(اے ابوعبداللہ آپ پر سلام ہو) اور شہادت سے پہلے اپنے ساتھیوں سے وصیت کرتا تھا کہ تاحیات اپنا خون دل نچھاور کر کے امامؑ کی حفاظت کرتے رہنا۔ دونوں گروہوں کے درمیان جنگ کا بازار گرم ہو گیا امام حسینؑ کے اصحاب و انصار میں سے کوئی بھی اس وقت تک قتل نہیں ہوتا تھا جب تک دشمن کی فوج کے دسیوں اور بیسیوں افراد کو قتل نہیں کر لیتا تھا۔(۱)

کربلا میں جنگ کی چکی چل رہی تھی اور زمین پر شہداء کا مقدس خون بہہ رہا تھا۔ اصحاب حسینؑ یکے بعد دیگرے زمین گرم پر گر گر کے شہید ہو رہے تھے اور اصحاب حسینی کی شجاعت دیکھ کر فوج شام میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی اور دشمن کہہ رہے تھے اگر تن بہ تن جنگ کا سلسلہ جاری رہا تو ہم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے گا لہٰذا ہم سب کو مل کے ان پر ایک ساتھ حملہ کرنا چاہیئے اور تیروں، پتھروں سے ان پر وار کرنا چاہیئے۔

لہٰذا اب لشکر حسینی کے بچے ہوئے افراد کو گھیر کر ان پر چاروں طرف سے حملہ کیا گیا اور قتل کے سارے طریقوں اور جنگ کے تمام تر اصولوں کی خلاف ورزی کر کے اکثر و بیشتر اصحاب حسینؑ کو شہید کر دیا گیا۔

اور جب سورج کو زوال ہوا اور نماز کا وقت آیا تو امام حسینؑ نے الصلوٰۃ کی آواز بلند کی اور میدان جہاد کو محراب عبادت میں تبدیل کر دیا، بارگاہ احدیت میں آپ کی مناجات اور جلال و جمال الٰہی کے دیدار میں تلواریں اور نیزے حائل نہ ہو سکے۔

جب آپ کے سارے اصحاب یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے اور اہل بیتؑ کے سوا آپ کے ساتھ کوئی باقی نہ رہا تو آپ کے بیٹے علی اکبر آگے بڑھے جن کی مادر گرامی لیلیٰ بنت ابی مرۃ عروۃ بن مسعود ثقفی تھیں آپ سب سے خوبصورت تھے، فوج اشقیاء پر یہ کہتے ہوئے آپ نے حملہ کیا:

۱۔ سیرۃ الائمۃ الاثنا عشر: ۲/۷۶۔

أنا علي بن الحسين بن علي　　نحن و بيت الله أولىٰ بالنبي

تا اللّه لا يحكم فينا ابن الدعي

میں علی ابن الحسین بن علی ہوں، ہم اہل بیتؑ، نبی سے سب سے قریب اور آپ کے منصب کے سب سے زیادہ حقدار ہیں قسم خدا کی یہ زنازادہ (ابن زیاد) ہمارے اوپر حکومت نہیں کرسکتا۔

آپ کے حملوں سے فوج یزید میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی کہ مرۃ بن منقذ نے چھپ کر آپ کے اوپر نیزے سے وار کیا، آپ زمین پر گر پڑے، فوج یزید نے اپنی درندگی کا ثبوت دیتے ہوئے آپ کے جسم مبارک کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا امامؑ آپ کے سرہانے پہونچے اور کہا'' قتل الله قوما قتلوک ...'' اے بیٹا اللہ تیرے قاتلوں کو قتل کرے یہ قوم خدا اور حرمت رسولؐ کی پامالی میں کتنی گستاخ ہوگئی ہے'' امامؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا:'' علىٰ الدنيا بعدک العفا '''' تیرے بعد دنیا پر خاک'' جناب زینب خیمہ سے نکلیں اور دوڑی ہوئی'' أخياه و ابن أخياه '' (ہائے میرا بھائی اور میرے بھائی کا بیٹا) یہ فریاد کرتی ہوئی آئیں اور اپنے کو علی بن الحسین کی میت پر گرادیا امامؑ نے آپ کا سر پکڑ کر آپ کو اٹھایا اور خیمے میں واپس پہونچادیا اور بچوں سے کہا'' إحملوا أخاكم '' اپنے بھائی کو اٹھاؤ بچوں نے آپ کو اٹھایا اور خیمہ گاہ کے سامنے لاکر رکھ دیا جہاں سے اصحاب حسینی فوج اشقیاء پر حملہ کیا کرتے تھے۔

پھر لشکر عمر سعد کے ایک سپاہی عمرو بن صبیح نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو تیر مارا، عبداللہ نے تیر کو روکنے کے لئے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا تیر آپ کی ہتھیلی اور پیشانی میں پیوست ہوگیا اور آپ اس تیر کو جدا نہ کرسکے پھر ایک دوسرے شقی نے آپ کے قلب مبارک پر نیزہ مار کر آپ کو شہید کردیا۔ اور عبداللہ بن قطبہ الطائی نے جناب عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو نہایت بے دردی سے شہید کیا اور عامر بن نہشل التیمی نے جناب محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو شہید کیا اور اسی طرح عثمان بن خالف ہمدانی نے جناب عبدالرحمان بن عقیل بن ابی طالب کے خون ناحق سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے: جنگ اسی طرح جاری تھی کہ خیام حسینی سے ایک بچہ برآمد ہوا، اس کا چہرہ چاند کے

ٹکڑے کے مانند تھا ہاتھ میں تلوار اور بدن پر قمیص تھی، اس کی ایک نعل کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا، اس کمسن بچہ کو دیکھ کر عمر بن سعد بن نفیل الازدی نے کہا: واللہ میں اس پر ضرور حملہ کروں گا میں نے کہا سبحان اللہ تیرا اس نے کیا بگاڑا ہے یہ لشکر دوسروں کی طرح اسے بھی قتل کر دے گا تو اپنے ہاتھوں کو اس کے خون سے رنگین نہ کر اس نے کہا نہیں اس پر میں ہی حملہ کروں گا اور یہ کہہ کر اس نے حملہ کیا اور بچے کا سر شگافتہ کر دیا اس نے منہ کے بل زمین پر گر کے آواز دی یا عماہ! (اے چچا) حسینؑ شکاری پرندے کی طرح دوڑے اور غضبناک شیر کی طرح حملہ کیا اور قاتل پر تلوار سے وار کیا اس نے اپنے ہاتھ سے تلوار کا وار روکا تو اس کا ہاتھ کہنی سے جدا ہو گیا اس نے لشکر کو آواز دی، لشکر اس کی مدد کے لئے آیا، بچہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو گیا۔ جب جنگ رکی اور غبار چھٹا تو میں نے دیکھا کہ حسینؑ بچہ کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں ''و ھو یفحص بر جلہ'' اور بچہ زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور حسینؑ کہہ رہے ہیں: وہ قوم رحمت خدا سے دور ہے جس نے تجھے قتل کیا اور پھر فرمایا:

یہ تیرے چچا کے لئے بہت سخت مرحلہ ہے کہ تو اسے بلائے اور وہ تیری مدد کو نہ آسکے اور تیری مدد کو آئے بھی تو تجھے بچا نہ سکے۔ ''عز واللہ علیٰ عمک أن تدعوہ فلا یجیبک أو یجیبک فلا ینفعک''

''تیرے چچا پر یہ بہت شاق ہے کہ تو نے جب اسے پکارا تو وہ تیری مدد کو پہنچ نہ سکا اور جب پہنچا بھی تو تیری مدد نہ کر سکا۔''

پھر بچہ کو اپنے سینے سے لگا کر اٹھایا اور وہ منظر اتنا دردناک تھا کہ گویا میں ابھی بھی دیکھ رہا ہوں کہ حسینؑ بچے کو سینے سے لگائے ہوئے تھے اور اس کے پیر زمین پر خط دیتے جا رہے تھے، امام اس بچہ کو لائے اور علی بن الحسین اور دیگر اہل بیتؑ کے ساتھ لٹا دیا میں نے پوچھا یہ بچہ کون تھا؟ تو جواب ملا یہ قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب تھے۔

اس بچہ کی شہادت کے بعد حسینؑ اپنے خیمہ کے سامنے آکر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد آپ کے کمسن بچہ عبداللہ کو لایا گیا آپ نے بچہ کو گود میں بٹھا لیا کہ اچانک بنی اسد کے ایک شخص نے اس بچہ کو تیر مار کر ذبح کر دیا حسینؑ نے خون کو چلو میں روک لیا جب چلو بھر گیا تو زمین پر گرا دیا اور فرمایا:

”رب أن تکن حبست عنا النصر من السماء فاجعل ذٰلک لما هو خير ، و انتقم لنا من هؤلاء القوم الظالمين “

”خدایا! اگر تو نے ہماری امداد غیبی کو روک رکھا ہے تو اس میں ہمارے لئے خیر و بھلائی قرار دے اور قوم جفا کار سے ہمارا انتقام لے“۔ پھر آپ نے اس بچے کو بھی شہداء کی لاشوں کے ساتھ رکھ دیا۔ اور عبداللہ بن عقبہ غنوی نے ابوبکر بن حسن بن علی بن ابی طالب کو بھی تیر مار کر شہید کر دیا۔

جب جناب عباسؑ نے دیکھا کہ بنی ہاشم کثیر تعداد میں قتل ہو چکے ہیں تو اپنے مادری بھائیوں سے جن کے نام عبداللہ، جعفر اور عثمان تھے فرمایا:

اے بھائیو! اب تم بھی آگے بڑھو اور خدا اور رسول کی نصرت کا حق ادا کرو ابھی تو تم صاحبان اولاد بھی نہیں ہو، عبداللہ آگے بڑھے، زبردست جنگ کی اور آخر کار ہانی بن شبث الحضرمی لعنۃ اللہ علیہ نے دو ضربتیں مار کر آپ کو شہید کر دیا، پھر جعفر بن علی آگے بڑھے انھیں بھی اسی ظالم نے شہید کر دیا پھر عثمان بن علیؑ آگے بڑھے اور خوب داد شجاعت حاصل کی بالآخر انھیں خولی نے تیر مار کر زمین پر گرا دیا اور بنی دارم کے ایک شقی نے آپ کے سر و تن میں جدائی کر دی۔

فوج اشقیاء نے امام حسینؑ پر حملہ کیا اور آپ کے لشکر کو سخت مصیبت سے دوچار کر دیا جس کے بعد آپ پر پیاس کا غلبہ ہوا آپ فرات کی طرف آگے بڑھے اور حضرت عباسؑ آپ کے آگے آگے تھے، ابن سعد کی فوج نے راستہ روکا اور بنی دارم کے ایک ظالم نے کہا حسینؑ اور دریائے فرات کے درمیان حائل ہو جاؤ اور انھیں پانی کے قریب نہ جانے دو۔ امام حسینؑ نے فرمایا: خدایا! اس کو پیاس کا مزہ چکھا دے دارمی نے غصہ میں آ کر آپ کو ایک تیر مارا وہ آپ کے گلے کے نچلے حصے میں چبھ گیا، آپ نے تیر نکالا اور اپنا ہاتھ وہاں رکھ دیا آپ کے دونوں چلو خون سے بھر گئے، آپ نے اس خون کو پھینکتے ہوئے کہا ”أللّٰهم إني أشكو إليك ما يفعل بابن بنت نبيك “ ”خدایا! تیرے نبی کے نواسے پر جو جفا ہو رہی ہے میں تیری بارگاہ میں اس کی شکایت کرتا ہوں“ یہ کہہ کر آپ پیاسے ترائی سے پلٹ آئے۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت

آپؑ کے ساتھیوں میں اب عباسؑ کے علاوہ کوئی نہیں رہ گیا اور اب عباسؑ بھی جنگ کی اجازت مانگ رہے ہیں، امام زار و قطار رونے لگے، عباس کو گلے لگایا اور اجازت دے دی، جب آپ اہل کوفہ پر حملہ کرتے تھے تو وہ آپ کے سامنے سے اس طرح بھاگتے تھے جس طرح کسی شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگتی ہیں آپ نے اتنی بڑی تعداد میں دشمنوں کو واصل جہنم کیا کہ فوج میں کہرام مچ گیا اور آپؑ کی شہادت کے بعد امامؑ نے کہا: ''الآن إنكسر ظهري و قلت حيلتي و شمت بي عدوي ''اب میری کمر ٹوٹ گئی، راہ چارہ باقی نہ رہی اور اب دشمن مجھے طعنے دے رہے ہیں کہ تمہارا کوئی مددگار نہیں رہ گیا۔(۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب امام حسینؑ اور جناب عباس دریائے فرات کی طرف گئے تھے اور ظالموں نے امامؑ کے گلوئے مبارک پر تیر مارا تھا اور آپ پیاسے واپس لوٹ آئے تھے تو اسی وقت قوم جفا کار نے حضرت عباسؑ کو گھیر لیا چنانچہ آپ یکا وتنہا ان سب سے مصروف پیکار ہوگئے، یہاں تک کہ (لب فرات) جام شہادت نوش کرلیا۔(۲)

امامؑ نے چاروں طرف دیکھا اور تا حد نظر میدان کا جائزہ لیا مگر اپنے اصحاب و اہل بیتؑ میں سے کوئی بھی نظر نہ آیا مگر یہ کہ وہ خاک وخون میں غلطاں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو۔

اب امامؑ یکا وتنہا تھے۔آپ کے ہاتھ میں رسولؐ اللہ کی تلوار، پہلو میں حضرت علیؑ کا دل ہاتھ میں پرچم حق اور زبان پر ذکر خدا تھا۔

۱۔سیرۃ الائمۃ الاثنا عشر:۲/۷۷؛ بحار الانوار:۴۵/۴۴۰؛ المنتخب للطریحی:۴۳۱۔

۲۔الارشاد:۲/۱۰۹۔

امام حسین علیہ السلام میدان جنگ میں تنہا

جب امام عالی مقام نے اپنے داہنے، بائیں اور چاروں طرف دیکھا اور کوئی نظر نہ آیا جو حرم رسولؐ کا دفاع کرے تو آپ نے آواز استغاثہ بلند کرنا شروع کی ''ھل من ذاب یذب عنا'' کوئی ہے جو ہمارا دفاع کرے؟ (مورخین نے اس آواز استغاثہ کے بعد امام حسینؑ کے شیر خوار فرزند علی اصغرؑ کی دردناک شہادت کا ذکر کیا ہے) امام سجادؑ یہ آواز سن کر اپنے خیمہ سے نکل آئے جب کہ بیماری کی شدت سے آپ تلوار اٹھانے پر قادر نہیں تھے آپ خیمہ سے نکل کر اپنے بابا کی طرف جا رہے تھے اور ام کلثومؑ آواز دے رہی تھیں اے میرے لال واپس آجاؤ، آپ نے کہا: ''یا عمتاہ ذرینی اقاتل بین یدی ابن رسول اللّٰہ'' اے پھوپھی جان مجھے چھوڑ دیجئے، میں فرزند نبی کی حفاظت میں جہاد کروں گا۔

اس منظر کو دیکھتے ہی امام حسینؑ نے آواز دی: ''یا أم کلثوم خذیه لئلا تبقیٰ الأرض خالیة من نسل آل محمدؐ'' اے بہن ام کلثوم سید سجاد کو روک لو کہیں زمین نسل آل محمدؐ سے خالی نہ ہو جائے۔(۱)

مورخین نقل کرتے ہیں کہ: جب امام حسینؑ فرات کی ترائی سے خیمہ گاہ کی طرف لوٹے تو شمر بن ذی الجوشن اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کی طرف آیا اور ان سب نے امام حسینؑ کا محاصرہ کر لیا، ان میں سے ایک شخص جسے مالک بن النسر الکندی کہا جاتا تھا تیزی سے آگے بڑھا امام کو (معاذ اللہ) گالی دی اور آپ کے فرق مبارک پر تلوار سے وار کیا آپ کے سر پر جو خود تھی وہ کٹ گئی اور تلوار سر تک پہونچ گئی اور اتنا خون نکلا کہ خود خون سے بھر گئی، امام حسینؑ نے اس سے کہا کہ ''اب تجھے اس ہاتھ سے کھانا اور پانی نصیب نہیں ہوگا اور اللہ تجھے ظالمین کے ساتھ محشور کرے گا۔

پھر آپ نے وہ خود اتار دی اور ایک کپڑے سے اپنے سر کو باندھا اور دوسری خود طلب کر کے لگائی اور اس کے اوپر سے عمامہ باندھا شمر بن ذی الجوشن اور اس کے ساتھی اپنی جگہوں پر واپس ہو گئے۔ امامؑ تھوڑی دیر

۱۔ بحار الانوار ۴۵/۴۶۔

کے بعد دوبارہ میدان میں آئے اور لشکر نے آ کر پھر سے آپ کو گھیر لیا۔(۱) امام حسینؑ تلوار اٹھاتے ہوئے، رجز پڑھتے ہوئے حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ لشکر اعداء پر حملہ آور تھے، کوئی بھی آپ کے مقابلے میں نہیں آتا تھا مگر یہ کہ آپ کی تلوار سے ہلاک ہو جاتا تھا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے: میں نے حسینؑ کے سوا کسی انسان کو اتنا شجاع اور مطمئن نہیں دیکھا جس کے بچے، اہل بیتؑ اور اصحاب سب قتل کر دیئے گئے ہوں، آپ پیادہ لشکر پر جوابی حملہ کرتے تھے تو آپ کے اطراف سے لشکری یوں بھاگتا تھا جیسے شیر کے سامنے سے بکریاں۔(۲)

جب دشمنوں کے لشکر نے دیکھا کہ وہ امامؑ سے جنگ نہیں کر سکتے تو آپ سے مقابلہ کے لئے پست اور بزدلانہ راستے اختیار کیے، شمر نے پیادہ لشکر کے پیچھے سوار لشکر بھی لگا دیئے اور پھر تیر اندازوں کو امام پر تیر چلانے کا حکم دے دیا، ہزاروں تیر اندازوں نے آپ پر تیر برسائے یہاں تک کہ آپ کا جسم اطہر ساہی کے مانند ہو گیا جس کے بعد امامؑ فوج اشقیاء سے نہ لڑ سکے لشکر آپ کے سامنے کھڑا ہوا تھا کہ آپ کی بہن زینبؑ خیمہ سے نکلیں اور عمر بن سعد بن ابی وقاص کو آواز دی ''اے عمر سعد تو ہلاک ہو جا'' أیقتل أبو عبد الله و أنت تنظر إلیه'' ابوعبداللہ قتل ہو رہے ہیں اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے؟ عمر سعد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر شمر نے سوار اور پیادہ لشکر کو للکارا'' تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں اب کس بات کے منتظر ہو؟ یہ آواز سنتے ہی لشکر چاروں طرف سے امامؑ پر ٹوٹ پڑا۔ زرعہ بن شریک لعین نے تلوار سے وار کر کے آپ کا بایاں بازو قلم کر دیا اور ایک دوسرے شقی نے آپ کے شانے پر وار کر کے اسے بھی جدا کر دیا اور سنان بن انس نخعی نے آپ کو نیزہ مار کر گرا دیا، خولی بن یزید اصبحی ملعون آپ کا سر قلم کرنے کے لئے آگے بڑھا مگر اس کے بدن میں لرزہ پڑ گیا شمر لعین نے اسے ڈانٹا کہ تو لرز کیوں رہا ہے؟ اور خود آگے بڑھ کر امامؑ کو ذبح کر دیا ''إنّا للّٰه و إنّا إلیه راجعون'' پھر آپ کا سر خولی ملعون کو دیکر کہا اسے ہمارے امیر عمر بن سعد کے پاس لے جا۔

۱۔ الارشاد: ۲/۱۱۰؛ اعلام الوریٰ ۱/۴۶۷۔

۲۔ الارشاد: ۲/۱۱۱؛ اعلام الوریٰ: ۱/۴۶۸۔

اب اشقیاء امام حسینؑ کا سامان اور لباس لوٹنے کے لئے آگے بڑھے، اسحاق بن حیوۃ حضرمی نے آپ کی قمیص اتار لی، ابجر بن کعب نے آپ کا پاجامہ چھین لیا، اخنس بن مرثد نے آپ کا عمامہ لے لیا اور بنی دارم کے ایک شقی نے آپ کی تلوار اٹھالی پھر ستم دیدہ عورتوں اور بچوں کو لوٹنا شروع کیا، آپ کے قافلے کے اونٹ، گھوڑے اور سارا مال واسباب ان ظالموں نے لوٹ لیا۔(۱)

آسمان میں سرخی پھیلنا

زمین کانپ اٹھی، عالم سیاہ ہوگیا اور آسمان میں وحشتناک سرخی پھیل گئی، یہ سب کچھ ان سفاک مجرموں کے لئے دردناک عذاب کی دھمکی تھی جنھوں نے اللہ کی حرمتوں کو پائمال کیا تھا۔(۲)

امامؑ کے اسپ باوفا نے اپنی پیشانی کو امامؑ کے خون ناحق سے رنگین کیا اور عجیب وغریب اضطراب و بے چینی کی حالت میں خیام حسینیؑ کی طرف دوڑتا ہوا آیا تا کہ اہل حرم کو امامؑ کی المناک شہادت کی خبر دے چنانچہ زیارت ناحیہ میں بھی اس دردناک موقع کی منظر کشی کی گئی ہے: ''**فلما نظرت النساء الیٰ الجواد ...** جب اہل حرم نے تنہا اور بے زین گھوڑے کو دیکھا تو بالوں کو بکھرائے ہوئے، چہروں پر طمانچے مارتے ہوئے، فریاد وفغاں کرتے ہوئے عزت کے بعد ذلت ورسوائی کو جھیلتے ہوئے خیموں سے باہر نکل آئے اور قتل گاہ حسینی کی طرف دوڑ پڑے''

عقیلۂ بنی ہاشم کو کھ جلی زینبؑ بنت علیؑ فریاد کر رہی تھیں '' **وا محمداه، واأبتاه، واعلياه، وا جعفراه، وا حمزتاه** '' یہ حسین بن علی ہیں جن کا لاشہ کربلا کی تپتی زمین پر بے گور وکفن پڑا ہوا ہے، کاش آسمان زمین پر گر گیا ہوتا اور پہاڑ ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر جاتے۔(۳)

۱۔الارشاد:۲/۱۱۲؛اعلام الوریٰ:۱/۴۶۹۔

۲۔کشف الغمہ :۲/۹؛سیر اعلام النبلاء:۳/۳۱۲؛تاریخ الاسلام الذھبی :۱۵؛حوادث سنۃ ۶۱؛اعلام الوریٰ:۱/۴۲۹۔

۳۔مقتل الحسین للمقرم:۳۴۶۔

خیام کا جلنا اور اہل حرم کا لٹنا

اشقیاء نے بعد شہادت خیام حسینی میں آگ لگادی اور اس کی بالکل پروا نہیں کی کہ ان خیموں میں رسولؐ کے اہل حرم اور نبی زادیاں بھی ہیں امام سجادؑ فرماتے ہیں ''میں جب بھی اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کو دیکھتا ہوں مجھے ان کا ایک خیمہ سے دوسرے خیمہ میں بھاگنا اور فوج اشقیاء کا یہ چیخنا یاد آتا ہے کہ (نعوذ باللہ) ظالموں کے گھروں کو جلادو''۔

ان بدطینت اور پست لوگوں نے اہل حرم کے کپڑے، زیورات اور جو کچھ خیام میں تھا سب لوٹ لیا۔

امامؑ کے جسم اطہر کی پامالی

بنی امیہ کی پستی ہر صاحب عقل و بصیرت کے لئے واضح ہوگئی اور ان کی باطنی خباثت روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی۔ کیا یہ انسانیت کے مردہ ہوجانے کی دلیل نہیں تھی کہ مقدس اور بے گناہ انسانوں کے بدن بنی امیہ کے وحشی درندوں کے سپرد کردیئے گئے تھے جن کے اندر ذرّہ برابر بھی رحم نہ تھا اور جن کا ضمیر بالکل مردہ ہو چکا تھا؟

جب لشکر کفر و ضلالت اہل بیتؑ رسالت کا میدان کربلا میں محاصرہ کئے ہوئے تھا اس وقت ابن زیاد نے عمر بن سعد کے پاس خط لکھا جس میں اس جنگ کے منصوبوں اور مقاصد کو بیان کیا گیا تھا، یہ خط نبیؐ اور آل نبیؐ کی بنسبت بنی امیہ کے دلوں میں چھپے ہوئے بغض و حسد اور کینہ و عداوت کی ترجمانی کے لئے کافی ہے:

اما بعد، میں نے تجھے اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تو فقط حسینؑ کو آگے بڑھنے سے روکے ان سے صلح کی باتیں کرے یا انھیں بقاء اور سلامتی کی امیدیں دلائے یا مجھ سے حسینؑ کی شفارش کرے، دیکھ! اگر حسینؑ اور ان کے اصحاب ہمارے حاکم یزید کی بیعت کر لیتے ہیں تو ان کو زندہ و سلامت ہمارے پاس بھیج دے اور اگر انکار کریں تو ان پر ہر طرح کی سختی کر کے انھیں قتل کردے اور ان کی لاشوں کو پامال کردے، اس لئے کہ یہ لوگ

اسی کے مستحق ہیں۔ حسینؑ کو قتل کرنے کے بعد ان کے سینے اور پشت پر گھوڑے دوڑانا اس لئے کہ (نعوذ باللہ) حسین باغی، سرکش، قاطع رحم اور ظالم ہیں اور حسینؑ کی موت کے بعد ہمارا کوئی نقصان ہونے والا نہیں ہے، میں پھر تاکید کرتا ہوں کہ حسینؑ کو قتل کرنے کے بعد یہ سب کچھ ضرور کرنا۔(۱)

یہ خط بنی امیہ کے دلوں میں چھپی ہوئی اسلام اور اہل بیتؑ سے دشمنی کی ترجمانی کرتا ہے خصوصا اس نکتہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ یہ خط ابن زیاد نے لکھا ہے جو اموی حکومت کا ایک اہم رکن تھا اور اسی کے برخلاف بنی امیہ کی حکومت کے کسی بھی والی یا حاکم کی طرف سے ایسا کوئی حکم ہمیں تاریخ میں نظر نہیں آتا جس میں فرزند نبیؐ کے مقام ومنزلت کے احترام اور تحفظ کی بات کی گئی ہو جب کہ آپ کی عظمت ومنزلت کسی سے پوشیدہ نہیں تھی۔

امام کی شہادت کے بعد عمر بن سعد نے بھی اپنے حاسد اور ظالم آقا ابن زیاد کے احکام کو من وعن نافذ کرنے میں ذرّہ برابر کوتاہی نہیں کی چنانچہ شہادت امام حسینؑ کے بعد اپنے لشکر کو آواز دیتا ہے: تم میں کون ہے جو حسینؑ کی لاش پر گھوڑا دوڑائے؟ دس اشقیاء (جو سب کے سب زنا زادے تھے) تیار ہوئے اور لاش مطہر کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کر دیا۔(۲)

زینب لاش برادر پر

رسول کی نواسی اور علیؑ کی بیٹی عقیلۂ بنی ہاشم، زینب کبریٰ اپنے بھائی کے لاش اطہر کے سامنے کھڑی تھیں اور خدا کی بارگاہ میں دعا کر رہی تھیں: ''أللّھم تقبل ھذا القربان'' خدایا! ہماری اس قربانی کو قبول فرمالے۔(۳)

انسانیت اس ایمان اور تسلیم ورضا کے سامنے اپنا سر تعظیم قیامت تک جھکائے رہے گی اور یہی وہ راز ہے جس نے امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب واہل بیتؑ کی قربانیوں کو زندہ جاوید بنا دیا ہے۔

۱۔ تاریخ طبری: ۴/۳۱۴؛ اعلام الوریٰ: ۱/۴۵۳۔

۲۔ اعلام الوری: ۱/۴۷۰؛ مقتل الحسین للخوارزمی: ۲/۳۹۔

۳۔ حیاۃ الامام الحسینؑ ۳/۳۰۴۔

تیسری فصل

انقلاب حسینیؑ کے نتائج واثرات

امام حسینؑ کا انقلاب اسلام کے مقدس پیغام کو دنیا میں عام کرنے کے لئے وجود میں آیا اس انقلاب کا آغاز اس گھر سے ہوا جو پوری انسانیت کے لئے دعوت اسلام کا مرکز تھا اور جس گھر نے ہمیشہ رسولؐ اور رسالت کا ہر طرح سے تحفظ و دفاع کیا یہاں تک کہ دین کے ستون مستحکم ہو گئے۔ اس مقدس انقلاب نے انسانی تاریخ میں وہ آندھی چلائی جس نے ظلم کے سامنے ذلت وخواری کو نابود کر دیا اور ظالمین کے تخت حکومت کو ہلا دیا یہ انقلاب اطاعت خدا کے سائے میں آزادی اور حریت کی زندگی گزارنے والے مخلصین کے لئے مشعل راہ بن گیا۔

اگر چہ دشمنان اسلام کی طرف سے اس انقلاب کی تحریف اور اس کی کرنوں پر پردہ ڈالنے کی ہر ممکنہ کوشش ہوتی رہی مگر پھر بھی دنیا کا کوئی بھی انسان کسی بھی زمانے میں امتوں اور نسلوں کے درمیان اس انقلاب کے اثرات اور اس کی برکتوں سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ اور ہر انسان بآسانی امت مسلمہ اور حریت پسند نسلوں میں اس انقلاب کے بے شمار اثرات کو دیکھ سکتا ہے اگر چہ بدیہی بات ہے کہ اس انقلاب کے تمام تر اثرات اور نتائج کو جمع نہیں کیا جا سکتا لیکن پھر بھی کچھ اہم اثرات ذیل کی سطروں میں درج کیئے جا رہے ہیں۔

ا۔ بنی امیہ کی رسوائی اور ان کی دینداری کے ڈھکوسلہ کو بے نقاب کرنا

امام حسینؑ کے انقلاب نے عالم اسلام پر زبردستی حکومت کرنے والے نبی امیہ کی حقیقت کا پردہ فاش کر دیا اور شہدائے کربلا کی قربانیوں کے نتیجے میں بنی امیہ کی جھوٹی دینداری کی قلعی کھل گئی جس کا سہارا لیکر وہ اپنے

خلاف ہونے والی ہر تحریک کو کچل دیتے تھے اور جس کی آڑ میں وہ امت مسلمہ کی اس غفلت اور جہالت سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے جو امت کو سقیفہ بنی ساعدہ سے ملی تھی۔ بنی امیہ کی اس ریاکاری اور سازش کا نتیجہ مسلم بن عمرو باہلی کے ان جملوں سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے جو اس جاہل اور سادہ لوح مسلمان نے بیت نبوت کے تربیت یافتہ مسلم بن عقیل کو یزید کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے اپنی زبان پر جاری کئے تھے کہ وہ یزید فاسق کے خلاف قیام نہ کریں وہ اپنے موقف پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے: میں حق کو پہچان کر اس کے ساتھ ہوں جب کہ تم نے حق کا ساتھ چھوڑ دیا ہے، میں امت اور امام امت کا خیر خواہ ہوں جب کہ تم اس کے خلاف بغاوت کر رہے ہو، میں حاکم کا تابع فرمان اور مطیع ہوں جب کہ تم اس کی نافرمانی کر رہے ہو۔(۱)

اور یہ اموی لشکر کا سردار عمرو بن حجاج زبیدی ہے جو امام حسینؑ سے جنگ کے مسئلہ میں لوگوں کے تردد کو دیکھ کر ان الفاظ میں انھیں امام حسینؑ سے جنگ کرنے پر اکساتا ہے!

اے اہل کوفہ تم اپنی اطاعت و وفاداری اور جماعت کے اتحاد کو باقی رکھو اور اس کے قتل میں تردد نہ کرو جو دین سے خارج اور امام وقت (یزید) کا مخالف ہو گیا ہے۔(۲)

بنی امیہ کی نظر میں دین سے مراد یزید کی اطاعت اور امام حسینؑ سے جنگ تھی، لیکن امام حسینؑ کے انقلاب، انکار بیعت اور عظیم قربانیوں نے امت کو جگا دیا اور بنی امیہ کی گمراہ کن سازشوں کی وجہ سے پھیلے ہوئے اندھیروں کو ختم کر دیا چنانچہ امام حسینؑ لشکر یزید سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

"أما بعد فانسبوني، فانظروا من أنا؟ ثم ارجعوا إلىٰ أنفسكم فعاتبوها و انظروا هل يصلح لكم قتلي و انتهاک حرمتي؟ ألست ابن بنت نبيكم و ابن وصيه و ابن عمه و أول المؤمنين بالله و المصدق لرسوله بما جاء من عند ربه ؟!"

اما بعد، تم لوگ میرا نسب بیان کرو اور غور کرو میں کون ہوں؟ پھر اپنے نفوس کی طرف رجوع کرو اور ان کی

۱۔ تاریخ طبری: ۴/۲۸۱۔

۲۔ سابق ص ۳۳۱۔

ملامت کرو اور سوچو کہ کیا تمہارے لئے مناسب ہے کہ مجھے قتل کرو اور میری حرمت کو پامال کرو؟ کیا میں تمہارے نبی کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا میں نبی آخر الزمان کے وصی، ابن عم، اللہ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور رسولؐ کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے کا فرزند نہیں ہوں؟

یہ اور اسی قسم کے دوسرے بے شمار خطبات تھے جنھوں نے اس حساس اور پیچیدہ ماحول میں امت کی رہنمائی کی اور حق و باطل کو واضح کر دیا نیز امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب واہل بیتؑ کی قربانیوں نے بنی امیہ کی بے دینی اور ان کی پستی کو آشکار کر دیا اور شہادت حسینی کے بعد جناب زینب علیہا السلام نے امام حسینؑ کے انقلاب کو بغیر کسی اسلحے اور خون خرابے کے جاری رکھا اور بنی امیہ کے جرائم کو ہر جگہ بیان کر کے انھیں ذلیل کیا اور امام حسینؑ کے مشن کی وضاحت کی۔

مذہبی اور فکری اختلافات کے باوجود تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ امام حسینؑ کا موقف اسلام وشریعت کے عین مطابق تھا اور یزید، مرتد اور اسلام وشریعت الٰہی اور دینی اصول وقوانین کا باغی تھا۔

۲۔ اسلام کو حیات نو عطا کرنا

امام حسینؑ کی شہادت نے امت کے ضمیر کو جھنجھوڑ دیا اور اس کو قوت ارادی اور جرأت وہمت عطا کی شہادت حسینی نے امت کو آگاہ کیا کہ بنی امیہ اور ان سے پہلے کی حکومتیں جنھیں آئندہ نسلوں تک صحیح وسالم اسلام پہونچانے کی کوئی فکر نہیں تھی امت کو کس تاریک اور وحشتناک گھاٹی میں لے جاتی رہی ہیں۔

سبط رسولؐ نے ظالم حکومتوں کے ذریعہ امت میں پھیلنے والے انحرافات کے مقابلے میں امت کے نظریہ اور موقف عملی کو واضح کر دیا اور بتا دیا کہ ان فسادات سے کیونکر مقابلہ کیا جائے۔ کیا امام حسینؑ اپنے اس مقصد (احیاء اسلام) میں کامیاب ہوئے؟ ہم اس سوال کا جواب امام سجادؑ کے اس ارشاد سے حاصل کر سکتے ہیں جو آپ نے ابراہیم بن طلحہ بن عبداللہ کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا: ''مَن الغالب''

فتح کس کی ہوئی؟ آپ نے فرمایا: ''إذا دخل وقت الصلاة فأذن و أقم تعرف الغالب'' جب نماز کا وقت ہوتو اذان اور اقامت کہو خود ہی سمجھ جاؤ گے فتح کس کی ہوئی۔(۱)

یقیناً فتح امامؑ کو حاصل ہوئی چونکہ آپ اپنے اہم ترین مقصد میں کامیاب ہوگئے اور اسلام کو بچالیا جب کہ غاصب حکومتوں کی کوشش تھی کہ اسلام کو نابود اور زندگی سے خارج کر دیا جائے۔

۳۔ امت کو اپنی غلطی کا احساس اور بنی امیہ کے خلاف تحریکوں کا آغاز

امام حسینؑ اور آپؑ کے اہل بیت و اصحاب کی نہایت دردناک شہادت کے بعد امت کے دلوں میں گناہ اور خطا کا احساس جاگ اٹھا، امام سجادؑ، جناب زینب اور دیگر اہل بیت علیہم السلام جنھیں اسیر بنا کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک لے جایا گیا ان اسیروں کے خطبات نے امت کے دلوں میں بھڑکے ہوئے انتقام کے شعلوں کو اور بھی زیادہ ہوا دے دی چنانچہ اہل کوفہ جب شہداء کے سروں اور اسیروں کے قافلے کو حسرت و یاس کے عالم میں دیکھ کر رو رہے تھے آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ اور جب وہ خاموش ہوگئے تو آپ نے فرمایا: ''اما بعد: اے اہل کوفہ تم آنسو بہا رہے ہو؟ تمہارے آنسو کبھی نہ رکیں اور تمہارے نالہ و شیون کبھی نہ تھمیں تمہاری مثال اس عورت جیسی ہے جو اپنی بُنی ہوئی چیزوں کو خود اپنے ہی ہاتھوں سے کھول کر دوبارہ روئی میں تبدیل کر دے تم نے اپنے عہد و پیمان کو فساد کا آلۂ کار بنایا، آگاہ ہو جاؤ کہ تم نے اپنے کاندھوں پر بہت بڑا بوجھ ڈال لیا ہے، خدا کی قسم ایسا ہی ہے تم روؤ زیادہ اور ہنسو کم تم نے خود کو اس قدر ذلیل کر لیا ہے کہ تمھاری ذلتوں کے دھبے کبھی صاف نہیں ہو سکتے، تم سبط پیغمبرؐ، معدن نبوت، خدا کی حجت، چراغ ہدایت اور سردار جوانان جنت کے قتل کا دھبہ کیسے دھو سکو گے''؟

پھر علی بن الحسینؑ نے خطبہ دیا: اے لوگو! میں خدا کی قسم دیکر تم سے پوچھتا ہوں، تمہیں معلوم بھی ہے کہ خود تمہیں لوگوں نے میرے بابا کو خط لکھا اور پھر ان کو دھوکا دیا، تم لوگوں نے عہد و پیمان اور ان کی بیعت کرنے کے بعد ان سے جنگ کی؟ تمہارا برا ہو کہ تم نے اپنے لئے ہلاکت اور بربادی کا انتظام کر لیا ہے۔

۱۔ حیاۃ الامام الحسینؑ: ۳/۴۴۰ از امالی شیخ طوسی۔

تم کس آنکھ سے رسول اللہ کو دیکھو گے جب وہ تم سے کہہ رہے ہوں گے کہ تم نے میری عترت کو قتل کیا اور حرمت کو پامال کیا "فلستم من أمتي" لہٰذا تم لوگ میری امت میں سے نہیں ہو۔(۱)

روایتوں کے مطابق یزید بن معاویہ پہلے تو اس دردناک واقعہ پر بے حد خوش ہوا اور اس نے عبید اللہ بن زیاد کو انعام واکرام سے نوازا لیکن چند ہی دنوں کے بعد جب لوگوں کے غیظ وغضب اور ان کے جوش و خروش کو دیکھا تو (حکومت بچانے کے لئے) اپنے کیے پر اظہار ندامت کرتا تھا اور ابن زیاد کو اس واقعہ کا مجرم وذمہ دار قرار دیتا تھا۔(۲)

امام حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی کا احساس امت کو بنی امیہ سے انتقام لینے کے لئے پر جوش اقدامات پر روز بروز آمادہ کر رہا تھا اور امت مسلمہ بنی امیہ کی ظالمانہ حکومت کے خلاف جہاد کر کے اپنے اس عظیم گناہ کا کفارہ ادا کرنے کا تہیّہ کر چکی تھی۔

صحیح ہے کہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ امت نے یہ موقف اس لئے اختیار کیا کہ وہ حکومت اموی کے ظلم وفساد اور ان کی نااہلی سے مکمل طور سے آگاہ ہو چکی تھی یا ان اقدامات سے امت کا مقصد اسلام کی تبلیغ تھا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک مخلصانہ اقدام تھا جو ظالم حکام کے لئے اتنا ہی ناگوار اور خطرناک تھا جتنا خطرناک ایک سوچا سمجھا اور عقلی منصوبہ ہوتا ہے چنانچہ ارباب ظلم وستم اور دشمنان اہل بیت ان تحریکوں سے سخت وحشت زدہ اور گھبرائے ہوئے تھے۔

۴۔امت کی قوت ارادی اور عزم جہاد کو زندہ کرنا(۳)

شہادت حسینؑ نے معاشرے کے ان مردہ ضمیروں کو جھنجوڑا جو ظلم وفساد کے سامنے سپرانداختہ ہو چکے تھے، جو ظالم سے مقابلے کی صلاحیت اور جرأت کھو چکے تھے جس کے نتیجے میں ارباب ستم، دین کی آڑ میں امت کا

۱۔حیاۃ الامام الحسین بن علی (علیہ السلام): ۳/۳۴۱۔ازمثیر الاحزان۔

۲۔تاریخ طبری: ۴/۳۸۸؛ تاریخ الخلفاء/۲۰۸۔

۳۔اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لئے آیۃ اللہ محمد باقر الحکیم کی کتاب ثورۃ الحسین (النظریہ، الموقف، النتائج) ص/۱۰۰ کا مطالعہ کیجئے۔

استحصال کرر ہے تھے، کبھی درباری علماء کی مدد اور کبھی اپنے نفاق اور مکر و فریب کا سہارا لے کرامت کا خون پی رہے تھے اور دین کا مذاق اڑا رہے تھے۔

مسلم سماج نے انقلاب حسینیؑ سے سبق سیکھا کہ ظلم و ستم کے سامنے کبھی بھی سپر انداختہ نہیں ہونا چاہئے اور اپنی فریاد بلند کر کے اعلان کرنا چاہئے کہ ہم دینی اور شرعی یا کم از کم عوام پسند حکومت میں زندگی گزارنا چاہتے ہیں غاصب، ظالم یا کسی ڈکٹیٹر کی حکومت میں نہیں۔

چنانچہ واقعہ کربلا کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ اموی حکومت کے خلاف بہت سی تحریکیں اٹھیں اگر چہ ان میں سے کوئی ایک تحریک مکمل طور سے کامیاب نہ ہوسکی لیکن آہستہ آہستہ یہی تحریکیں بنی امیہ کی حکومت کا تختہ الٹ دیتی ہیں۔ ان تحریکوں کے اغراض و مقاصد بھی الگ الگ تھے لیکن سب کا سرچشمہ تحریک حسینیؑ تھی اور سب تحریکیں انھیں حالات کا سہارا لے رہی تھیں جو انقلاب حسینی کی بدولت وجود میں آئے تھے۔ توابین، اہل مدینہ اور جناب مختار کی تحریکیں براہ راست واقعہ کربلا اور قیام حسینی کا نتیجہ تھیں۔ (۱)

مختار ثقفی کے قیام نے قاتلین حسین سے انتقام لینے میں بھرپور کامیابی حاصل کی اور بہت جلد ہی ان ظالموں کو ان کے برے افعال اور بدترین جرائم کی سزا دے دی گئی۔

ان تحریکوں کے بعد مطرف بن مغیرہ، ابن اشعث، زید بن علی بن الحسینؑ۔ (۲) اور ابوالسرایا وغیرہ نے بھی اموی حکومت کے خلاف قیام کیا۔ (۳)

قیام حسینی نے امت کی جہادی روح کو زندہ کیا اور پروان چڑھایا اور امت کی انقلابی فکر کو پھر سے جوش دلایا واقعہ کربلا کے بعد حکومت کے خلاف اٹھنے والی بعض تحریکیں شکست سے دوچار ضرور ہوئیں لیکن امت میں غیرت و حیا بیدار ہو چکی تھی اور امت، بنی امیہ اور ان سے پہلے کی غیر قانونی حکومتوں کے ہاتھوں مٹنے اور برباد ہونے سے رہائی پا چکی تھی۔

۱۔ تاریخ طبری: ۴/۴۲۶ تا ۴۸۷۔ ۲۔ مقاتل الطالبین/۱۳۵۔

۳۔ مقاتل الطالبین/۵۲۳۔

چوتھی فصل

میراث حسینیؑ

امام حسین علیہ السلام کی معنوی میراث پر ایک طائرانہ نظر:

امام حسینؑ ایک خلاق رہنما اور ہدایت الٰہی کے سلسلے کی ایک اہم کڑی تھے۔ جنہیں خدائے عز و جل نے اپنے دین و شریعت کی حفاظت کے لئے چنا تھا اور اپنی شریعت کو نافذ کرنے کا امین اور ذمہ دار بنایا تھا اور انھیں ہر طرح کے رجس اور نقص و عیب سے محفوظ رکھا تھا تا کہ شریعت الٰہی کو ہر طرح کی تحریف اور نقص و عیب سے بچا سکیں۔

حضرت علی اور حسنین علیہم السلام نے دین خدا اور امت رسول کے تحفظ کے لئے سب سے زیادہ زحمتیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں ان مصیبتوں کی ابتداء اس وقت ہوئی جب خلافت اپنے راستے سے ہٹ گئی یعنی نا اہل ہاتھوں میں پہونچ گئی اور خلافت کا یہ انحراف صرف حکومتی مسائل تک محدود نہیں رہا بلکہ امت رسولؐ اور شریعت الٰہی کی رگ و پے میں سرایت کر گیا۔

ان تینوں ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے زمانے میں یہ خطرناک انحراف زیادہ نمایاں طور پر سامنے آیا جس کی وجہ سے انھوں نے شریعت کے اصولوں کے استحکام اور امت کی تعلیم و تربیت کی راہ میں زیادہ زحمتوں کا سامنا کیا تا کہ دین خدا اور امت رسولؐ کو اس بڑھتے ہوئے انحراف سے بچا سکیں اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اس زمانہ میں ایک صالح اور بیدار امت کی تربیت کرنا کس قدر اہمیت کا حامل تھا اور ایک بالغ نظر انسان اہل بیتؑ کے اس کارنامہ کی عظمت کو بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے اگر وہ وفات رسولؐ کے بعد

اس پچاس سالہ عرصے میں اہل بیتؑ کے ساتھ مسلمانوں کے سلوک اور برتاؤ پر بھی نظر رکھے۔

ان مسائل کے پیش نظر حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السلام نے امت کے لئے علمی اور معنوی میراث کا جو عظیم الشان ذخیرہ چھوڑا ہے وہ یقیناً نہایت اہم اور حیرت انگیز ہے کہ ہم اس ثروت کی موجودگی میں علمی اور فکری اعتبار سے خود کو نہایت مالدار اور بے نیاز محسوس کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں جو تحقیق کرنا چاہتا ہے وہ "موسوعہ کلمات الامام الحسینؑ"، "وثائق الثورة الحسينة"، "بلاغة الحسين" اور امام حسین کے خطوط اور خطبات کے مجموعوں کا مطالعہ کرے تاکہ اس عظیم ثروت سے واقف اور بہرہ مند ہو سکے۔

ہم ذیل کی سطروں میں بعض موضوعات کے بارے میں امام حسین علیہ السلام کے ارشادات کے کچھ نمونے پیش کر رہے ہیں:

علم و معرفت اور عقل افکار حسینی کی روشنی میں:

آپؑ فرماتے ہیں:

۱۔ جس شخص میں یہ پانچ چیزیں نہ ہوں اس سے بہت زیادہ فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا: عقل، دین، ادب، شرم و حیا اور اچھا اخلاق۔(۱)

۲۔ آپ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ شریف انسان کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جو دوسروں کے سمجھانے سے پہلے خود سمجھ جائے اور (خواب غفلت سے) جگائے جانے سے پہلے بیدار ہو جائے۔(۲)

۳۔ عقل، فقط حق کی پیروی سے کامل ہوتی ہے۔(۳)

۱۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۷۴۳ عن حیاۃ الامام الحسین؛ ۱/۱۸۱۔

۲۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۷۴۳ عن احقاق الحق؛ ۱۱/۵۹۰۔

۳۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۷۴۲ عن اعلام الدین؛ ۲۹۸۔ یہ حدیث امام علی علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔

۴۔ عقلمند ایسے شخص سے بات ہی نہیں کرتا جو اسے جھٹلا دے، اس سے مانگتا ہی نہیں جو نہ دے اس پر اعتبار ہی نہیں کرتا جو غداری کرتا ہو، اور اس سے امیدوار ہی نہیں ہوتا جس سے توقع بیجا ہو۔ (۱)

۵۔ علم، معرفت کی بنیاد ہے، تجربے، عقل میں اضافہ کا سبب بنتے ہیں، (حقیقی) فضل و شرف، تقویٰ ہے، قناعت، جسمانی آرام کا باعث ہے، جس کو بھی تم سے محبت ہوگی تمہیں روکے ٹوکے گا اور تم سے بغض رکھنے والا تمہیں اکساتا رہے گا۔

۶۔ عالم کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی ہی بات پر برابر غور و غوض کرتا رہتا ہے اور فنون نظر کی باریکیوں سے باخبر ہوتا ہے۔ (۲)

۷۔ اگر عالم کی ہر بات اچھی اور سچ ہو جائے تو وہ خود پسندی کے باعث دیوانہ ہو جائے گا، بیشک عالم کی اکثر باتیں صحیح ہوتی ہیں۔ (۳)

۸۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دعائے عرفہ میں ایسے بے مثال نکات پائے جاتے ہیں جو معرفت اور اس کے حصول کی راہوں سے متعلق ہیں، جو ایسی صحیح اور کارآمد راہوں کی نشاندہی کرتے ہیں جن پر ہر عقلمند کو چلنا چاہیئے۔ سردست ہم صرف اس سے ایسے نمونے بیان کر رہے ہیں جو ہماری بحث سے میل کھاتے ہیں:

الف۔ اے میرے اللہ! جب میں اپنی بے نیازی میں فقیر ہوں تو فقیری میں کیسے فقیر نہ ہوں گا؟ اے اللہ! جب میں عالم ہونے کے باوجود جاہل ہوں تو نادانی کے عالم میں کیسے جاہل نہیں ہوؤں گا۔

ب۔ الٰہی! آثار کے اختلاف اور اطوار کی تبدیلی سے میں یہ سمجھا ہوں کہ تو ہر چیز کے ذریعہ اپنے آپ کو مجھے پہچنوانا چاہتا ہے تاکہ کہیں بھی میں تجھ سے غافل نہ رہوں۔

۱۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۷۴۲ عن حیاۃ الامام الحسین؛ ۱/۱۸۱۔

۲۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۷۴۲ و ۷۴۳ عن بحار الانوار: ۸/۱۲۸؛ حدیث ۱۱۔

۳۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۷۴۲ و ۷۴۳ عن بحار الانوار: ۸/۱۲۸؛ حدیث ۱۱۔

ج۔ الٰہی! آثار و علامات میں میرا گھرا رہنا، تیرے دیدار و وصال سے دوری کا باعث ہے پس مجھے اپنی کسی ایسی خدمت کی توفیق دے جو مجھے تجھ تک پہونچا دے، تیرے موجود ہونے کو اس چیز کے ذریعہ کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے جو خود اپنے وجود میں تیری محتاج ہے؟ کیا تیرے غیر کے لئے ایسا ظہور ہے جو تیرے لئے نہیں ہے کہ وہ تیرے ظہور کا سبب قرار پائے؟ تو کب غائب تھا کہ ایسی دلیل کا محتاج ہو جس سے تیرا وجود سمجھا جائے؟ تو کب دور تھا کہ آثار و علامات تجھ تک پہونچائیں؟ وہ آنکھیں اندھی ہیں جو تجھ تک نہ پہنچ پائیں وہ معاملات سراسر گھاٹا ہیں جن میں تیری محبت کا کچھ حصہ نہ ہو۔

د۔ الٰہی! تو نے ہمیں علامات و آثار کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے پس مجھ کو اپنے نور کے پردوں اور بصیرت کے راستوں کی طرف لے چل تا کہ اس کے ذریعہ میں تیری بارگاہ میں آؤں جس طرح انہیں کے ذریعہ تجھ تک پہونچا ہوں انھیں کو دیکھ کر راز حقیقت کی خبر تک رسائی حاصل کروں اور ان کے سہارے اپنی ہمت کو بلند کروں۔

ھ۔ تیرے ہی واسطہ سے تجھ سے وصل چاہتا ہوں اور تیرے ہی وسیلہ سے تجھ پر استدلال کرتا ہوں لہٰذا اپنے نور کے ذریعہ میری ہدایت فرما اور صدق قلب کے ساتھ مجھے اپنی بارگاہ عبودیت میں کھڑے ہونے کی توفیق دے۔

و۔ الٰہی! اپنے خزانۂ علم کے ذریعہ مجھے علم عطا فرما اور اپنی حفظ و امان میں رکھ، اے پروردگار! مجھے مقربین کے حقائق سے روشناس کر۔

ز۔ اے میرے اللہ! موت آنے سے پہلے مجھے نفس کی ذلت اور پستی سے نجات دے شک کی بیماری، اور شرک کی نجاست سے مجھے پاک و طاہر رکھ۔

ح۔ میرے اللہ! قضا و قدر مجھے آرزو مند بناتی ہے اور خواہش نفس مجھے آرزوؤں کا قیدی بنا لیتی ہے پس تو میرا مددگار بن جا تا کہ میں کامیاب اور بینا ہو جاؤں۔

ط۔ تو وہ ہے جس نے اپنے دوستوں کے دلوں کو نور کی شعاعوں کے ذریعے روشن کر دیا تو انھوں نے

تیری معرفت حاصل کی اور تجھے ایک مانا۔

اور تو وہ ہے جس نے اپنے دوستوں کے دلوں سے غیروں کو دور کر دیا تو وہ سوائے تیرے کسی سے محبت نہیں رکھتے اور تیرے غیر کی پناہ نہیں لیتے، جب زمانہ ان کو ہراساں کرتا ہے اس وقت تو ہی ان کا مونس ہوتا ہے۔

اور تو وہ ہے جس نے ان کی رہنمائی کی اس وقت جب وہ تیرے نشان و برہان سے دور ہوئے۔ اس نے کیا پایا جس نے تجھے کھویا اور اس نے کچھ نہ کھو دیا جس نے تجھ کو پالیا!۔

ی۔ اور تو وہ ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے ہر چیز کو اپنی پہچان کرائی ایسی کوئی چیز نہیں جو تجھے پہچانتی نہ ہو اور تو وہ ہے جس نے ہر چیز کے ذریعہ مجھے معرفت بخشی پس میں نے تجھے ہر چیز میں عیاں و نمایاں دیکھا تو کیونکر پوشیدہ ہے جب کہ تو آشکار ہے یا کیسے تو پنہاں ہے جب کہ تو نگہبان اور حاضر ہے۔(۱)

قرآن کریم کی بارگاہ میں:

یقیناً اہل بیتؑ عصمت وطہارت علیہم السلام نے قرآن کریم پر بھرپور توجہ دی ہے، اس کی تعلیم، تفسیر، تفہیم، اور تطبیق کے لئے نیز اسے تحریف سے بچائے رکھنے کے لئے انتھک کوششیں کی ہیں جو ان کی روش، ہدایات اور گفتار وکلمات سے زیادہ سے زیادہ نمایاں ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے بھی بیش بہا اقوال ماثور ہیں جو مطالعہ اور غور وخوض کے قابل ہیں، بعض نمونے یہ ہیں:

الف۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی کتاب ان چار چیزوں پر مشتمل ہے: عبارت، اشارہ، لطائف، حقائق۔

عبارت عوام کے لئے ہے، اشارہ خواص کے لئے، لطائف اولیاء کے لئے اور حقائق انبیاء علیہم السلام کے لئے ہیں۔(۲)

....

۱۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین: ۸۰۲ عن اقبال الاعمال: ۳۳۹۔

۲۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین: ۵۵۱ عن جامع الاخبار: ۴۸۔

ب۔ جو شخص نماز میں قرآن مجید کی ایک آیت کی تلاوت کرتا ہے اس کے لئے ہر حرف کے عوض سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو اس کو نماز کے علاوہ پڑھے تو خداوند عالم اس کے لئے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھتا ہے، جو قرآن سنے گا اسے ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی، اور جو قرآن کو ایک رات میں ختم کرتا ہے اس پر ملائکہ رات بھر صلوات بھیجتے ہیں اور جو اسے دن میں ختم کرے گا اس پر نگہبان فرشتے شام تک درود بھیجتے رہتے ہیں، اس کی دعائیں مستجاب اور زمین و آسمان کا خیر اس کا حصہ ہوتا ہے۔(۱)

ج۔ آیۂ کریمہ ''تبدل الأرض غیر الأرض'' کی تفسیر میں آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد ایسی زمین ہے جس پر کوئی گناہ نہ کیا گیا ہو وہ روز قیامت سب پر عیاں ہوگی نہ اس پر کوئی پہاڑ ہوگا اور نہ کوئی پیڑ پودا بالکل ایسے جیسے ابھی اسے بچھایا گیا ہو۔(۲)

د۔ ''کھیعص'' کے معنی کے سلسلہ میں ایک شخص نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اگر میں تم کو اس کی تفسیر بتا دوں تو تم پانی پر چلنے لگو گے۔(۳)

ھ۔ نصر بن مالک نے ''ھذان خصمان إختصموا في ربھم'' کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا: ہم اور بنی امیہ پروردگار کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں، ہم اللہ کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ تکذیب، ہم اور وہ قیامت کے دن (بھی) ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔(۴)

و۔ آپ نے فرمایا کہ یہ آیۂ کریمہ ﴿الذین إن مکناھم فی الارض اقاموا الصلاۃ﴾ ہم اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔(۵)

۱۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۵۵۱ عن الکافی؛ ۶۱۱/۱، الحدیث ۳۔

۲۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۵۶۰ عن تفسیر البرھان: ۳۲۳/۲۔

۳۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۵۶۱ عن ینابیع المودہ: ۴۸۴۔

۴۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۵۶۳ عن حیاۃ الحسین: ۲۳۴/۲۔

۵۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۵۶۴ عن بحار الانوار: ۱۶۶/۲۴۔

ز۔ آیۂ کریمہ ''قل لا أسئلکم علیه أجرا الا المودة فی القربیٰ'' کی تفسیر میں آپ نے فرمایا: بیشک جس قرابتداری کا خدا نے حکم دیا ہے، جسے ایک عظیم حق قرار دیا ہے اور جس میں تمام خیر و برکت کو چھپا رکھا ہے وہ ہم اہل بیتؑ کی قرابتداری ہے۔ خدا نے تمام مسلمانوں پر ہمارے حق کو واجب قرار دیا ہے۔ (۱)

ح۔ آیۂ کریمہ '' و أما بنعمة ربک فحدث '' میں نعمت کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: یہ وہ نعمت ہے جو دین کی شکل میں پروردگار عالم نے اپنے نبیؐ پر نازل فرمائی ہے۔ (۲)

ط۔ ''الصمد'' کی تفسیر میں آپ نے فرمایا کہ ''صمد'' کی تفسیر اللہ نے اپنے اس قول کے ذریعہ کی ہے: ''لم یلد و لم یولد و لم یکن له کفوا احد''۔ (۳)

ی۔ آپ نے فرمایا: ''صمد'' یعنی ٹھوس، یعنی جس کی سیادت کامل ہو، یعنی جو نہ کھاتا ہو اور نہ پیتا ہو، یعنی جو سوتا نہ ہو، یعنی جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ (۴)

ک۔ مروی ہے کہ عبدالرحمٰن سلمی نے آپ کے (ایک غیر معصوم) فرزند کو سورۂ حمد کی تعلیم دی، جب انھوں نے آپ کے سامنے اسے پڑھا تو آپ نے عبدالرحمٰن سلمی کو ایک ہزار دینار اور ہزار قیمتی لباس عطا کئے اور ان کا منھ موتیوں سے بھر دیا۔ آپ کے اس کرم کو لے کر جب آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ چیزیں پھر بھی اس نیکی کا کہاں عوض قرار پا سکتی ہیں جو اس نے کی ہے اس سے آپ کی مراد تعلیم قرآن تھی۔ (۵)

۱۔ موسوعة کلمات الامام الحسین؛ ۵۶۵ عن بحار الانوار: ۲۳/ ۲۵۱؛ حدیث/ ۲۷۔

۲۔ موسوعة کلمات الامام الحسین؛ ۵۶۷ عن المحاسن: ۱/ ۳۴۴ حدیث ۱۱۔

۳۔ موسوعة کلمات الامام الحسین؛ ۵۶۸ عن التوحید/ ۹۰ حدیث/ ۵۔

۴۔ موسوعة کلمات الامام الحسین؛ ۵۶۹ عن معادن الحکمة: ۲/ ۵۱۔

۵۔ موسوعة کلمات الامام الحسین؛ ۵۸۲ عن بحار الانوار: ۴۴/ ۱۹۱۔

امام حسین علیہ السلام اور سیرت مرسل اعظمؐ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے جدامجد رسول خداؐ کا زمانہ بھی پایا اور آپ نے وحی و رسالت کی آغوش میں زندگی گذاری، ایمان کی چھاتی سے دودھ پیا، اپنے ماں باپ اور بھائی کی طرح آپ بھی ختم رسالت کے مونس وغمخوار رہے اور آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ سنت وسیرت رسولؐ اسلامی تعلیمات کا دوسرا منبع وسرچشمہ ہے اس لئے اس کا اہتمام بہت ضروری ہے اور اسے تحریف اور بربادی سے بچانا واجب ہے۔ اور احادیث رسولؐ پر لگی پابندی کا ڈٹ کے مقابلہ کیا جانا ضروری ہے جو کہ بعض بڑے صحابہ کے خیال میں ایک صحیح بات تھی اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام دین مخالف آمریت کے خلاف پوری شجاعت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے جدامجد سید المرسلین کی شریعت کو بچانے کے لئے اپنی بیش بہا چیزوں کی قربانی کے ذریعہ اپنے حق میں نانا کے اس فرمان کو سچ کر دکھایا ''حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں''حسین چراغ ہدایت اور کشتی نجات ہیں''۔

آپؑ نے فرمایا:

۱۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اللہ کی بہترین مخلوق ہیں۔(۱)

۲۔حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے برادر بزرگوار امام حسن علیہ السلام کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری طرح توصیف فرماتے، اپنے اہل بیتؑ، اصحاب، نیز اہل مجلس اور رفقاء کے لئے اس سیرت رسول پر روشنی ڈالتے تھے جسے ان حضرات نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی علیہ السلام سے اخذ فرمایا تھا کہ جن کی تربیت خود حضور نے فرمائی تھی، اس کے بعض گوشے یہ ہیں: امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے باباجان سے رسول اللہؐ کے سکوت کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

۱۔موسوعۃ کلمات الامام الحسین: ۱۷۵عن کنز العمال: ۲۱۷/۷۔

”آنحضرت کا سکوت چار خصوصیات کا حامل تھا: حلم و بردباری، ہوشیاری، تقدیر اور غور و فکر۔ سکوت تقدیر لوگوں کو برابر دیکھنے اور ان کی باتیں سننے وقت ہوتا ہے۔ سکوت تفکر باقی رہنے والی اور فنا ہوجانے والی چیزوں میں ہوتا ہے۔ آپ کا حلم آپ کے صبر کے ساتھ جمع ہوگیا تھا جس کی وجہ سے کوئی بھی شی نہ تو آپ کو غضبناک کر پاتی اور نہ تو آپ بے قرار ہوتے تھے۔ آپ کی زیرکی چار چیزوں میں جمع تھی: آپ اچھائیوں کو اختیار کرتے تھے تا کہ آپ کی اقتدا کی جائے، برائیوں کو ترک فرماتے تھے تا کہ ان سے دوری کی جائے، اپنی امت کی بھلائی کے لئے بہترین رائے اور ان کی دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کے لئے قیام فرماتے تھے۔(۱)

۳۔ مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ کو صبح کے وقت مغموم حالت میں دیکھا گیا آپ سے دریافت کیا گیا کہ آج آپ کی یہ حالت کیوں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ بنی امیہ میرے منبر پر اچھل کود رہے ہیں“ تو آپ کو وحی کے ذریعہ تسلی دی گئی کہ غمگین نہ ہوں یہ چند روزہ زندگی ہے جو دنیا میں ان کے پاس رہے گی اور یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ﴿و ما جعلنا الرویا التی أریناک ... “۔(۲)

۴۔ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کھانا کھاتے وقت فرماتے تھے ” أللھم بارک لنا فیہ و أرزقنا خیراً منہ “ خداوندا! اس میں ہمارے لئے برکت قرار دے اور اس سے بہتر ہمیں رزق عطا فرما۔ اور دودھ پیتے وقت فرماتے تھے: ” أللھم بارک لنا فیہ و أرزقنا منہ “ خداوندا! اس میں ہمارے لئے برکت قرار دے اور اس کے ذریعہ ہمیں رزق سے مالا مال فرما۔(۳)

آپ تضرع وزاری کے موقع پر اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور خلوص دل کے ساتھ یوں دعا فرماتے تھے جیسے مسکین کھانا طلب کرتا ہے۔(۴)

۱۔ موسوعة کلمات الامام الحسین؛ ۵۷۱ و ۵۷۵ عن مجمع الزوائد: ۲۷۴/۸ و معانی الاخبار: ۷۹۔

۲۔ موسوعة کلمات الامام الحسین؛ ۵۷۸ عن عیون الرضا: ۴۲/۲۔

۳۔ موسوعة کلمات الامام الحسین؛ ۵۷۸ عن بحار الانوار: ۲۷۸/۱۶۔

۴۔ موسوعة کلمات الامام الحسین؛ ۶۸۳ عن مستدرک الوسائل: ۱۷/۴۔

۵۔ سرکار سید الشہداء سے اذان اور اس میں پائے جانے والے اختلاف کے سلسلہ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''(اذان) وحی کی صورت میں تمہارے نبی پر نازل ہوئی تھی اور تمہارا خیال یہ ہے کہ حضور نے اسے عبداللہ بن زید سے اخذ کیا ہے؟ (ایسا نہیں ہے) بلکہ میں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: معراج کے موقع پر اللہ نے ایک فرشتہ نازل کیا اس نے دو بار اذان اور دو بار اقامت کہی اس کے بعد جبرائیل نے حضور سے فرمایا کہ اے محمد! نماز کے لئے اسی طرح اذان کہیئے۔ (۱)

۶۔ مروی ہے کہ غزوۂ سلاسل میں حضور نے امیر المومنین حضرت علیؑ کے ہمراہ تیس گھوڑے روانہ کئے اور فرمایا: ''اے علی گھوڑوں کے خرچ پانی کے بارے میں تمہیں ایک آیت سناتا ہوں: ﴿الذین ینفقون اموالھم باللیل و النھار سرا و علانیۃ﴾ '' جو لوگ دن رات میں چھپ کر اور علانیہ طور پر اپنے اموال کو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اجر الٰہی کے حقدار ہیں'' اے علی! اس آیۂ کریمہ میں نفقہ سے مراد وہ اخراجات ہیں جو بندۂ خدا گھوڑوں پر چھپ کر اور علانیہ کرتا ہے۔ (۲)

حضرت امام حسین علیہ السلام نے عصر رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ان تمام حوادث و واقعات کو نقل کیا ہے جنہیں آپ نے یا خود مشاہدہ کیا تھا یا جنھیں اپنے معصوم والدین سے سنا تھا جو کہ ہر طرح کی لغزش سے پاک اور واقعات بیان کرنے میں مورد اعتبار تھے۔ (۳)

۱۔ سابق ۶۸۳/، از مستدرک الوسائل: ۴/۱۷۔

۲۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۱۰۷ عن مستدرک الوسائل: ۸/۲۰۳۔

۳۔ دیکھئے کتاب ''موسوعۃ کلمات الامام الحسین''۔

عظمت اہل بیتؑ امام حسین علیہ السلام کی نگاہ میں

سارے مسلمانوں کے نزدیک مقبول ترین اور متواتر حدیث، حدیث ثقلین کی روشنی میں اسلام کی بقاء کا دار مدار دو ایسے ارکان پر ہے جو ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں اور وہ ہیں قرآن کریم اور نبی اکرم کی عترت اطہار، یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر پیغمبر اکرمؐ سے ملاقات کریں گے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ان دونوں سے وابستہ رہیں تا کہ ہر دور میں خود کو گمراہی سے محفوظ رکھ سکیں۔

اور اسی لئے اسلام دشمن عناصر کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ ان دونوں ارکان کے درمیان جدائی ڈال دیں اور اس کے لئے انھوں نے کبھی تحریف قرآن کا دعوی کیا، کبھی اس کی تفسیر وتطبیق پر پابندی لگائی، کبھی عترت کی توہین وبے حرمتی کی، ان کے سیاسی، اجتماعی اور ثقافتی خدمات سے لوگوں کو انجان بنائے رکھا اور کبھی ان کے بدلے دوسروں کو منظر عام پر لا کر ان سے بے نیازی اور ان کے علم ودرایت سے مستغنی ہونے کا نعرہ بلند کیا۔

اس کے برخلاف آئمہ معصومین جو بنص وحی دین خدا کے نگہبان ہیں انھوں نے ثقلین کے سلسلہ میں اپنی کوششیں جاری رکھیں اور بدخواہوں سے ان دونوں کی حفاظت کے لئے انتھک کوششیں کرتے رہے اگر چہ اس کے لئے انھیں تکلیفیں اٹھانا پڑیں انہوں نے اپنا مال واسباب بلکہ ہر چیز دین محمدیؐ کی بقاء کے لئے قربان کر دیں۔

سر دست ہم اس سلسلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعض نصوص ماثورہ کا ذکر کر رہے ہیں:

۱۔ جب سرکار رسالتمآبؐ حجۃ الوداع کے مناسک سے فارغ ہو کر اپنے مرکب پر سوار ہوئے اور فرمایا: ''جنت میں بس مسلمان ہی داخل ہوں گے'' ابوذر غفاری نے دریافت کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اسلام عریاں ہے اس کا لباس تقویٰ، اس کی زینت حیاء، اس کا سرمایہ ورع

،اس کا کمال دیانت اور اس کا ثمر عمل ہے، ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد ہم اہل بیت علیہم السلام کی محبت ہے۔(۱)

۲۔منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ''جو ہم سے محبت کرے گا وہ ہم اہل بیتؑ میں سے ہے'' اور یہ آیۂ کریمہ بعنوان دلیل پیش کی جسے خدا نے عبد صالح سے حکایت کیا ہے اس آیۂ کریمہ کا ترجمہ یہ ہے: '' جو میری اتباع کرے گا وہ مجھ سے ہے''۔(۲)

اور واضح کر دیا کہ جو ان سے محبت کرے گا وہ ان کی پیروی کرے گا اور جو بھی پیروی کرے گا وہ ان سے ہوگا۔

۳۔آپ نے فرمایا: ''اسلام سے محبت کی خاطر ہم سے محبت کرو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ '' مجھے میرے حق سے نہ بڑھاؤ اللہ تعالیٰ نے رسول بنانے سے پہلے مجھے اپنا بندہ بنایا ہے۔(۳)

۴۔آپ نے فرمایا: ''ہم عصر رسولؐ میں منافقین کی شناخت علیؑ اور اولاد علیؑ سے بغض کے ذریعہ کیا کرتے تھے۔(۴)

۵۔مروی ہے کہ منذر بن جارود کا گذر امام حسین علیہ السلام کے قریب سے ہوا انھوں نے مولا سے حال چال پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''عرب کو عجم پر فخر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ہیں اور عجم کو اس فضیلت کا اقرار ہے، ہمارا حال یہ ہے کہ قریش ہماری فضیلتوں سے واقف ہیں مگر اہمیت نہیں دیتے، اس امت کی بدنصیبی یہ ہے کہ ہماری باتیں سنتے نہیں اور اگر ہم انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں تو کسی دوسرے کے ذریعہ بھی ہدایت نہیں حاصل کر پاتے۔(۵)

۱۔موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۵۸۲عن امالی الطوسی: ۸۲/۱۔

۲۔موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۵۸۲عن نزھۃ الناظر وتنبیہا الخاطر: ۸۵۔

۳۔موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۵۸۲عن مجمع الزوائد: ۲۱/۹۔

۴۔موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۵۸۵عن عیون اخبار الرضا (ع): ۷۲/۲۔

۵۔موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۵۸۶عن نزھۃ الناظر: ۸۵۔

امام زمانہ (عج) اور آپ کی حکومت کی بشارت

امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی غیبت، ظہور، حکومت اور اس کی خصوصیات، آپ کے اوصاف وشمائل اور حسب ونسب سے مربوط نبی کریم کی بے شمار روایات ہیں جنھیں کتب صحاح اور مسانید نے ''الملاحم و الفتن و اشراط الساعۃ'' وغیرہ جیسیا بواب میں وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اور اسی طرح رسولؐ اکرم کی سیرت اور آپ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے ہوئے آئمہ اہل بیتؑ نے بھی تمام انبیاء اور اوصیاء کی آرزوؤں کو جامۂ عمل پہنانے والی ایک برحق حکومت کی تشکیل کی مسلسل کوششیں کیں، چنانچہ حضرت مہدیؑ کے سلسلہ میں ایسی لاتعداد اور کثیر روایات ہیں جنھیں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے جد امجد یا پدر بزرگوار سے نقل فرمایا ہے جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ایک روز جب میں اپنے نانا رسول اللہ کے پاس گیا آپ نے مجھے اپنے زانوؤں پر بٹھایا اور مجھ سے فرمانے لگے: ''اے حسینؑ! اللہ نے تمہاری صلب سے نو اماموں کا انتخاب کیا ہے ان کا نواں قائم ہے اور وہ سب کے سب اللہ کے نزدیک فضل وشرف کے لحاظ سے مساوی ہیں۔ (۱)

۲۔ شعیب بن ابی جعفر نے آپ سے دریافت کیا: ''آپ صاحب الامر ہیں؟'' حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ''نہیں'' انھوں نے پوچھا: پھر کون ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وہ ہے جو زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے پر بھری ہوئی ہوگی، جس طرح رسولؐ اللہ سلسلہ انبیاء کے ایک زمانہ تک تھمے رہنے کے بعد مبعوث ہوئے تھے اسی طرح وہ بھی زمانۂ فترت ائمہؑ کے بعد منظر عام پر آئیں گے۔ (۲)

۱۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۶۵۹عن ینابیع المودۃ: ۵۹۰۔

۲۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۶۶۰عن عقد الدرر: ۱۵۸۔

۳۔ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا: ''صاحب الامر'' کی دو غیبتیں ہوں گی ان میں سے ایک تو اتنی طولانی ہوگی کہ کچھ لوگ یہ خیال کرنے لگیں گے کہ وہ مر گئے ہیں بعض کا یہ تصور ہوگا کہ وہ مروا دیئے گئے ہیں بعض کہیں گے کہ بھاگ گئے ہیں۔اپنے پرائے کسی کو بھی خبر نہ ہوگی کہ وہ کہاں رہتے ہیں سوائے اس کے جس کی سرپرستی کو آپ نے قبول کرلیا ہو۔(۱)

۴۔آپ نے فرمایا: اگر دنیا کی بقاء میں بس ایک دن بھی رہ جائے تب بھی خداوند عالم اس دن کو اتنا طولانی کردے گا کہ میرا ایک فرزند خروج کرے ہوگا اور وہ زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھردے گا جیسے وہ ظلم وجور سے پر ہوگی، یہ سب کچھ میں نے اپنے نانا رسول اللہ سے سنا ہے۔(۲)

۵۔آپ نے فرمایا: حضرت مہدیؑ کی پانچ علامتیں ہیں ''ا۔خروج سفیانی، یمانی، آسمانی چنگھاڑ عذاب، مقام بیدا (مکہ اور مدینہ ک درمیان ایک جگہ) کا دھنس جانا اور نفس زکیہ کا قتل''۔(۳)

۶۔آپ فرماتے ہیں: ''جب مہدیؑ قیام فرمائیں گے تو لوگ اس لئے ان کو قبول کرنے سے انکار کردیں گے کہ وہ جوان رعنا ہیں، یہ بھی ایک بہت بڑی آزمائش ہے کہ لوگوں کا پیشوا جسے وہ ایک بوڑھا کہن سال سمجھ رہے ہوں نوجوان کی صورت میں خروج کرے گا۔(۴)

۷۔آپ نے یہ بھی فرمایا: ''میرے نویں فرزند قائم آل محمدؑ کا معاملہ حضرت یوسفؑ اور حضرت موسیٰؑ بن عمران جیسا ہے خداوند عالم ان کے تمام مسائل ایک رات میں حل فرمادے گا۔(۵)

ا۔موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۶۶۰ عن عقد الدرر: ۱۳۴۔

۲۔موسوعۃ کلمات الامام الحسین؛ ۶۶۱ عن کمال الدین: ۳۱۷۔

۳۔موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ: ۶۶۲ عن عقد الدرر: ۱۱۱۔

۴۔موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ: ۶۶۵ عن عقد الدرر: ۴۱۔

۵۔موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ: ۶۶۵ عن کمال لدین: ۳۱۷۔

۸۔آپ نے فرمایا:''جب حضرت مہدی ظہور فرمائیں گے تو ان کے اور عرب وقریش کے درمیان بس جنگ جاری رہے گی۔وہ ان کے ظہور کے بارے میں اتنی جلد بازی کیوں کررہے ہیں؟ واللہ ان کا لباس موٹا ہوگا اور غذا صرف جو ہوگی،آپ کے پاس (سرکش کفار کے لئے) فقط تلوار ہوگی اور آپ کی تلوار کے سائے میں موت ہوگی۔(۱)

علم کلام افکار حسین علیہ السلام کی روشنی میں

علم کلام اور عقیدہ سے متعلق حضرت امام حسین علیہ السلام کے جو اقوال ہم تک پہونچے ہیں ہم ان میں سے بعض کا انتخاب کرکے یہاں ذکر کررہے ہیں:

۱۔اللہ کی وحدانیت کے بارے میں آپ نے یوں فرمایا:''...وصف کرنے والے اس کی عظمت کی حقیقت تک نہیں پہونچ سکتے،اس کے جبروت کی وسعت دلوں میں جگہ نہیں بنا سکتی،اس کے جیسا کوئی ہے ہی نہیں، نہ علماء اپنی عقول سے اس کا ادراک کرسکتے ہیں اور نہ اہل فکر اس کے بارے میں کوئی تصور قائم کرسکتے ہیں سوائے اس کے کہ وہ غیب پر یقین حاصل کرلیں،اس لئے کہ مخلوق کی صفات کے ذریعہ اس کی صفت بیان نہیں کی جاسکتی وہ ایک ہے بے نیاز ہے،اس کا جب بھی تصور کیا جائے وہ اس کے بالکل خلاف ہے،وہ معدوم کو وجود عطا کرتا ہے اور پائی جانے والی چیزوں کو سرے سے معدوم کردیتا ہے اور یہ دو خصوصیتیں ایک ہی وقت میں اس کے علاوہ اور کسی میں نہیں پائی جاسکتیں۔انسانی فکروں کی رسائی بس اسی حد تک ہے کہ وہ ایمان لے آئے اس بات پر کہ وہ ہے اس کے ذریعہ صفات سامنے آتے ہیں نہ یہ کہ وہ ان سے متصف ہے۔اس کے ذریعہ معارف پہچانے جاتے ہیں نہ کہ وہ ان کے ذریعہ پہچانا جائے۔بس خدا وہ ہے جس کی کوئی علامت ونشانی نہیں ہے۔وہ پاک وپاکیزہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ سب کی سنتا بھی ہے اور سب کو دیکھتا بھی ہے۔(۲)

۱۔موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ:۶۶۳ عن عقد الدرر:۲۲۷۔

۲۔موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ:۵۳۰ عن تحف العقول:۱۷۳۔

۱۔ آپ نے ابن ازرق سے فرمایا: میں اللہ کی ایسی توصیف کروں گا جیسی خود اس نے کی ہے اور اسی طرح پہچنواؤں گا جس طرح اس نے خود کو پہچنوایا ہے ''حواس کے ذریعہ اسے درک نہیں کیا جا سکتا، لوگوں پر اس کا قیاس نہیں کیا جا سکتا وہ قریب ہے لیکن چپکا ہوا نہیں وہ دور ہے مگر جدا نہیں وہ ایک ہے مگر ٹکڑے نہیں ہو سکتا، اپنی آیات کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے اپنی علامتوں کے ذریعہ قابل وصف ہے۔ اس ذات بزرگ و بلند مرتبہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ (۱)

۲۔ اصحاب کے مجمع میں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اللہ نے بندوں کو محض اپنی معرفت کے لئے خلق فرمایا ہے، اس لئے کہ جب وہ اس کی معرفت حاصل کر لیں گے تو اس کی عبادت کرنے لگیں گے اور جب وہ اس کے عبادت گذار ہو جائیں گے تو اس کے ماسواء کی عبادت و بندگی سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ اسی درمیان جب ایک شخص نے معرفت الٰہی کے بارے میں پوچھ لیا تو آپ نے فرمایا: ''معرت الٰہی یہ ہے کہ ہر زمانہ کے لوگ اپنے امام زمانہ کو پہچان لیں کہ جس کی پیروی ان پر واجب ہے''. (۲)

۳۔ شرعی فرائض و واجبات کے معیار کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: جب بھی خداوند عالم کسی سے اس کی قوت و توانائی سلب کر لیتا ہے تو اس سے مربوط اطاعت بھی اس سے اخذ کر لیتا ہے اور جب بھی اس کے اختیار کو اس سے لے لیتا ہے تو اس کی ذمہ داریاں بھی اٹھا لیتا ہے۔ (۳)

۴۔ جب حسن بن ابی الحسن البصری نے قضا و قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے انھیں جواب میں لکھا: ''جس شخص کا بھی قضا و قدر الٰہی پر خواہ وہ خیر ہو یا شر ایمان نہ ہو وہ کافر ہے۔ اور جو شخص بھی گناہوں کی خداوند عالم کی طرف نسبت دے وہ خدا پر بہتان باندھنے والوں میں سے ہے۔

۱۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ: ۵۳۳ عن التوحید: ۷۹۔

۲۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ: ۵۴۰ عن علل الشرائع: ۹۔

۳۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ: ۵۴۲ عن تحف العقول: ۱۷۵۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ زبردستی نہ خدا کی اطاعت ہوتی ہے اور نہ زور و غلبہ کے ذریعہ اس کی معصیت اور نہ ہی بندوں کو ہلاکت میں چھوڑا گیا ہے۔ ہاں جس چیز میں بھی اس نے مخلوق کو اختیار دیا ہے وہ بھی ان پر اختیار رکھتا ہے اور جن چیزوں پر انھیں قدرت عطا کی ہے خود بھی ان پر بدرجۂ اتم قدرت رکھتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ اس کی اطاعت پر کمر بستہ ہو جائیں تو خدا نہ انھیں روکے گا اور نہ انھیں سستی کا شکار کرے گا اور اگر وہ اس کی معصیت کرنا چاہیں تو خدا کو اختیار ہے کہ وہ ان پر احسان کرتے ہوئے ان کے گناہ کے درمیان حائل ہو جائے اور اگر ایسا نہ کرے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس نے زبردستی انھیں گناہ کرنے پر ابھارا ہے بلکہ اتمام حجت، انذار اور آگاہ کرنے کے بعد اس نے انھیں اختیار دیا اور آزاد چھوڑ دیا ہے انھیں راستہ کی نشاندہی کر دی ہے چاہیں تو وہ جن باتوں کے کرنے کا ان کو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کریں اور چاہیں تو جن چیزوں سے انھیں روکا گیا ہے اس سے باز رہیں...۔(۱)

۵۔ آپ کی دعائیں توحید و عرفان، معارف دینی اور ہدایت الٰہی کے نایاب بیش بہا گہر پر مشتمل ہیں بالخصوص آپ سے مروی دعائے عشرات (۲) اور دعائے عرفہ معارف کے خزانوں اور علوم کثیرہ سے مالا مال ہیں بلکہ اپنی جگہ مستقل علم عقائد کا ایک نصاب ہیں دعائے عرفہ کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرمائیں:

''حمد ہے خدا کے لئے جس کے فیصلہ کو کوئی بدلنے والا نہیں، کوئی اس کی عطا کو روکنے والا نہیں کوئی اس جیسی صفت والا نہیں وہ کشادگی کے ساتھ دینے والا ہے اس نے قسم قسم کی مخلوق بنائی ہے اور بنائی ہوئی چیزوں کو اپنی حکمت سے محکم کیا دنیا میں آنے والی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں اس کے یہاں کوئی امانت ضائع نہیں ہوتی اس نے کتاب کو نازل کیا اور چمکتے ہوئے نور کو کتاب کے ساتھ اتارا وہی اپنی مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے اور مصیبتوں و دشواریوں میں اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔(۳)

۱۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین: ۵۴۰ و ۵۴۱ عن معادن الحکمۃ: ۲/۴۵۔

۲۔ البلد الامین لکفعمی: ۲۴۔

۳۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین: ۷۹۳ و ۸۰۶ عن اقبال الاعمال: ۳۳۹۔

اخلاق اور تہذیب نفس

۱۔ دنیا و آخرت کی بھلائی کے بابت پوچھا گیا تو آپ نے لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اما بعد! جو شخص بھی بندوں کی پرواہ کئے بغیر رضاء الٰہی کا خواستگار ہوتا ہے اللہ اس کو لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے، اور جو اللہ کو ناراض کر کے بندوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے اللہ ایسے شخص کے امور لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہے'' والسلام۔(۱)

۲۔ عبادت کی قسمیں اور عابدوں کے درجات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: '' کچھ لوگ کچھ چیزوں کی لالچ میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں یہ تاجروں کی عبادت ہے، کچھ لوگ خوف سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے اور کچھ لوگ شکرانہ کے طور پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے اور تمام عبادتوں میں یہی عبادت سب سے زیادہ افضل ہے۔(۲)

۳۔ حقیقی عبادت کے آثار و برکات بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص بھی اللہ کی کما حقہ عبادت بجالاتا ہے اللہ اسے اس کی ضرورت اور اس کی آرزوؤں سے زیادہ عطا فرماتا ہے''۔(۳)

۴۔ ادب کی وضاحت میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا: ادب کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ اپنے گھر سے نکلیں تو جس سے بھی ملاقات کریں اسے اپنے سے زیادہ بافضیلت سمجھیں۔(۴)

۵۔ آپ نے فرمایا: اگر تمہارا مال تمہارے لئے مقدر ہو چکا ہے تو تمہیں اسے خرچ کرنا چاہئے کہ تم اس سے استفادہ کرنے کے لئے ہمیشہ زندہ نہیں رہو گے اور وہ بھی تمہارے لئے باقی نہیں رہے گا، اسے کھالو قبل اس کے کہ وہ تمہیں کھا جائے۔(۵)

۱۔ امالی الصدوق: ۱۶۷۔

۲۔ تحف العقول: ۱۷۵۔

۳۔ بحار الانوار: ۱۸۴/۷۱۔

۴۔ دیوان الامام الحسینؑ: ۹۹۔

۵۔ بحار الانوار: ۳۷۳/۷۱۔

مواعظ ونصائح جلیلہ

۱۔ایک شخص نے لکھا کہ مجھے ایک مختصر سی نصیحت فرما دیجئے تو آپ نے تحریر فرمایا: ''جو بھی اللہ کی نافرمانی کا ارادہ کرتا ہے محبوب چیزیں کھو بیٹھتا ہے اور جن چیزوں سے اسے خوف ہوتا ہے وہ بہت جلدی اس کے سامنے آجاتی ہیں۔(۱)

۲۔ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں گناہگار انسان ہوں گناہوں کو چھوڑ نہیں پاتا مجھے نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا: ''پانچ کام کرو اور پھر جو چاہو گناہ کرو ایک یہ کہ اللہ کا رزق مت کھاؤ پھر جو چاہو گناہ کرو، دوسرے یہ کہ اللہ کی مملکت سے نکل جاؤ پھر جو چاہو گناہ کرو تیسرے ایسی جگہ ڈھونڈ لو جہاں خدا تمہیں نہ دیکھ سکے پھر جو چاہو گناہ کرو۔چوتھے یہ کہ تمہارے پاس اتنی قدرت ہو جب تمہاری روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت آئے تو اس سے خود کو بچا لو گے پھر جو چاہو گناہ کرو پانچویں یہ کہ جب تمہیں جہنم میں ڈالا جانے لگے تو جہنم میں نہ جاؤ پھر جو چاہو گناہ کرو (اور یہ تمام باتیں ناممکنات میں سے ہیں)۔(۲)

۳۔یہ نصیحت بھی آپ ہی سے مروی ہے: ''اے بنی آدم! سوچو اور بتاؤ! بادشاہ اور صاحبان مال و دولت کہاں ہیں؟ جنھوں نے دنیا آباد کی، نہریں کھودیں، درخت لگائے، شہر آباد کئے اور نہ چاہتے ہوئے بھی یہ سب چھوڑ کر چلے گئے اور دوسری قومیں ان سب چیزوں کی وارث ہوگئیں۔دیر سویر ہم بھی انھیں سے ملحق ہو جائیں گے، اے لوگو! اپنی موت کے لمحات، قبر، لحد اور اللہ کے سامنے حاضری کو یاد کرو کہ جب تمہارے اعضاء و جوارح تمہارے خلاف گواہی دیں گے، جس دن قدموں میں لغزش اور دل منھ تک آچکے ہوں گے۔

۱۔الکافی: ۲/۳۷۳۔

۲۔بحار الانوار: ۱۲۶/۷۸۔

کچھ چہرے سیاہ اور کچھ چہرے روشن ومنور ہوں گے، جس دن اسرار آشکار اور میزان عدل قائم ہوگا۔ اے لوگو! جاؤ اپنے آباء واجداد کی قبروں کو دیکھو سوچو وہ کیا تھے اور کس طرح رخصت ہو گئے دیر سویر تم بھی وہیں ہو گے اور عبرت لینے والے کے لئے سرمایۂ عبرت بن جاؤ گے۔(۱)

۴۔ایک خطبہ کے درمیان آپ نے فرمایا: اے لوگو! نیکیوں میں ایک دوسرے پر رشک کرو۔ معنوی فوائد میں عجلت سے کام لو اس نیکی کو پسند نہ کرو جس میں جلدی نہ کی گئی ہو، امور خیر میں کامیابی کے ذریعہ تعریف کے مستحق بنو، نیک کاموں میں سستی کے ذریعہ الٰہی سرزنش کے مستحق نہ بنو ایک انسان نے دوسرے انسان کے ساتھ جو نیکی کی ہے چاہے وہ اس کا شکریہ ادا نہ کرے اللہ ہر حال میں اس کا صلہ دے گا بے شک خدا کی عطا بے حساب اور اس کا اجر عظیم ہے۔

آ گاہ ہو جاؤ تم سے لوگوں کا حاجتیں پیش کرنا تمہارے لئے اللہ کی نعمتیں ہیں، اللہ کی نعمتوں سے بیزاری کا اظہار نہ کرو ورنہ یہ خدا کے غضب اور عذاب میں تبدیل ہو جائیں گی۔(۲)

فقہی مسائل اور امام حسین علیہ السلام

علمی اور سیاسی میدانوں میں رسول اللہ کے بعد دینی مرجعیت کے استحقاق کے لئے اہل بیت اطہارؑ نے بے شمار ثبوت فراہم کئے ہیں اس کے برخلاف ارباب خلافت مسلسل سیرت رسولؐ کے ختم کرنے کے درپئے تھے اور اسے سیاسی وسماجی حیثیت سے دور کرنے کی کوشش کر رہے تھے جب کہ اس آمریت کا اہل بیت علیہم السلام نے ڈٹ کے مقابلہ کیا۔

یہ اور بات ہے کہ اہل بیتؑ اطہار کی علمی شخصیت ان کی سیاسی شخصیت سے زیادہ ابھر کر سامنے آئی یہاں تک کہ امام حسینؑ کے بعد یہ تصور قائم کیا جانے لگا کہ وہ سیاست سے کنارہ کش تھے لیکن حکومت اور مادی

....

۱۔ارشاد القلوب: ۲۹/۱۔

۲۔کشف الغمہ: ۲۹/۲۔

طاقتوں نیز اسباب و وسائل کے ہونے کے باوجود حکمران طبقہ کا علمی میدان میں عاجز رہنا اور علمی تعبد میں اہل بیت اطہارؑ کا محتاج رہنا ان کی غیروں پر فوقیت و برتری کے واضح ثبوت ہیں دوسری جانب ہر روز نت نئے مسائل میں شرعی احکام کی تفصیل کے لئے امت اسلامیہ کا اہل بیتؑ کا محتاج ہونا بھی ائمہ طاہرینؑ کے علم وفضل وکمال کے ظاہر ہونے کا ایک دوسرا سبب قرار پایا۔

اور بہت سے وہ روشن و منور تاریخی حقائق ہیں جو کسی بھی صاحب عقل ونظر پر مخفی نہیں ہیں جیسے کسی بھی سوال کے جواب سے اہل بیتؑ کا عاجز نہ رہنا، رسول اللہؐ اور ائمہ معصومینؑ کے علاوہ اور کسی بھی فرد بشر سے ان کا تعلیم حاصل نہ کرنا وغیرہ بھی دوسروں سے ان کے ممتاز ہونے پر روشن دلیل ہے۔

سر دست ہم بعض فقہی نمونوں کو یہاں بیان کر رہے ہیں:

۱۔ نماز کے احکام میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک لباس میں نماز پڑھی جاسکتی ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے ایک شخص نے امام حسینؑ کو ایک لباس میں نماز پڑھتے دیکھا تھا اور امام نے فرمایا تھا کہ انھوں نے رسول اللہ کو ایک لباس میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔(۱)

۲۔ مروی ہے کہ ائمہ اہل بیت جہری نمازوں کی ہر رکعت میں سورۂ حمد اور دوسرے سورہ کے آغاز میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' با آواز بلند قرائت فرماتے تھے اور امام حسینؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم اولاد فاطمہؑ کا اس سلسلہ میں اجماع ہے۔(۲)

۳۔ امام حسین علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے آپ کے سامنے سے ایک شخص گذرا بعض لوگوں نے اسے روکنا ٹوکنا شروع کر دیا۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا: تم لوگ کیوں روک رہے تھے؟ انہوں نے کہا: اے فرزند رسول! وہ آپ اور آپ کی محراب عبادت کے درمیان فاصلہ بن رہا تھا تو آپ نے فرمایا: ''افسوس! تمہیں نہیں پتہ کہ اللہ مجھ سے اس قدر قریب ہے کہ اس کے اور میرے درمیان کوئی فاصلہ نہیں بن سکتا''۔(۳)

۱۔ دعائم الاسلام: ۱/۱۷۵۔ ۲۔ مستدرک الوسائل: ۴/۱۸۹۔

۳۔ وسائل الشیعہ: ۳/۴۳۴ الحدیث ۴۔

۴۔ حضرت امام حسین علیہ السلام ایک مقام پر تشریف فرما تھے وہاں سے ایک جنازہ گذرا جنازہ دیکھتے ہی لوگ کھڑے ہو گئے۔ اس مقام پر امامؑ نے لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ کیا جو انہوں نے سن رکھا تھا کہ جنازہ گذرتے وقت کھڑا ہونا سنت ہے اس لئے کہ نبی کریم نے بھی ایک جنازہ کے گذرتے وقت قیام فرمایا تھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: سچ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی کا جنازہ گذرا اسی راستہ میں آنحضرت پر حضور بیٹھے تھے، نبیؐ اکرم کو یہ پسند نہیں تھا کہ آپ کے سر سے اونچا ایک یہودی کا جنازہ ہو جائے اس لئے آپ کھڑے ہو گئے تھے"۔(۱)

موسوعہ کلمات الامام الحسین علیہ السلام نے تقریباً ۲۵۰ ایسی روایات نقل کی ہیں جن کا تعلق احکام شرعیہ سے ہے اور مختلف فقہی ابواب میں امام حسینؑ سے مروی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ دوسرے آئمہ طاہرینؑ کے مانند امام حسین علیہ السلام کی سیرت طیبہ بھی انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی میں احکام شرعیہ کا ایک سرچشمہ ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی دعائیں

اہل بیت علیہم السلام کے آثار دعاؤں کی شکل میں کمیّت و کیفیّت کے اعتبار سے ایک خاص امتیاز کے حامل ہیں۔

خداوندمتعال کے قول" قل ما یعبؤا بکم ربی لو لا دعاؤکم "(۱)" (اے رسولؐ آپ فرمادیجئے کہ) اگر دعا نہیں کیا کرتے تو میرا پروردگار بھی تمہاری کوئی پروا نہیں کرتا" کے زیر سایہ ان تمام حالات و اوقات میں دعاؤں کا اہتمام جن سے انسان زندگی میں دوچار ہوتا ہے یہ وہ امتیاز ہے جو اہل بیتؑ کے راستہ کو ان کے غیر کے راستہ سے جدا کر دیتا ہے اور انہوں نے اسی روش کو اپنے شیعوں کی تربیت کے لئے انتخاب کیا ہے۔ اس کا اندازہ عموماً موسم حج اور عبادت کے دوسرے مواقع پر اہل بیتؑ کے پیروکاروں اور ان کے شیعوں میں واضح انداز میں کیا جا سکتا ہے اہل بیت کی دعائیں جامعیت، مقاصد اور معانی میں منفرد

۱۔ الکافی: ۳/۱۹۲۔

۲۔ الفرقان (۲۵): ۷۷۔

ہیں اس لئے کہ وہ ایسی خصوصیات پر مشتمل ہیں جوان کو ان کے غیر سے جدا اور الگ کر دیتی ہیں۔ کہاں ثریا کہاں تحت الثریٰ؟!

ہم دعاؤں کے اس قدر اہتمام کے راز کو بیان کرنے کے لئے امام حسینؑ سے ماثور بعض نصوص کو بیان کر رہے ہیں۔

۱۔ آپ فرماتے ہیں: عاجز ترین شخص وہ ہے جو دعاء سے عاجز ہو اور بخیل ترین وہ ہے جو دعاؤں میں بخل کرے۔(۱)

۲۔ آپ سے منقول ہے کہ آپ نماز وتر کے قنوت میں اس دعا کو پڑھتے تھے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو تعلیم دی تھی اور وہ دعا یہ ہے: پروردگارا تو دیکھتا ہے لیکن دکھائی نہیں دیتا، تو بلند مرتبہ ہے اور سب کو تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔ دنیا و آخرت تیرے ہی دست قدرت میں ہے۔ پروردگارا! ہم ذلیل و رسوا ہونے سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔(۲)

۳۔ آپ کی مختصر ترین دعاؤں میں سے ہے آپ فرماتے ہیں: پروردگارا! ''لا تستدرجنیٰ بالاحسان'' اپنے احسان کے ذریعہ گناہوں کے انجام سے غافل کر کے مجھے آہستہ آہستہ شقاوت و بدبختی کے دہانے پر نہ لے جا اور ''لا تؤدّبنی بالبلاء'' مصیبتوں اور ناگوار حوادث کے ذریعہ مجھے تادیب نہ کر۔(۳)

۴۔ آپ نے استدراج کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کی طرف سے بندہ کی بنسبت استدراج کے معنی یہ ہیں کہ خدا بندہ پر اپنی نعمتیں نازل کرے اور اس سے توفیق شکر کو سلب کر لے۔(۱)

۴۔ آپ کے قنوت کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے: پروردگارا! ہر شخص پناہ گاہ کی تلاش میں ہے پس تو میری پناہ گاہ ہے، ہر شخص دل کو سکون پہنچانے والے کی تلاش میں ہے تو میرے دل کو سکون پہنچانے والا ہے

۱۔ بحار الانوار: ۹۲/ ۲۱۴۔ ۲۔ کنز العمال: ۸/ ۸۲ و مسند الامام احمد: ۱/ ۲۰۱۔

۳۔ بحار الانوار: ۷۸/ ۱۲۸۔ ۴۔ تحف العقول/ ۱۷۵۔

ہے۔ معبود! محمد وآل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود نازل فرما میری آواز کو سن میری دعاؤں کو قبول کر اور میری قیام گاہ اپنے نزدیک قرار دے، مجھے زندگی کے امتحانوں کے درمیان مختلف امتحانات اور شیطان کے وسوسوں سے نجات دے تجھے تیری اس عظمت کا واسطہ جس میں کوئی دھوکہ دے کر شامل نہیں ہوتا اور کوئی حدس وگمان کے راستہ میں قدم نہیں رکھ سکتا اس میں کوئی شگاف نہ پڑے یہاں تک کہ تو مجھے اپنی طرف پلٹا لے اس حالت میں کہ نہ میں بدگمان رہوں اور نہ میرے بارے میں کسی کو برا گمان ہو، نہ میں شک کی حالت میں رہوں اور نہ میرے بارے میں شک کیا جائے، بیشک تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔(۱)

۵۔ آپ کی ایک اور دعا ہے جس کو آپ قنوت میں پڑھتے تھے: پروردگارا! تمام چیزوں کا آغاز تجھ سے ہے ،مشیت تیری ہے، تمام توانائیاں اور قدرت وطاقت تیرے ہی لئے ہے تو ہی وہ معبود ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں تو نے اپنے اولیاء کے دلوں کو اپنی مشیت کی اقامتگاہ اور اپنے ارادہ کی منزل قرار دیا، ان کی عقلوں کو اپنے اوامر ونواہی کا مرکز بنایا پس تو جب چاہے کہ اپنے ارادوں کو نافذ کرے ان کے اسرار کو جنبش دے کر اپنے اس ارادے کو جو عالم فطرت کے عہد وپیمان میں انھیں سکھایا ہے ان کی زبان پر جاری کر دیتا ہے ان افکار کے سہارے جن کے ذریعہ وہ تجھے پکارتے ہیں اور ان عطا کردہ حقائق کے سہارے جن کے ذریعہ وہ تیری طرف دعوت دیتے ہیں۔ اور میں تیری تعلیم کی بناء پر جانتا ہوں کہ جو حقائق تو نے مجھے دکھائے ہیں اور جن کو میری پناہ گاہ قرار دیا ہے صرف تو لائق شکریہ اور ستائش ہے۔

۶۔ اور آپ کی ایک دعا ہے جس کو دعائے ''عشرات'' کہا جاتا ہے۔

۷۔ آپ کی ایک دعا ہے جس کو آپ رکن یمانی کے نزدیک پڑھتے تھے اور اپنے پروردگار سے مناجات فرماتے تھے: میرے معبود! مجھے تو نے نعمتیں تو دیں لیکن مجھے شکر گزار نہ پایا مجھے پریشانیوں میں مبتلا کیا تو صابر نہ پایا تو نے ترک شکر کے باوجود نعمتوں کو سلب نہیں کیا اور ترک صبر کے باوجود پریشانیوں کا سلسلہ جاری نہیں رکھا۔ میرے معبود! کریم سے کرم ہی صادر ہوتا ہے۔(۲)

۱۔ نہج الدعوات/۴۹۔ ۲۔ احقاق الحق: ۱۱/۵۹۵۔

۸۔روایت کی گئی ہے کہ شریح، مسجد النبیؐ میں داخل ہوا تو امام حسین علیہ السلام کو وہاں حالت سجدہ میں اس طرح پایا کہ آپ اپنا رخسار مٹی پر رکھے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے: اے میرے سید و سردار اے میرے آقا ومولا! کیا تو نے لوہے سے کٹنے کے لئے میرے اعضاء کو خلق کیا ہے؟ کیا حمیم پینے کے لئے میری رگوں اور نسوں کو پیدا کیا ہے؟ میرے معبود! اگر تو میرے گناہوں کی وجہ سے مجھے گرفتار کر رہا ہے تو میں تیرے کرم کے سہارے کی تلاش میں ہوں اور اگر تو خطا کاروں کے ساتھ مجھے رکھے گا تو میں انہیں باخبر کر دوں گا کہ تجھے چاہتا ہوں اے میرے سید و سردار! میری اطاعت تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی ہے اور نہ میری معصیت کوئی نقصان، پس جو چیز تجھے فائدہ نہیں پہنچاتی وہ مجھے ہبہ کر دے اور جو نقصان نہیں پہنچاتی اسے معاف کر دے بیشک تو اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔(۲)

۹۔آپ جب قبرستان جاتے تو عرض کرتے تھے: اے میرے معبود! اے ان فانی روحوں، امتحانات سے گذرے ہوئے جسموں اور بوسیدہ ہڈیوں کے پروردگار! جو تجھ پر ایمان رکھتے تھے ان پر اپنی طرف سے رحمت وسکون نازل فرما اور ہماری طرف سے ان تک سلام پہنچا دے آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص اس دعا کو پڑھے گا تو خداوند متعال آدمؑ سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوقات کی تعداد کے برابر اس کے نامۂ اعمال میں ثواب لکھے گا۔(۳)

۱۰۔صبح و شام میں آپ کی دعاؤں میں سے ایک یہ ہے: اللہ رحمان و رحیم کے نام سے خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں) خدا سے (مدد طلب کرتا ہوں) (میرا راستہ) خدا سے خدا تک ہے، راہ خدا اور رسولؐ خدا کے آئین پر ہے، میں نے خدا پر بھروسہ کیا، خدائے بلند و عظیم کے علاوہ کوئی قدرت و طاقت نہیں ہے۔ میرے اللہ! میں نے اپنے نفس کو تیرے سامنے سرنگوں کر دیا، میرا رخ تیری طرف ہے، میں نے اپنے سارے امور تیرے حوالے کر دیئے۔ میں دنیا و آخرت میں تجھ سے ہر بدی سے عافیت کا سوالی ہوں۔

۱۔احقاق الحق: ۱۱/۵۹۵۔

۲۔مستدرک الوسائل: ۲/۳۷۳/ ۳حدیث ۲۳۲۳۔

اے میرے اللہ! تو میرے لئے کافی ہے تیرے علاوہ کوئی دوسرا میرے لئے کافی نہیں ہے پس جس چیز میں ، میں خوفزدہ ہوں اور ڈرتا ہوں اس میں دوسرے سے کفایت فرما، میرے امور میں کشادگی عطا فرما بیشک تو جانتا ہے میں نہیں جانتا تو قادر ہے میں قدرت نہیں رکھتا اور تو ہر چیز پر قادر ہے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔(۱)

لیکن امام حسین علیہ السلام سے مروی دعائے عرفہ جو دعاؤں میں چمکتا ہوا ستارہ اور ایک طولانی دعا ہے جس میں انسان پر نازل ہونے والی الٰہی رحمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ہم نے اس کے کچھ ٹکڑوں کو گذشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے اور یہاں بھی ہم ایک حصہ کو ذکر کررہے ہیں:

تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے جس کا کوئی بیٹا نہیں کہ وہ اس کا وارث ہو، اس کی حکومت میں اس کا کوئی شریک نہیں جو اس کی ایجادات میں اس کا مقابل ہو اور اس کا کوئی ولی نہیں پس وہ اپنی صفت میں منفرد ہے وہ پاک و پاکیزہ ہے وہ پاک و پاکیزہ ہے وہ پاک و پاکیزہ ہے اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہوتا تو یہ برباد ہوجاتے چکنا چور ہوجاتے پس پاک و پاکیزہ ہے وہ خدا جو ایک ہے، حق ہے، اکیلا ہے، ایسا بے نیاز ہے کہ نہ اس کا بیٹا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ پروردگار کے لئے ایسی حمد ہے جو ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین کی حمد کی نظیر و مثیل ہو اور اللہ کی صلوات و رحمت ہو منتخب مخلوقات محمدؐ خاتم انبیاء اور ان کی طاہر و مخلص آل پر، پروردگارا! مجھے اس طرح ڈرنے کی توفیق دے جیسے کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں۔تقوئے الٰہی کی سعادت سے نواز اور معصیت سے گریز کرنے کی توفیق دے اور اپنے فیصلہ میں میرے لئے خیر قرار دے اور اپنی قدر میں برکت عطا فرما تاکہ میں اس چیز میں عجلت نہ کروں جس کو تو نے مؤخر کیا ہے اور اس میں تاخیر نہ کروں جس میں تو نے تعجیل کی ہے"۔

۱۔نہج الدعوات/۱۵۷۔

امام حسین علیہ السلام اور ادب

بیشک امام حسین علیہ السلام فصیح و بلیغ تعبیر وحسن عبارت پر دسترس وقابو رکھتے اور اس کی شناخت کے لحاظ سے اپنے نانا، بابا اور بھائی کے جانشین اور نائب شمار کئے جاتے ہیں۔ بتحقیق آپ کے دشمن کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے ''بیشک اہل بیت نے علم کو اس طرح پایا ہے جس طرح کبوتر نے دانہ'' اور ''بنی ہاشم کی زبانیں ایسی ہیں جو پتھروں کو پگھلا دیتی ہیں اور سمندر سے غوطہ لگا کر آتی ہے'' اور عمر ابن سعد نے یوم عاشورا امام حسین علیہ السلام کے خطبہ پر یہ تبصرہ کیا تھا: ''یہ اپنے باپ کے فرزند ہیں اگر پورے دن تمہارے درمیان اسی طرح کھڑے رہیں تو ان کا کلام نہ منقطع ہوگا اور نہ محصور۔

اصحاب مقاتل کربلا اور عاشور میں آپ کے خطبات وکلمات کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد ہم نے حسین علیہ السلام جیسا متکلم نہ دیکھا نہ سنا۔

جب کہ آپ کی مدّت امامت کم، اور وہ سیاسی فرصت جس کے باعث عموماً خطبے دیئے جاتے ہیں تقریباً نہ کے برابر تھی خاص طور سے آپ اس مصالحت کے شریک تھے جس کو آپ کے بھائی نے معاویہ کے زمانہ میں انجام دیا تھا اسی وجہ سے آپ کے اکثر خطبات وغیرہ وہ ہیں جو آپ نے مولائے کائنات کے زمانہ میں دیئے۔ بتحقیق مشاورہ اور جنگ کے خطبات میں آپ ان کے برابر کے شریک رہے اور ان میں آپ نے ان تمام فنی باریکیوں اور مقاصد کا خیال رکھا ہے جو مناسب حال تھیں اور جن کو عوام تک پہنچانا تھا۔

اور جہاں تک میدان کربلا میں امام حسینؑ کے خطبات کا سوال ہے تو واضح رہے کہ اس موقع پر آغاز جنگ سے لے کر اختتام جنگ تک امام حسینؑ نے دسیوں خطبے ارشاد فرمائے ہیں جو مطالب اور آہنگ کے اعتبار سے متنوع ہیں ان خطبوں میں امامؑ نے اہل کوفہ کے ان خطوط کا تذکرہ کیا ہے جن میں انھوں نے آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی اور خدا اور رسولؐ کی اطاعت اور آپ کی نصرت کا وعدہ کیا تھا چنانچہ امامؑ اپنے ایک خطبہ میں فرمایا تھا: ''تباً لکم أیّتها الجماعة و ترحاً، أحین استصرختمونا والهین، فاصرخناکم موجفین مودّین مستعدّین سللتم علینا سیفا لنا فی أیمانکم و حششتم علینا ناراً قد

حناها على عدوكم و عدونا فاصبحتم الباً علىٰ أوليائكم و يداً عليهم لأعدائكم بغير عدل أفشوه فيكم و لا أمل اصبح لكم فيهم إلا الحرام من الدنيا أنالوكم و خسيس عيش طمعتم فيه ...''

اے لوگو! تم پر وائے اور ہلاکت ہو کیا جس وقت تم نے حیران و سرگرداں ہوکر ہمیں اپنی فریادرسی کے لئے بلایا اور ہم تمہاری فریاد پر تیزی کے ساتھ آمادہ ہوکر تمہاری مدد کے لئے آئے تو تم نے ہمارے ہی اوپر وہ تلواریں کھینچ لیں جو تمہارے عہد و پیمان کے مطابق ہمارے حق میں تھیں؟ اور وہ آگ تم نے ہمارے ہی لئے بھڑکادی جسے ہم نے تمہارے اور اپنے دشمنوں کے لئے فراہم کر رکھا تھا، تم لوگ اپنے دوستوں کے دشمن ہو گئے اور دشمنوں کے مددگار ہو گئے جب کہ تمہارے دشمنوں نے نہ تو تمہارے درمیان عدالت کا برتاؤ کیا ہے اور نہ ہی تمہاری کوئی آرزو پوری کی ہے، سوائے اس حرام دنیا اور پست زندگی کے جس کے تم حریص ہو تمہیں کچھ نہیں دیا ہے ... یہ خطبہ مختلف فنون بلاغت پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ ادب کے دو اہم عنصر محاکمہ اور احساس کو بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اور اگر فقط فنی اور ادبی ذوق سے بھی اس خطبہ پر نظر ڈالی جائے تو انسان حیرت زدہ رہ جائے گا اور اس کی فکر مبہوت ہو جائے گی۔(۱)

امام حسین علیہ السلام نے ادبی اور فنی اسرار و رموز اپنے خطوط، چھوٹے چھوٹے جملوں، دعاؤں اور اشعار کے قالب میں بھی بیان کئے ہیں۔(۲)

ذیل کی سطروں میں ہم اس بحث کی مناسبت سے امام حسینؑ کے اشعار کے دو نمونے پیش کر رہے ہیں۔

۱۔تاریخ الادب العربی فی ضوء المنہج الاسلامی/۳۰۳۔۳۱۱۔

۲۔اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لئے محمود البتانی کی کتاب تاریخ الادب العربی فی ضوء المنہج الاسلامی کی طرف رجوع کیجئے۔

تبارک ذو العلا و الکبریاء　　تفرد بالجلال و بالبقاء
و سوی الموت بین الخلق طراً　　و کلهم رهائن للفناء
و دنیانا و ان ملنا الیها　　و طال بها المتاع . الی انقضاء
ألا إن الرکون علی غرور　　الی دار الفناء من الفناء
و قاطنها سریع الظعن عنها　　و ان کان الحریص علی الثَواء

بلند و برتر ہے وہ خدا جو کبریائی اور بزرگی کا مالک ہے جو جلال و جبروت اور بقاء میں یگانہ ہے۔ جس نے ساری مخلوق کے درمیان موت کو برابر سے رکھا اور سب ہی فنا ہونے والے ہیں۔ اور ہماری دنیا اگرچہ ہم اس کی طرف مائل ہی کیوں نہ ہوں اور اس سے ہماری لطف اندوزی طویل ہی کیوں نہ ہو آخر کار فنا ہو جائے گی۔ آگاہ ہو جاؤ فریفتہ ہو کر دار فناء سے دلبستگی پیدا کرنا خود فناء اور نابودی ہے۔ دنیا کا باشندہ بہت جلد اس سے کوچ کر جائے گا چاہے وہ دنیا میں رہنے کا کتنا ہی حریص ہو۔ (۱)

أغن عن المخلوق بالخالق　　تغن عن الکاذب و الصادق
و استرزق الرحمن من فضله　　فلیس غیر الله من رازق
من ظن أن الناس یغنونه　　فلیس بالرحمٰن بالواثق
او ظن أن المال من کسبه　　زلت به النعلان من زالق

خالق سے لو لگا کر مخلوق سے بے نیاز ہو جا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر جھوٹے سچے سے بے نیاز ہو جاؤ گے خدائے رحمان کے فضل و کرم سے روزی طلب کرو اس لئے کہ اللہ کے علاوہ کوئی رزق دینے والا نہیں ہے۔ جو گمان کرے کہ اسے لوگ بے نیاز اور مالدار بنا سکتے ہیں وہ خدائے رحمان پر اعتماد نہیں رکھتا ہے۔ یا جو گمان کرے کہ مال اس کی کمائی کا نتیجہ ہے تو وہ بلندی سے پھسل کر پستی میں گرنے والا ہے۔ (۲)

اور ہر تعریف اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا پروردگار ہے۔

۱۔ دیوان امام حسینؑ: ۴۴/۱۱۵۔

۲۔ البدایۃ والنھایۃ: ۸/۲۲۸۔

فہرست

حرف اول ــــ ۷

پہلا باب

پہلی فصل

امام حسینؑ کی زندگی کے چند گوشے ــــ ۱۰

دوسری فصل

امام حسینؑ کی شخصیت کے نمایاں پہلو ــــ ۱۷

۱۔قرآن مجید کی آیتوں میں امام حسینؑ کی منزلت ــــ ۱۷

۲۔خاتم المرسلینؐ کے نزدیک امام حسینؑ کی منزلت ــــ ۲۱

۳۔امام حسینؑ کی قدر و منزلت ان کے معاصرین کے نزدیک ــــ ۲۲

۴۔امام حسینؑ تاریخ کی روشنی میں ــــ ۲۷

تیسری فصل

امام حسینؑ کی شخصیت کے چند جلوے ــــ ۳۱

۱۔تواضع ــــ ۳۲

۲۔حلم وعفو ــــ ۳۳

۳۔آپؑ کا جود و کرم ــــ ۳۴

۴۔آپؑ کی شجاعت ــــ ۳۶

۵۔آپؑ کا انکار ــــ ۳۸
۶۔اظہار حق میں جرأت ہمّت ــــ ۴۰
۷۔آپؑ کی عبادت اور آپ کا تقویٰ ــــ ۴۲
آپؑ کی عبادت کی کیفیت ــــ ۴۴

دوسرا باب

پہلی فصل

امام حسینؑ کی نشو ونما ــــ ۴۷
تاریخ ولادت ــــ ۴۷
ام ایمن کا خواب ــــ ۴۷
مولود مبارک ــــ ۴۸
امام حسینؑ کے بارے میں نبی اکرمؐ کا اہتمام ــــ ۴۹
آپ کی کنیت اور القاب ــــ ۵۳

دوسری فصل

امام حسینؑ کی زندگی کے مراحل ــــ ۵۴

تیسری فصل

امام حسینؑ ولادت سے امامت تک ــــ ۵۶
امام حسینؑ زمانۂ رسولؐ میں ــــ ۵۶
حسنین علیہما السلام کے لئے پیغمبرؐ کی میراث ــــ ۵۹
سبطین کے بارے میں رسولؐ اللہ کی وصیت ــــ ۵۹
امام حسینؑ کے بارے میں رسول اللہؐ کا اضطراب ــــ ۵۹

امام حسین علیہ السلام خلیفہ اول کے زمانے میں ــــ ۶۱

امام حسینؑ پر شہادت فاطمہ زہراؑ کا اثر ــــ ۶۱

امام حسینؑ خلیفہ دوم کے زمانے میں ــــ ۶۴

امام حسینؑ خلیفہ سوم کے زمانے میں ــــ ۶۶

ابوذر غفاری کے ساتھ ــــ ۶۸

امام حسینؑ، حکومت علوی کے دوران ــــ ۷۰

امام حسینؑ اصلاح امت میں اپنے والد بزگوارؑ کے ساتھ ــــ ۷۲

مولائے کائناتؑ کی حسنینؑ کی سلامتی کی خواہش ــــ ۷۳

امام حسینؑ کے لئے امیر المومنینؑ کی وصیت ــــ ۷۴

امام حسینؑ اپنے والد بزگوار کے آخری لمحات میں ان کے ساتھ ــــ ۸۳

امام حسینؑ اپنے بھائی امام حسنؑ کے زمانے میں ــــ ۸۴

صلح حسنؑ سے قبل امت کی حالت ــــ ۸۴

امام حسینؑ اور صلح حسنؑ کی شرطوں کا احترام ــــ ۸۹

امام حسینؑ کے لئے جعدہ بن ہبیرہ کا خط ــــ ۸۹

امام حسن علیہ السلام کی شہادت ــــ ۹۰

تیسرا باب

پہلی فصل

امام حسینؑ کا زمانہ ــــ ۹۳

پہلی بحث

معاویہ کی حکومت اور اسلام کی تباہی میں اس کا کردار ــــ ۹۳

اسلام سے نبرد آزمائی میں معاویہ کی حکمت عملی ۔۔۔ ۹۴
۱۔ اقتصادی سیاست ۔۔۔ ۹۵
الف: اقتصادی محرومیت ۔۔۔ ۹۵
ب: حکومت کے استحکام کے لئے دولت کا سہارا ۔۔۔ ۹٦
ج: شراء الذمم (افراد کو خریدنا) ۔۔۔ ۹٦
د: نوروز کا ٹیکس ۔۔۔ ۹۷
۲۔ تفرقہ اندازی کی سیاست ۔۔۔ ۹۷
الف: دوستداران اہلبیتؑ پر تشدد اور زیادتی ۔۔۔ ۹۸
ب: خاندانی تعصب ۔۔۔ ۹۸
۳۔ پکڑ دھکڑ کی سیاست ۔۔۔ ۹۹
۴۔ معاویہ کی ہوس رانی اور دینی اقدار کی توہین ۔۔۔ ۹۹
۵۔ نبیؐ سے کینہ اور آل نبیؑ سے کھلم کھلا دشمنی کا اظہار ۔۔۔ ۱۰۰
٦۔ شیعیان اہل بیت سے دشمنی ۔۔۔ ۱۰۲
۷۔ طاقت کے زور پر یزید فاسق کی بیعت ۔۔۔ ۱۰۳

دوسری بحث

یزید بن معاویہ کون تھا؟ ۔۔۔ ۱۰۴
یزید کی نشو ونما اور اس کے صفات رذیلہ ۔۔۔ ۱۰۵
شکار کی لت ۔۔۔ ۱۰٦
بندروں سے دلی لگاؤ ۔۔۔ ۱۰٦
شراب کا بے دریغ استعمال ۔۔۔ ۱۰۷
یزید کا کفر اور رسول اکرمؐ سے اس کا کینہ ۔۔۔ ۱۰۹

حکومتِ یزید کے بعض جرائم ـــ ۱۰۹

یزید کی شیطانی حرکتوں کا راز ـــ ۱۱۰

دوسری فصل

امام حسینؑ کے اقدامات ـــ ۱۱۲

پہلی بحث

بیعت یزید کے مقابلے میں آپ کا موقف ـــ ۱۱۲

۱۔ شیطانی راہ کو قبول کرنا ـــ ۱۱۲

۲۔ بیعت یزید کے لئے معاویہ کی سازشیں ـــ ۱۱۵

۳۔ بیداری امت کے لئے امام حسینؑ کی کوششیں ـــ ۱۱۶

آپؑ کے چند کارنامے ـــ ۱۱۶

معاویہ اور یزید کی بیعت کی مخالفت ـــ ۱۱۷

امت کے اتحاد اور رائے عامہ کا ساتھ دینے کی کوشش ـــ ۱۲۰

معاویہ کے جرائم کی پردہ کشائی ـــ ۱۲۱

ضائع شدہ حق کا پلٹانا ـــ ۱۲۶

امت کو اپنی ذمہ داری کا احساس دلانا ـــ ۱۲۸

معاویہ کی ہلاکت ـــ ۱۳۵

۔سری بحث

حکومت یزید اور انقلاب امام حسین علیہ السلام ـــ ۱۳۶

انقلاب کی ابتدا ـــ ۱۳۶

حاکم مدینہ کے نام یزید کا خط ـــ ۱۳۷

ولید کا مروان بن حکم سے مشورہ ـــ ۱۳۷
امام حسین علیہ السلام ولید کے دربار میں ـــ ۱۳۸
امام حسینؑ مروان کے ساتھ ـــ ۱۴۱
دوسری رات امامؑ کا مدینہ سے کوچ ـــ ۱۴۲
امام حسینؑ کی وصیتیں ـــ ۱۴۳
مکہ کی طرف امامؑ کا سفر ـــ ۱۴۶

تیسری بحث

انقلاب کے اسباب وعلل ـــ ۱۴۸
۱۔حاکم کی نااہلی اور نظام حکومت میں انحراف ـــ ۱۵۱
۲۔امت کے سلسلہ میں آپؑ کی ذمہ داری ـــ ۱۵۲
۳۔انقلابی جماعتوں کی دعوت کو قبول کرنا ـــ ۱۵۳
۴۔ذلت وخواری سے دوری ـــ ۱۵۳
۵۔بنی امیہ کا مکروفریب اور قتل حسینؑ کی سازش ـــ ۱۵۴
۶۔بنی امیہ کا ظلم وجور اور فقدان امن ـــ ۱۵۵
۷۔اسلامی اقدار میں تحریف اور ذکر اہل بیتؑ کو مٹانے کی سازش ـــ ۱۵۶
۸۔حکم خدا اور رسولؐ کی اطاعت ـــ ۱۵۶
قیام حسینی کے مقاصد ـــ ۱۵۷
۱۔ظالم حکومت کے مقابل فریضۂ شرعی کی ادائیگی ـــ ۱۵۸
۲۔بنی امیہ کی رسوائی اور ان کی حقیقت کا انکشاف ـــ ۱۵۸
۳۔سنت رسولؐ کا احیاء اور بدعتوں کی نابودی ـــ ۱۵۹
۴۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ـــ ۱۶۰

۵۔امت مسلمہ کی بیداری اور احساسات کی تحریک ــــ ۱۶۰
امام حسینؑ نے معاویہ کی حکومت میں کیوں نہیں قیام کیا؟ ــــ ۱۶۱
۱۔امت اسلامیہ کی حالت زار ــــ ۱۶۲
۲۔معاویہ کی شخصیت اور اس کی تلون مزاجی ــــ ۱۶۲
۳۔صلح امام حسنؑ کا احترام ــــ ۱۶۳
قیام حسینؑ کے بارے میں واقعۂ کربلا سے پہلے کے نظریات ــــ ۱۶۴

چوتھی بحث

مکہ کی طرف امامؑ کی روانگی ــــ ۱۶۶
امام حسینؑ کے نام اہل کوفہ کے خطوط ــــ ۱۶۶
امام حسینؑ کی طرف سے اہل کوفہ کے خطوط کا جواب ــــ ۱۶۸
حضرت مسلم علیہ السلام کا سفر کوفہ ــــ ۱۷۰
مسلم بن عقیل کا خط امام حسینؑ کے نام ــــ ۱۷۱
امام حسینؑ کا خط بزرگان بصرہ کے نام ــــ ۱۷۲
احنف بن قیس کا جواب ــــ ۱۷۳
یزید بن مسعود نہشلی کا جواب ــــ ۱۷۳
والی کوفہ کا موقف ــــ ۱۷۵
بنی امیہ کے طرفداروں کی کوششیں ــــ ۱۷۶
یزید کی بیقراری اور سیر جون سے اس کا مشورہ ــــ ۱۷۸
عبید اللہ بن زیاد کی کوفہ روانگی ــــ ۱۷۹
کوفہ پر قبضہ کے لئے ابن زیاد کی کوشش ــــ ۱۸۰
ابن زیاد کے رویہ کے مقابل جناب مسلمؑ کا موقف ــــ ۱۸۱

جناب مسلمؑ کے ساتھ غداری ــــ ۱۸۱

پانچویں بحث

امام حسینؑ کی عراق کی طرف روانگی ــــ ۱۸۴
امام حسین علیہ السلام نے عراق کا کیوں انتخاب کیا ــــ ۱۸۴
مکہ کوالودع کہتے وقت امام کے تصریحات ــــ ۱۸۷
ایک خط میں انقلاب کا خلاصہ ــــ ۱۸۹
دشمن کا سدّ راہ ہونا ــــ ۱۹۱۰
سرزمین تنعیم ــــ ۱۹۰
سرزمین صفّاح ــــ ۱۹۱
اہل کوفہ کے نام امام کا خط ــــ ۱۹۱
بنی امیہ کا ردعمل ــــ ۱۹۲
قیس بن مسہر کی گرفتاری اور قتل ــــ ۱۹۲
زہر قین سے ملاقات ــــ ۱۹۳
امامؑ کے لئے بری خبر ــــ ۱۹۴
امام حسینؑ کی حر سے ملاقات ــــ ۱۹۵
سرزمین میعاد پر نزول ــــ ۱۹۷
عمرابن سعد کی سرداری میں لشکر کوفہ کی روانگی ــــ ۱۹۹

چھٹی بحث

کربلا میں کیا ہوا؟ ــــ ۲۰۱
شب عاشور ــــ ۲۰۱
روز عاشور ــــ ۲۰۷

لشکر کوفہ سے امامؑ کا خطاب ـــ ۲۰۸

حر، جنت و جہنم کے درمیان ـــ ۲۱۱

بے مثال اور ہمیشہ یاد رہنے والی جنگ ـــ ۲۱۲

امام حسین علیہ السلام کی شہادت ـــ ۲۲۱

امام حسین علیہ السلام میدان جنگ میں تنہا ـــ ۲۲۲

آسمان میں سرخی پھیلنا ـــ ۲۲۴

خیام کا جلنا اور اہل حرم کا لٹنا ـــ ۲۲۵

امام کے جسم اطہر کی پامالی ـــ ۲۲۵

زینب لاش برادر پر ـــ ۲۲۶

تیسری فصل

انقلاب حسینی کے نتائج واثرات ـــ ۲۲۷

۱۔ بنی امیہ کی رسوائی اور ان کی دینداری کے ڈھکوسلہ کو بے نقاب کرنا ـــ ۲۲۷

۲۔ اسلام کو حیات نو عطا کرنا ـــ ۲۲۹

۳۔ امت کو اپنی غلطی کا احساس اور بنی امیہ کے خلاف تحریکوں کا آغاز ـــ ۲۳۰

۴۔ امت کی قوت ارادی اور عزم جہاد کو زندہ کرنا ـــ ۲۳۱

چوتھی فصل

میراث حسینی ـــ ۲۳۳

امام حسینؑ کی معنوی میراث پر ایک طائرانہ نظر ـــ ۲۳۳

عقل و علم و معرفت افکار حسینی کی روشنی میں ـــ ۲۳۴

قرآن کریم کی بارگاہ میں ـــ ۲۳۷

امام حسینؑ اور سیرت مرسل اعظمؐ ـــ ۲۴۰

NAJAFI BOOK LIBRARY
Acc No. ...... Date ......
Section ...... Status ......
D.D. Class ......

عظمت اہل بیتؑ امام حسین علیہ السلام کی نگاہ میں ــــ ۲۴۳

امام زمانہ اور آپ کی حکومت کی بشارت ــــ ۲۴۵

علم کلام افکار حسینؑ کی روشنی میں ــــ ۲۴۷

اخلاق اور تہذیب نفس ــــ ۲۵۰

مواعظ و نصائح جلیلہ ــــ ۲۵۱

فقہی مسائل اور امام حسین علیہ السلام ــــ ۲۵۲

امام حسین علیہ السلام کی دعائیں ــــ ۲۵۴

امام حسینؑ اور ادب ــــ ۲۵۹

فہرست ــــ ۲۶۲

جہاں اہل بیت وحیؑ کے بارے میں قرآن مجید نے ہر رجس اور پلیدی سے پاکیزہ گی کی شہادت دی ہے اور پیغمبر اکرمؐ نے بھی ان ہستیوں کا قرآن مجید کے ساتھ ہونے کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے: یہ ایسے پرچم اور نشانیاں ہیں، جسے پروردگار عالم نے اپنے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے براہ راست منتخب کیا ہے، ان بزرگواروں کا راستہ اوران کی تاریخ، اسلام کی تاریخ کا آئینہ اوراس کی کامیابی کا راز ہے۔

اس کتاب میں سید الشہداء، آزادی پانے والوں کے سردار، سبط رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین علیہ السلام کی بابرکت زندگی سے بحث کی گئی ہے۔آپؑ نے اسلام کے تناور درخت کو اپنے پاک وپاکیزہ خون سے آبیاری کی ہے اوراسے خشک اورنابود ہونے سے بچایا ہے۔

مجمع جهانی اهل بیت (علیهم السلام)
www.ahl-ul-bayt.org
ISBN 964-529-015-5
9789645290151